ہولولو کا راجکمار
کرشن چندر

HONOLULU KA RAJ KUMAR

BY

KRISHAN CHANDAR

PRICE RS 8/50

قیمت۔ آٹھ روپیہ پچاس پیسہ

پبلشرز

آہلووالیہ بک ڈپو 9953/4 نیو روہتک روڈ

پوسٹ بکس نمبر 2507

نئی دِلی نمبر 110005

پہلا باب

پربھا ٹینس گراؤنڈ کے کنارے ایک بچھر نمی دھوپ چھتری کے نیچے بیٹھی ہوئی بے چین ہو رہی تھی۔ اور بار بار اپنی کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھ رہی تھی اور اپنے بے چین اور بور ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔

دلیو کمار نے اپنے دوست ہریش سے کہا۔ لگتا ہے میرا مکسڈ ڈائینل لمبا کھنچے گا۔ ہمارے مخالف اجیت اور سونیا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ یہ دونوں اولڈ اسٹائل کی گھسی گھسی ٹینس کھیلنے کے عادی ہیں۔ اس میچ سے پربھا اور بھی بور ہو گی۔

اتنا کہہ کر دلیو کمار نے پربھا کی طرف دیکھا۔ جو

اٹھلا کر منہ بنا رہی تھی۔

دیو کمار نے پربھا سے کہا۔

"تم ایسا کرو۔ جب تک میں میچ ختم کرتا ہوں۔
تم گھر سے کپڑے بدل کر آجاؤ۔ پھر پکچر چلیں گے۔"

"گھر گئی تو پھر وہ لوگ واپس نہیں آنے دیں گے۔"

"تو پھر۔ ؟" دیو کمار نے ایک انگلی کا ناخن دانت
میں دبا کے اپنے دوست ہریش کی طرف دیکھا۔ یکایک اسے
ایک ترکیب سوجھی اور وہ مسکرا اٹھا۔

"تم ایسا کرو ہریش پربھا کو میرے گھر پہنچا دو۔ وہاں
یہ نہا دھو لے گی۔ میری سسٹر کی وارڈروب سے اپنی پسند
کی ساڑی پہن لے گی۔"

"جو ساڑی اس وقت پہن رکھی ہے بے حد شاندار
ہے۔ !"

"اونہہ۔" پربھا ایڑی کے قریب سے ساڑی ذرا سی
اٹھا کر بولی۔ "اس ساڑی کا ایک کونا ایڑی کے نیچے آنے
سے پھٹ گیا ہے۔ دیکھو۔"

وہ پھٹا کونہ دکھانے لگی۔ دونوں نوجوان اس کا
خوبصورت گول ٹخنہ دیکھنے لگے۔ جلدی سے پربھا نے ساڑی
نیچے کر لی۔

"پکچر ہاؤس میں کون دیکھے گا۔؟"

"کوئی نہ دیکھے۔ مجھے تو ہر دم محسوس ہوتا رہے گا۔"

"تو میری سسٹر کی وارڈروب جو ہے۔ بھاری سے بھاری ساڑی پہن لینا اپنی پسند کی۔ اوں۔؟"

دیوکمار نے انتہائی قریب سے اپنے رسٹ سے پربھا کے موزوں کو لبوں کو چھو کر تھپتھپایا۔

"میں میچ ختم ہوتے ہی آجاؤں گا پھر اکٹھے پکچر چلیں گے۔ ٹھیک ہے نا۔" دیوکمار نے پربھا سے پوچھا۔ جب پربھا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس نے نیم رضامندی سمجھ کر ہریش سے کہا۔

"تم میری گاڑی لیجاؤ۔"

"نہیں میری موٹر سائیکل جو ہے۔"

"اچھا۔" دیوکمار نے پیار بھری نظروں سے پربھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بائی بائی میں اس فائینل کو جیت کر ابھی آتا ہوں۔"

پربھا ہریش کے ساتھ ساتھ لان کے کنارے کنارے چلنے لگی۔ ہریش کو احساس ہوا کہ پربھا اپنے لانبے قد۔ موزوں خدوخال دلکش گمبھیر چال کے ساتھ اس کے قدم بہ قدم چلتے ہوئے کتنی دلکش معلوم ہو رہی ہے۔ بلکہ دوسرے دیکھنے والوں

کو وہ دونوں ہی کسقدر عمدہ اور موزوں اور ایک دوسرے کے لئے کسقدر مناسب معلوم ہوتے ہوں گے۔

ہریش نے دل ہی دل میں ایک آہ سی بھری۔ سوچنا فضول ہے کیونکہ پربھا تو دیوکمار پر مرمٹی ہے۔ اسے چاہتی ہے۔ حالانکہ کالج میں ہریش بھی لڑکیوں میں کافی مقبول تھا۔ دیوکمار سے کچھ زیادہ ہی مقبول تھا۔ دونوں ٹینس کے بے حد عمدہ کھلاڑی تھے۔ چمپئن شپ کبھی ہریش کے ہاتھ میں رہتی تو کبھی دیوکمار کے ہاتھ میں۔

دونوں لڑکے پڑھائی میں بھی بے حد تیز تھے۔ اور چھیڑ چھاڑ کے ماہر۔ مگر بدمعاش اور بدکردار نہیں تھے۔ ان کی چھیڑ چھاڑ صرف Light flirtation تک محدود رہتی تھی۔ دونوں گھر کے امیر تھے۔ مگر دیوکمار ہریش سے زیادہ امیر تھا۔ کیونکہ دیوکمار کا باپ لکھ پتی تھا۔ مگر ہریش کا باپ محض ایک اچھا کھاتا پیتا دوکاندار۔ اس لئے ہریش صرف ایک موٹر سائیکل ہی رکھ سکتا تھا۔ حالانکہ دیوکمار کے پاس دو موٹریں تھیں۔ مگر دوسری طرف یہ بات بھی تھی کہ ہریش خوب صورتی اور وجاہت کے اعتبار سے دیوکمار سے بہتر تھا۔ اور لڑکیوں میں بے حد پاپولر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے بے حد اچھے دوست بھی تھے۔ مگر لڑکیوں کے معاملہ میں جلتی تھی۔ اس بار دیوکمار نے پربھا

کے معاملے میں ہریش کو زک دیدی تھی۔

ہریش نے اس ہار کو بری طرح محسوس کیا تھا۔ کیونکہ پربھا کالج کی حسین ترین لڑکی تھی۔ مگر جانے کیا بات تھی۔ پربھا نے ہریش کو کبھی لفٹ نہیں دی تھی۔ ویسے عام بول چال میں ظاہری برتاؤ میں پربھا کا رویہ بہت عمدہ تھا۔ اور ہریش بھی کسی طرح کی شکایت نہ کر سکتا تھا۔

موٹر سائیکل اڑا جا رہا تھا۔ پربھا کے دونوں سڈول سنہرے بازو ہریش کی کمر کے گرد حمائل تھے۔ وہ ان کے گرم لمس کو محسوس کر سکتا تھا۔ اس کے دل میں خوشی کے بلبلے اٹھنے لگے۔

"تم آج پہلی بار میرے موٹر سائیکل پر بیٹھی ہو۔؟"

ہریش نے کہا۔

"اور آخری بار۔" پربھا ہنس کر بولی۔

"آخری بار کیوں۔؟ اس قدر نفرت ہے مجھ سے۔؟"

"نفرت تو نہیں۔"

"پھر کیا ہے۔؟"

پربھا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

موٹر سائیکل اب سلیمان روڈ کا ناکہ کاٹ کر پارک الیونیو میں داخل ہو رہا تھا۔ کشادہ سڑک کے دورویہ فیشن ایبل جدید ڈیزائن کے بنگلوں کی قطاریں تھیں جن کے سامنے

کے باغیچوں میں بوگن ویلیا۔ رات کی رانی۔ ڈھلیا۔ کارنیشن
چمیلی۔ بیلا۔ اور شوکیتی۔ آم۔ جامن۔ رائیل پام۔ رنگا رنگ
پھول بڑے بڑے ہرے پتوں والی جھولتی ہوئی بیلیں۔ گھنیری
سایہ دار شاخیں دودھیا گلوب۔ اور گیٹ کے باہر ابھرے
ہوئے حروف میں تختیوں پر نام مکانوں کے اور مکینوں کے
نگاہ میں تیرتے ہوئے .... گل بدن .... دل آرام۔
آشانواس۔ سیٹھ قادر بخش۔ داور بخش۔ چھدا رام۔
بھدا رام۔ کالسی مل بھگو میا۔ رام ناتھ راکا۔ کٹھوری داس ٹامگا۔
غریبوں کے گھر فاقہ .... اسے وہ دن یاد آئے جب
اس کا باپ غریب تھا۔ اور وہ لوگ ایک گندی گلی میں رہتے تھے۔
جیسے سبھی لوگ رہتے ہیں۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے جنت تو کسی کسی
کو ملتی ہے۔ اور ان لوگوں کے نام اچھے نہیں ہوتے۔ ہریش نے
اکثر اس بات پر غور کیا تھا۔ اچھے اور خوب صورت نام رکھنے
والے بالعموم غریب ہوتے ہیں۔ شاید وہ خوب صورت نام رکھ کر
ہی دیگر خوبصورتیوں کی تلافی کر لیتے ہیں جنہیں صرف دولت ہی خرید
سکتی ہے۔ بہت دن نہیں گزرے جب اس کا باپ بھی غریب تھا۔
مگر اب تو وہ اس کیچڑ میں سے نکل آئے تھے۔ اس کا باپ اب اسے
اعلیٰ تعلیم دلوا رہا تھا۔ کیونکہ وہ خود شوبھا کے باپ کی طرح ان پڑھ
رہا تھا۔

پربھا اور ہریش کے ماں باپ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ لیکن اس رسم وراہ کے باوجود پربھا نے ہریش کی جانب زیادہ التفات نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پربھا کا باپ پچھلے چند برسوں کے ٹھیکوں میں بے حد امیر ہو گیا تھا۔ جبکہ ہریش کے باپ کی عمارت محض درمیانے درجے کی تھی۔ امیروں میں بھی درجے ہوتے ہیں۔ بعض بہت امیر ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ پھر کچھ لوگ درمیانے درجے کے امیر ہوتے ہیں۔ اور پھر ان سے بھی نیچے غریب امیر ہوتے ہیں۔ یعنی یہی پانچ سات لاکھ والے۔ ان غریب امیروں کو بڑے امیر اتنا ہی کم تر جانتے ہیں۔ جیسے ہم نوکر پیشہ لوگوں کو رذیل اور اسفل سمجھتے ہیں۔ شاید اسی لئے پربھا نے دلیپ کمار سے زیادہ رسم وراہ بڑھائی تھی۔ کیونکہ منجملہ دیگر خوبیوں کے اس میں بڑے امیر ہونے کا وصف بھی شامل تھا۔ مگر کیا پریشانی ہے۔ یکایک ہریش نے موٹر کی رفتار بدلتے ہوئے اپنے خیالات کا دھارا بھی بدلا۔ دنیا جوان ہے اس کے باپ کا بزنس بڑھ رہا ہے۔ وہ خوبصورت اور وجیہہ اور تندرست۔ چالاک۔ چوبند۔ محنتی اور سنس مکھ بھی ہے۔ کالج میں اس کی شرارتوں کی دھوم ہے۔ اور کوئی اسے اس لئے بھی برا نہیں کہتا۔ کہ پڑھائی میں بھی وہ سب سے آگے رہتا ہے۔ کھیل میں بھی صرف دلیپ کمار سے مات کھاتا ہے۔ اور دنیا میں پربھا سے بھی حسین لڑکیاں موجود

ہوں گی۔

"گدگدی مت کرو۔" ہریش نے پربھا کو مذاق میں دھمکایا۔

"کون گدگدی کر رہا ہے۔؟"

پربھا نے تنک کر کہا۔ "لو اور سنو۔ میں اور گدگدی کروں گی۔ وہ بھی تمہارے۔"

"کیوں مجھ میں کیا برائی ہے۔؟"

پربھا نے اس سوال کا جواب نہ دیکر اس سے پوچھا۔

"تمہاری مس تیواری کا کیا حال ہے۔؟"

"کون سی مس تیواری۔؟"

ہریش نے پوچھا۔

دو مس تیواری تھیں۔ ایک شیا ملا تیواری۔ دوسری رجنی تیواری شیاملا اچھا گاتی تھی۔ رجنی ڈانس کرتی تھی۔ دونوں انگریزی بے حد اچھی بولتی تھیں۔ دونوں سے آج کل ہریش فلرٹ کر رہا تھا۔

"وہی جس کے بال کٹے ہوئے ہیں۔"

"رجنی۔" ہوں تو رجنی سے جلتی ہے۔ عورتیں کتنی جلدی سانپ بن جاتی ہیں۔ دراصل یہ تھا بھی سچ۔ دونوں تیواری لڑکیوں میں ہریش کو رجنی زیادہ پسند تھی۔ اس میں ایک انوکھی

ادا تھی۔ اور ٹانگیں بڑی سڈول تھیں۔ ٹائیٹ چوڑی دار میں وہ اندازہ کر سکتا تھا۔

"اچھا اچھا وہ خوبصورت ٹانگوں والی نیواری یعنی رجنی ...."

ہریش نے بظاہر لاپرواہی سے کہا۔ مگر پربھا رجنی کی خوبصورت ٹانگوں کا ذکر سن کر جل گئی۔ ہونٹ چباتی رہی۔ اور نام پڑھتی رہی۔ آشیانہ۔ بھبکم۔ واس مردانہ۔ کپی پڈی تلوری بچتر سنگھ۔ بھوشم۔ پائین آرکیٹیکٹ۔

"قاضی موسیٰ شور بھرے۔

ڈاکٹر ٹی۔ ایس۔ چور گھرے

گوکل دھام .... بانکے بہاری۔ لال چوکھیا۔

عشرت کدہ۔ برج ولاس۔

"روکو۔ روکو۔" پربھا چلائی دیوکمار کا گھر آگیا تھا۔ برج ولاس۔ ہریش نے گیٹ کے باہر گاڑی روکی۔ کیونکہ گیٹ بند تھا۔ گیٹ کے ادھر گورکھا پہرہ دے رہا تھا۔ ہریش نے گورکھے سے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔

گورکھا بولا۔ "شاب گھر میں کوئی نہیں ہے۔"

"جودھا بہن جی کہاں گئیں۔ ؟

پربھا نے پوچھا۔

"وہ تو ٹیلر کی دوکان پر گئی ہیں۔"

"اور نوکر۔ ؟" ہریش نے پوچھا۔

"باورچی سودا لانے گیا ہے۔ منڈو آٹا پسوانے گیا ہے۔ نوکرانی تھانے میں گئی ہے۔"

"تھانے میں کیوں۔ ؟"

"رپٹ لکھانے۔ اس کے سنگ پان والے کی دوکان پر کسی نے مشکری کی تھی۔"

"تو گھر میں کوئی نہیں ہے۔ ؟"

"نہیں جی۔ تالہ لگا کے گئی ہیں۔"

پربھا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"تو اب کیا کریں۔ ؟"

"بیٹھو واپس موٹر سائیکل پر بتاتا ہوں۔"

شوبھا ساڑی سنبھال کر پھر پیچھے بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ پھر ہریش کی کمر میں آ گئے۔ ہریش نے موٹر سائیکل آگے نکالی۔ آہستہ آہستہ رفتار تیز کر دی۔ گلیاں۔ سڑکیں۔ بازار بنگلوں کی قطاریں۔ مکان۔ مکانات پیچھے رہ گئے۔ اب وہ روپیہ کھیت تھے۔ اور پیڑوں کی قطاریں۔ پربھا کو تشویش ہونے لگی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔ ؟"

"جہاں جا رہے ہیں۔ وہاں جانا پسند نہ ہو۔ تو موٹر سائیکل سے اتر جاؤ۔ تا کہ ہڈی پسلی ٹوٹ جائیں۔"

پربھا نے غصے سے پوچھا۔ اور اپنی گرفت ہریش کی کمر کے گرد اور مضبوط کر دی۔

"بہت ہوشیار معلوم ہوتی ہو۔"

"موٹر سائیکل واپس کر لو۔ میں اپنے گھر جاؤں گی۔"

"گھر بھی لے چلیں گے مگر......؟"

"مگر کیا۔؟" پربھا وحشتناک لہجہ میں بولی۔

"کچھ نہیں۔ ہریش کی آواز میں ہنسی تھی۔ ایسی ہنسی جو پربھا کو بہت بری معلوم ہوئی۔

اب چھدرے جنگل کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ سڑک بل کھاتی ہوئی ایک پہاڑی کے دامن سے لگی لگی اونچائی پر جانے لگی اونچائی سے پھر نشیب کو ہوئی۔ درخت گھنے ہوتے گئے۔ ہرا ہرا خوشگوار سناٹا۔ اور خنک ہوا۔ اور کہیں کہیں نظر نہ آنے والے پرندے کی صدا فضا میں ابھر کر ڈوبتی ہوئی۔

پربھا مسکرا دی۔ یکایک دور نیچے اسے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں نیلے پانیوں والی جھیل کی جھلک دکھائی دی۔ پھر چاروں طرف گھومتا ہوا جنگل چھا گیا۔ ہریش نے اب اپنے موٹر سائیکل کی رفتار دھیمی کر دی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چکر

کھاتی ہوئی سڑک پر نشیب میں اتر رہا تھا۔ یک بیک وقت ایک موڑ پر نیا منظر کھل گیا۔

سامنے صاف شفاف تونسر جھیل چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں لبالب بھری نظر آ رہی تھی۔ چاروں طرف پہاڑیوں کا سلسلہ تھا اور ہرے بھرے مرغزار اور جنگل ہریش نے کیفے ٹیریا کے پاس اپنی موٹر سائیکل کھڑی کی۔ اور اتر کر بولا۔

"کچھ سنیکس SNACKS لے لیں۔"

پربھا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہریش نے چند شفاف تھیلیوں میں کچھ کھانے کی چیزیں لے لیں۔ یونہی ٹونگنے کے لئے کچھ چکن سینڈوچ۔ کچھ کاجو۔ کچھ سموسے۔ دال موٹ۔ تھیلیاں لیکر وہ جب واپس آیا۔ تو اس کی موٹر سائیکل کے پاس پربھا نہ تھی۔

یکا یک اس کی نگاہ۔ ایک کچی پگڈنڈی پر پڑی۔ جس کے دورویہ گل مہر کے پیڑوں پر شعلہ رنگ پھول کھلے ہوئے تھے اس کچی پگڈنڈی پر گھنے پیڑوں سے گھرے ہوئے ٹیڑھے میڑھے راستہ پر پربھا چلی جا رہی تھی۔

اس نے تیز تیز قدم بڑھا کر اسے جا لیا۔

"معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے تم یہاں کسی کے ساتھ آ چکی ہو۔"

"اور تم نہیں آئے ہو کیا۔ ؟"

"میں بھی آچکا ہوں۔"

پربھا بولی۔ "آج کل عشق ہو۔ ریپ ہو۔ خودکشی ہو۔ کسی حرکت میں کوئی مزا ہی نہیں رہا۔ سب جگہیں جانی پہچانی ہیں۔ وہی طریقے۔ وہی باتیں۔ وہی نتیجے ایسے میں کوئی کرے تو کیا کرے۔"

"کاجو کھاؤ۔" ہرلیش نے بھنے ہوئے کاجو کی ایک تھیلی آگے بڑھا دی۔

پربھا نے تھیلی کو ایک جگہ سے دانت سے کاٹ کر سوراخ کیا۔ اور کاجو نکال کر ہتھیلی پر رکھے۔ پھر منہ میں رکھ لئے .... ہولے ہولے چبانے لگی۔ اور چلتے چلتے ایک چھوٹے سے خوبصورت مرغزار کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ریپ کے لئے یہ جگہ کیسی رہے گی۔ ؟"

ہرلیش نے انکار میں سر ہلا کے کہا۔

"چاروں طرف سے کھلی ہے۔"

پربھا آگے بڑھ گئی۔ بولی۔

"اب ایک چکن سینڈوچ بھی دیدو۔ بھوک لگ رہی ہے۔

ہریش نے چکن سنیڈ وچ اس کے ہاتھ پر رکھے
وہ ہولے ہولے چکن سنیڈوچ کھٹکنے لگی۔ ترچھی نگاہوں
سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
"اب یہاں سے ذرا بائیں کو چلیں اوپر۔"
"چلو۔" ہریش نے آہستہ سے کہا۔
درخت گھنے ہوتے جا رہے تھے۔ جنگلی آم۔ اور
وسنبٹ اور ڈھاس کے بڑے بڑے پتوں والے پیڑ۔ اور
جھاڑیوں پر گہری بیلیں۔ اور اونچے اونچے ٹیلوں پر ناگ پھنی
کی خاردار جھاڑیاں۔ اور ان سب کے بیچ میں ہری ہری
دوب کا ایک خوبصورت قطعہ.........
"یہ۔؟" پربھا نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے
ترچھی نگاہوں سے ہریش کو دیکھا۔
"ہاں یہ آئیڈیل جگہ ہے۔"
ہریش نے مسکرا کر کہا۔ "مگر تمہیں کیسے معلوم۔؟"
"میں ایک ماڈرن لڑکی ہوں۔"
پربھا بولی۔ "مجھے سب معلوم رہتا ہے۔"
"تو آؤ یہاں بیٹھ جائیں۔"
"ہاں پہلے بیٹھ جائیں۔ اچھی اچھی میٹھی میٹھی باتیں کریں۔
"پربھا بولی۔ دلوں کو گرمائیں۔ فضا کو مہکائیں۔ آنکھوں

میں کیفیت لائیں۔"

ہریش نے جیب سے رومال نکال کر شوبھا کے لئے بچھادیا۔

پربھا بولی۔ "اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔"

مگر رومال پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔

"سب سے پہلے ایک آہ کھینچو۔ پھر ایک شعر پڑھو۔"

"پھر۔؟" ہریش نے پوچھا۔

"پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں تک لیجاؤ۔ میں انکار کروں۔ تو اصرار کرو۔ اور پھر۔"

وہ چپ ہو گئی۔

"پھر۔؟" ہریش نے پھر مسکرا کر پوچھا۔

"پھر میرے کان کے قریب اپنے ہونٹ لیجا کر ازلی اور ابدی محبت کی وہ تقریر دہرادو جو تم نے ایسے موقعوں کے لئے رٹ رکھی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسوں کے درمیان سرگوشیوں میں شہد بھرے لہجہ میں یاس و حسرت سے چور آواز میں وہ سب کہہ ڈالو جو ایسے موقعوں کے لئے کہا جاتا ہے۔

ہریش نے پربھا کے قریب جاکر کہا۔

"اور اس پر بھی اگر تم نہ مانو تو۔؟"

"تو۔ بس۔ ایک ہی راستہ ہے۔ دیپ۔"

پربھا کے قدرے تلخ لہجہ نے جیسے ہریش کو ڈس لیا ہو

وہ ذرا سا پرے ہو گیا۔

بولا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ تم مجھ سے پہلے یہاں کس کے

ساتھ آ چکی ہو۔؟"

"کوئی ایک ہو تو بتاؤں۔"

ہریش حیرت زدہ ہو کر پربھا کی طرف دیکھنے لگا۔

ہریش اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

پربھا بیٹھی رہی۔ بیٹھے بیٹھے اس نے ابرو اٹھا کے دیکھا

بولی۔ "کیا ہوا۔ ارادہ بدل دیا۔؟"

ہریش گھوم گیا۔ مرغزار سے باہر نکل گیا۔ پربھا کچھ

حیرت سے کچھ مسرت سے مسکرائی۔ پھر وہ بھی اٹھ کر اس

کے پیچھے ہو لی۔

ہریش لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جھیل کے کنارے کنارے

جا رہا تھا۔

پربھا بھاگ کر اس سے جا ملی۔

"خفا کیوں ہوتے ہو۔" پربھا نے جھک کر کہا۔

"ہم کوئی دوسری جگہ دیکھ سکتے ہیں جہاں آج تک

کوئی دیپ نہ ہوا ہو۔ مگر اس کی کیا گارنٹی ہے۔ در اصل

آجکل سب خوب صورت جگہیں ہم سے پہلے دوسرے لوگوں کے مصرف میں آچکی ہیں اس جھیل کے پانی میں کتنی ہی پرانی محبتوں کا عکس ہے۔ اس کی فضا میں کتنے دہرائے ہوئے فقرے بور ہو کر گھوم رہے ہیں۔ ان مرغزاروں کی گھاس پر کتنے انکار کتنے اقرار۔ کتنے ریپ۔ کتنے وصال باسی ہو کر اپنے پرانے پوشیدہ زرد چہرے لئے ہانپ رہے ہیں۔ میں انہیں تقریباً دیکھ سکتی ہوں۔ اور وہ ہم دونوں کو دیکھ رہے ہیں کہ کیا یہ لوگ بھی وہی حرکت کرنے والے ہیں۔ ؟ لگتا ہے وہ ابھی قہقہہ مار کر ہم دونوں پر ہنس دیں گے۔ میرا خیال ہے وہ ہنس رہے ہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ جیسے کان لگا کے سن رہی ہو۔

پھر بولی۔

"سنا تم نے۔ ؟ وہ قہقہہ........ ؟"

ہریش خاموشی سے آگے چلتا گیا۔ آگے ذرا اونچائی تھی۔ اس کنارے پر جھیل کے اندر کوئی ایک فرلانگ تک ایک پُل چلا گیا تھا۔ یہاں سے جھیل کا منظر سب سے اچھا دکھائی دیتا تھا۔

پربھا جنگلے پر جھک کر نیچے دیکھنے لگی۔ کئی پل خاموش دیکھنے کے بعد ایک عجیب سے گھٹے ہوئے لہجہ میں بولی۔

"تانیا۔ باہر نکل آؤ۔"

"تانیا۔ ؟" ہریش کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ہاں تانیا شونز........ میری سہیلی تھی۔ صوفیا میں پڑھتی تھی۔ دیو کمار سے اس کی بڑی گہری دوستی تھی۔ وہ مرغزار جو میں نے تمہیں دکھایا وہ ان ہی کی دوستی کی یادگار ہے۔" وہ رک گئی۔

"پھر۔ اس پل سے چھلانگ لگا کر اس نے خودکشی کی تھی۔" اس نے فقرہ ختم کر دیا۔ اور جنگلے سے مڑ کر سیدھے ہریش کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

ہریش نے ساری ٹھیلیاں جھیل میں گرا دیں۔ ایک ایک کر کے سنیکس پانی میں ڈوبتے گئے۔ وہ اخبار میں تانیا کی خودکشی کی خبر پڑھ چکا تھا۔ وجہ آج معلوم ہوئی۔

پربھا نے پوچھا۔ "یہ کیا کیا تم نے۔"

"مچھلیاں کھائیں گی۔" وہ بولا۔

"آؤ واپس چلیں۔" وہ گھوم گیا۔

"کیا ایسے ہی واپس جاؤ گے۔ وہ بولی۔" خالی ہاتھ۔ چچ چچ........ تھو ہے تمہاری مردانگی پر۔"

ہریش نے پلٹ کر اسے زور سے دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا۔ "تانیا اور دیو کمار کا قصہ معلوم ہے۔ اس پر بھی تم دیو کمار پر مرتی ہو۔؟"

"آجکل کوئی کسی پر نہیں مرتا۔ میں نے تو دلیپ کمار سے اس لئے دوستی کی ہے۔ کہ اسے تانیا کی خودکشی کا مزا چکھاؤں گی ورنہ میں دلیپ کمار سے اتنی ہی محبت کرتی ہوں جتنی تم رشمی تیواری سے کرتے ہو۔"

"میں تو نہیں کرتا۔"

"تو پھر کس سے کرتے ہو۔"

"جس سے کرتا ہوں۔ اسے آج دل کی بات کہنے کو یہاں لایا تھا۔ مگر ......"

"مگر کیا ۔۔ ؟" پربھا ہرِیش کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر گھبرا گئی۔

"مگر وہ کہتی ہے یہ سب لفظ پرانے ہیں۔ تو میں کیا کروں۔ نئے لفظ کہاں سے لاؤں۔ اس دنیا میں سارے لفظ پرانے ہیں۔ سارے جذبے قدیم ہیں۔ سارے بوسے پہلے کے چکھے ہوئے ہیں۔"

"تو میں کیا کروں ۔" پربھا نے گردن جھٹک کے کہا۔

"کوئی نئی بات کرو تو جانو تم سچے ہو۔ ایسے تو آج تک تم نے کبھی میری طرف نگاہ بھی نہیں ڈالی۔"

"تم کہاں مجھے لفٹ دیتی تھیں۔ کالج کے دوسرے چھوکروں کے سنگ گھومتی تھیں۔"

"بس اس لئے گھومتی تھی کہ تم دوسری لڑکیوں پر زیادہ
توجہ دیتے تھے۔"

"یعنی۔" ہریش کا چہرہ کھل گیا۔

"کیا تم بھی دل ہی دل میں۔؟"

"ہرگز نہیں۔" پربھا فوراً بول اٹھی ہریش نے خوشی
سے اسے بازؤں میں اٹھالیا۔

"ارے رے کیا کرتے ہو۔" وہ خوف سے چلائی۔

ہریش نے اسے اٹھا کر پل پر سے نیچے جھیل کے پانی میں
پھینک دیا۔ پربھا جھیل کے پانیوں میں ڈوب گئی۔

پھر دوسرے لمحہ ہریش نے بھی پانی میں چھلانگ لگادی
دونوں پانی کے اندر مل گئے۔ ہریش نے کمال مشاقی سے پربھا کے
جسم کو اپنی باہنوں کا سہارا دیکر پانی کی سطح سے اوپر لاکر کہا۔

"اب بولو ہوگئی نہ بات۔؟"

پربھا نے منہ کھول کر پانی کی پچکاری ہریش کے منہ
پر چھوڑ دی۔ ہریش نے پھر اسے غوطہ دیا۔ مگر پربھا بھی بہت
اچھی تیراک تھی۔ اب وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکل گئی۔ اور
تیرتے تیرتے کنارے کی طرف جانے لگی۔ جاتے جاتے بولی۔

"میری ساڑھی اتر گئی ہے اسے لیتے آؤ۔"

"رہنے دو پانی میں۔" ہریش بازو زور زور سے چلاتے ہوئے

بولا -

"کوئی جل پری پہن لے گی -"

"کیوں کیا میں تمہیں اس وقت جل پری نہیں دکھائی دیتی ہوں -"

"واہ - کیا جل پری بھی ہیٹی کوٹ پہنتی ہے -"

"بے شرم -" پربھا نے پانی کی ایک اچھال اس کی طرف پھینکی - اور جانے کیا سوچ کر پربھا کے گال گلابی ہوتے گئے اور ان گلابی شرم سے لالہ گوں رخساروں کو دیکھ کر جانے کس طرح ہریش کو بھی شرم سی آگئی - وہ پربھا سے دور کنارے پر رکا اور جلدی جلدی چلتا ہوا آنگن مہر کے ایک پیڑ سے ٹیک لگا کر پربھا کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا - پربھا کی ساڑی اس نے کنارے پر پھینک دی تھی - بہت دیر کے بعد پربھا اس کے پاس آئی - اس نے وہی گیلی ساڑی پہن رکھی تھی - جو اب اس قابل ہو گئی تھی - کہ اسے پہنا جا سکے - پھر بھی بدن سے چپک رہی تھی -

پربھا نے اکڑوں بیٹھے ہوئے ہریش کے سوکھے کھردرے بالوں کو سہلاتے ہوئے پوچھا -

"اب گھر نہیں چلو گے -؟"

ہریش اٹھ بیٹھا - اب کچھ شرمسار سا معلوم ہوتا تھا - پربھا کی طرف بالکل دیکھ نہیں رہا تھا - پربھا کو اس وقت اس کا نہ

دیکھنا بہت اچھا لگا۔

موٹر سائیکل پر بٹھا کر وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ تاکہ پربھا یہ گیلی ساڑی اتار کے کوئی دوسری ساڑی پہن سکے۔ راستہ میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہریش کے گھر میں بھی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس کی ماں نے پربھا کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کے لیے اپنی لڑکی کا بلاؤز اور اچھی ساڑی نکال کے دی۔ غسل خانے میں لے گئی۔ بنا تولیہ اور صابن نکال کر دیا۔

اچھی طرح بن سنور کے پربھا جب پھر سے تیار ہوئی۔ بولی۔

"وہ دیو بے چارہ اپنے گھر پر میرا انتظار کرتا ہوگا۔"

ہریش نے کہا۔

"اسے ٹیلی فون کر دو۔"

ہریش نے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کیا۔

پربھا ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔

ہریش نے پوچھا۔

"کیا کہوگی۔؟"

پربھا نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے گمبھیر لہجہ میں کہا۔

"کہوں گی جانا تھا مجھے تمہارے گھر آگئی کسی اور کے گھر۔"

دوسرا باب

نوکروں کی ایک قسم ہوتی ہے۔ جو نوکروں اور دوست کے بیچ کی ہوتی ہے۔ یعنی جب چاہا اسے دوست بنا کے صوفے پر بٹھا لیا۔ جب چاہا اسے سامنے کھڑا کر کے نوکروں کی طرح ڈانٹ دیا۔ ہریش بابو کے یہاں بالو کی تقریباً یہی پوزیشن تھی۔ وہ دس جماعت پاس تھا۔ اور بے حد ذہین۔ چالاک۔ باتونی اور پھرتیلا تھا۔ اسی لئے ہریش کا منھ چڑھا تھا۔

بالو نے ہریش بابو کو اس قدر شیشے میں اتار لیا تھا کہ وہ ہر بات میں اس سے صلاح لیتے تھے۔ گھر بھر میں وہی اس کا ہمراز تھا۔ گھر کے دوسرے نوکر بالو کی تحویل میں تھے۔

اسے سب سے زیادہ تنخواہ ملتی تھی۔ اس پر ہریش

ہر ماہ اسے اپنی جیب سے الگ دیتے تھے۔ بالو اس قدر ہوشیار تھا۔ کہ اس نے ہریش بالو کے علاوہ ان کے ماں باپ کو بھی اپنی مٹھی میں کر رکھا تھا۔

اور سب سے بڑی چالاکی اس میں یہ تھی کہ بے حد ایماندار نوکر تھا۔ کبھی ایک پائی ادھر سے ادھر نہ کرتا تھا۔ جو نوکر ایماندار نہیں ہوتے وہ بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ بالو نے دو تین غلط تجربے کر کے ایمانداری کو اپنا لیا تھا۔ ایمانداری غریبوں میں ایک اعلیٰ وصف ہے۔ امیروں میں ایک ناقابل معافی کمزوری.......... بالو نے ویسے ہی نہیں بلکہ خوب سوچ سمجھ کے اپنی حیثیت دیکھ کر ایمانداری کا سہارا لیا تھا۔

ہریش بابو کے غسل خانے کا واش بیسن ٹوٹ گیا تھا۔ بالو پلمبر کو کل آنے کے لئے کہہ کر واپس آ رہا تھا۔ جب اس نے گھر کے باہر سیڑھیوں پر ہریش بابو کو کسی لڑکی کے ساتھ کھڑے باتیں کرتے دیکھا۔ ہریش بابو کی ماں بھی اس لڑکی کے قریب کھڑی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہہ رہی تھی۔

"پربھا بیٹی تیری ماں تو آجکل ہم سے نہیں ملتی۔ پر کبھی ہم دونوں بہت پکی سہیلیاں تھیں۔ ان سے کہنا اگلی ایکادشی میں اکٹھے برت رکھیں گے۔ اور مندر چلیں گے۔"

"اچھا ماں جی کہہ دونگی۔" کہہ کر پربھا نے جھک کر

ہریش کی ماں کا آشیرواد لیا۔ پھر ساڑی کا پلو کھینچ کر سر پر رکھا اور جانے کے لئے مڑی۔

اتنے میں ہریش کی نظر بالو پر پڑ گئی بولا۔

"پربھا تم بالو کو ساتھ لیتی جاؤ۔ شام گہری ہوتی جا رہی ہے۔"

"کہو تو ٹیکسی منگا دوں۔"

"نہیں۔ ٹیکسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

پربھا بولی۔ "گھر کون سا دور ہے۔ یہ دو قدم پر تو ہے۔ تمہارا نوکر ساتھ لئے جاتی ہوں۔"

کہنے کو تو دو قدم کا فاصلہ تھا۔ مگر یوں دوری بہت تھی۔ کیونکہ ہریش کا گھر وہاں واقع تھا جہاں شہر ختم ہوتا تھا۔ اور پربھا کے ماں باپ کا گھر وہاں تھا جہاں سے سول لائنز کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ ہریش کے ماں باپ کی حویلی تھی۔ اور پربھا کے ماں باپ کی کوٹھی تھی۔ اور حویلی اور کوٹھی چاہے۔ پاس پاس ہوں فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

مگر یہ لڑکی ہے کون۔؟ بالو پربھا کے ساتھ چلتے چلتے سوچنے لگا۔ میں نے اسے آج تک اپنے گھر میں آتے نہیں دیکھا یوں تو ہریش بابو کے سنگ ایک سے طرحدار لڑکی گھومتی تھی۔ مگر اس لڑکی کی بات ہی کچھ اور ہے۔ اس کی چال بر قدم

پر نتنے جگاتی ہے۔
دراصل ایسی لڑکی کو کبھی موٹر یا ٹیکسی میں نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ صرف پیدل چلنا چاہیئے۔ اور پھر بوے کو روکنے کے لئے پولیس کو بلوانا چاہیئے۔
مگر یہ لڑکی ہے کون۔؟ آخر بالو نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔
"بی بی جی۔ آپ کیا ہریش بابو کے سنگ کالج میں پڑھتی ہیں۔؟"
"ہاں۔" پربھا بولی۔ "مگر ان سے ایک کلاس پیچھے ہوں۔"
"جبھی۔" بالو سر ہلا کے بولا۔
"آپ کو اس سے پہلے کبھی اپنے گھر آتے نہیں دیکھا۔؟"
"کیا ان کی کلاس کی بہت سی لڑکیاں ہریش بابو کے گھر آتی ہیں۔؟" پربھا نے پوچھا۔
پربھا نے بہت کوشش کی کہ اس کا لہجہ غیر معمولی نہ سنائی دے۔ اس پر بھی بالو اس کے لہجہ میں چھپی ہوئی اقامت بھانپ گیا۔
بولا۔ "آتی تو بہت تھیں۔ پر۔" اتنا کہہ کر رک گیا۔

اور پربھا کا سر سے پاؤں تک جائزہ لے کر بولا۔
"پر اب شاید کوئی نہ آئے گی۔"
پربھا خوشی سے کھل گئی۔ مگر اس نے منہ پھیر لیا۔ کہیں بالو اس کے چہرے کی مسرت نہ دیکھ لے کچھ عرصہ تک دونوں خاموش چلے۔ پھر بالو نے بڑے مسکین لہجہ میں پوچھا۔
"بی بی جی۔ آپ شاید دیو کی نندن بابو کی لڑکی ہیں۔ جن کی ریڈیو کی ایجنسی ہے۔؟"
"نہیں رے۔" پربھا جلدی سے ہاتھ ہلا کے بولی۔ "میں سیٹھ ڈھیر و مل کی بیٹی ہوں۔"
"اوہ۔" بالو نے مرعوب ہو کر کہا۔
"جو بڑے ٹھیکیدار ہیں۔ جن کے کئی سرکاری بلڈنگوں کے ٹھیکے چلتے ہیں۔"
پربھا نے فخر سے سر ہلایا۔
"وہی نا۔؟ بیربل روڈ پر جن کی بڑی کوٹھی ہے۔"
"ہاں وہی وہی۔" پربھا نے دو بار سر ہلا کے کہا۔
اس کوٹھی کو بالو اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔ کیونکہ اس کوٹھی سے اکثر ایک شوخ رشنگ۔ لونڈیا ہاتھوں میں

رنگین پلاسٹک کا تھیلا لیے نکلا کرتی تھی - بڑی تیز اور طرار لونڈیا تھی۔ لوگر میتھیہ میں اس کی بڑی دھوم تھی - چمبیلی نام تھا۔ اکثر بازار میں مارکیٹ میں۔ پان والے کی دوکان پر بالو کو مل جاتی تھی۔ مگر ٹھیے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتی تھی - بالو نے اس سے راہ و رسم بڑھانے کی کئی بار کوشش کی۔ مگر چمبیلی ہمیشہ اس کا منھ چڑا کر چلی گئی۔ کبھی یونہی بھی بھولی بن کر ایسے انجان پنے میں اپنی بڑی بڑی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال کے دیکھتی تھی - کہ دل بے قابو ہونے لگتا تھا۔ اسے دل لینے کی سب ادائیں یاد تھیں۔ خوبصورت عورتیں شاید جنم ہی سے من موہنی اداؤں کا کورس پاس کر کے آتی ہیں۔ کپڑے بھی اس کے عمدہ ہوتے تھے۔ بالکل بالو کے جوڑ کی تھی۔ مگر بالو کو منہ نہیں لگاتی تھی۔ ہر وار خالی دیتی تھی - جانے کیوں۔ ہ کسی دوسرے کے سنگ بھی اس کی کوئی بات نہیں سنی گئی -

اب دیکھیں گے - بالو نے سوچا پہلے تو دونوں گھر دل میں آنا جانا نہیں تھا۔ ٹھیک سے بات چیت کرنے کا موقع بھی نہ ملتا تھا۔ اب دیکھیں گے -

یہی سوچتے سوچتے بیربل روڈ کا ناکہ آگیا۔

سیٹھ ڈھیر ومل کی کوٹھی میں اندھیرا تھا۔ چمبیلی باہر سنگ مرمر کے زینے پر کھڑی قدم بڑھانے کو ہی تھی۔ کہ سامنے سے پربھا کو آتے دیکھ کر رک گئی۔

"کوٹھی میں اندھیرا کیوں ہے۔؟"

پربھا نے آتے ہی پوچھا۔

"شاید مین فیوز اڑ گیا ہے۔"

چمبیلی بولی۔

"تو اب تک کسی بجلی والے کو کیوں نہیں بلایا۔؟"

"کم بخت فون بھی خراب ہے۔"

چمبیلی ذرا اٹھلا کر بولی۔

"اب جا رہی تھی کسی کو بلانے۔ اوہ..... یکایک اس نے بالو کو دیکھ لیا جو پربھا کے ساتھ پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ چمبیلی ٹھٹھک گئی۔

پربھا نے بالو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم جا سکتے ہو۔"

بالو بولا۔ "میں فیوز لگا لیتا ہوں بجلی کا سب کام جانتا

ہوں۔"

پربھا نے اطمینان کا ایک سانس لے کر کہا۔

"تو اندر چلو۔"

"ہال کمرے میں بھی گھپ اندھیرا ہے۔"

"مین سوئچ کدھر ہے۔؟" بالو نے پوچھا۔

"ادھر سیڑھیوں کے پیچھے ہے۔"

پربھا نے جواب دیا۔

"سیڑھیاں کدھر ہیں۔؟" بالو کو اس اندھیرے میں کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔

"دیا سلائی۔ دیا سلائی۔"

پربھا نے حکم دیا۔

بالو نے جیب سے دیا سلائی نکال کر جلائی۔ پربھا نے اس روشنی میں سیڑھیوں کے پہلے زینے کو جا لیا۔ یہ سیڑھیاں چکر کھاتی ہوئی اوپر کی منزل کو جا رہی تھیں۔

پربھا نے ریلنگ پر ہاتھ رکھ کر چمیلی سے کہا۔ "اسے مین سوئچ دکھاؤ۔" اور اوپر جانے لگی۔ اس کے اپنے گھر کی سیڑھیاں تھیں۔ وہ اندھیرے میں بھی اوپر جا سکتی تھی۔ مگر بالو دیا سلائی جلا جلا کر اسے راستہ دکھاتا رہا۔ جب پربھا اوپر کی منزل میں غائب ہو گئی تو اس کی دیا سلائی بجھ گئی۔

اور اس نے اپنے پاس کھڑی جمیلی کی کمر میں ہاتھ ڈال لیا۔

"ہشت ــــ" جمیلی نے اندھیرے میں اس کا ہاتھ پرے دھکیلنے کی کوشش کی۔ مگر بالو کے ہاتھ کی گرفت کمر پر اور مضبوط ہو گئی۔

"ارے کیا کر رہے ہو تم۔؟" جمیلی خفا ہو کر سرگوشی میں اس سے بولی۔

"میں سوئچ ڈھونڈ رہا ہوں۔"

بالو بولا۔

"وہ تو سیڑھیوں کے پیچھے ہے ادھر۔"

"میں راستہ نہیں جانتا۔ تم دکھاؤ۔"

"دکھاتی ہوں۔ پر تم ہاتھ یہاں تو نہ رکھو۔ کوئی دیکھ لے گا۔"

"اس اندھیرے میں کون دیکھتا ہے۔" بالو ذرا سا ہنسا۔

"آج قابو میں آئی ہو۔"

"میں چیخ دوں گی ــ" جمیلی نے دھمکی دی۔

"واقعی چیخ تو سکتی ہے۔ فضیتا ہو جائے گا۔ بالو نے سوچا۔ اور سوچ کر فوراً تو نہیں مگر آہستہ سے اس کی کمر چھوڑ دی۔ اور ہاتھ پکڑ لیا۔ بولا۔

"کم بخت اس اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ چلو اب تم میں سوئچ دکھاؤ۔"

جمیلی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر چلی۔ چلتے چلتے دبی ہوئی ہنسی میں بولی۔ "ڈر گئے۔؟"

بالو کو محسوس ہوا کہ اس نے گھر چھوڑ کر غلطی کی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ چپ رہا۔ چند قدم چلنے کے بعد جمیلی رک گئی۔

"دیا سلائی جلاؤ۔"

بالو نے دیا سلائی جلائی۔ اس کی روشنی میں جمیلی نے اشارہ کر کے کہا۔

"وہ رہا مین سوئچ۔"

پھر دیا سلائی بجھ گئی۔

اب بالو اور جمیلی سیڑھیوں کے تاریک عقبی گوشے میں کھڑے تھے۔ بالو نے کھینچ کر جمیلی کو اپنے بے حد قریب کر لیا۔ جمیلی نے تڑپ کر نکلنے کی بہت کوشش کی۔ مگر بالو نے اسے اپنے سینے سے لپٹا کر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

بہت دیر کے بعد جمیلی نے بالو سے پوچھا۔

"تمہارے ہونٹ جلتے کیوں ہیں۔؟"

"پیارے جو ہیں۔"

چمیلی کچھ دیر اس کے ساتھ لگی کھڑی رہی۔ پھر آہستہ سے اس سے الگ ہو کر بولی۔

"ٹھہرو میں بیٹری لاتی ہوں۔"

"لے آؤ۔" "ویسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر میں ایک تار بجلی کا تمہاری دائیں آنکھ کے کونے سے اور دوسرا تار بائیں آنکھ کے کونے سے لگا دوں تو سارے گھر میں چکا چوند ہو جائے۔

جس گھر میں یہ دو آنکھیں ہوں وہاں روشنی کی کیا ضرورت ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تم بجلی وجلی کا کام بالکل نہیں جانتے"
چمیلی نے تنک کر کہا۔

"محض مجھے دیکھ کر تم نے بہانہ کر لیا تھا۔"

"نہیں تم بیٹری لیکے آؤ۔ میں دیکھ لیتا ہوں کہاں فیوز اڑا ہے۔

"تمہارے دماغ کا فیوز اڑ گیا ہے۔"
چمیلی نے ہاتھ چھڑا کر اس سے کہا۔

اور بیٹری لانے اوپر چلی گئی۔ مگر جب تک چمیلی اوپر سے آئی۔ بالو نے دیا سلائی کی روشنی میں دیکھ لیا تھا کہ کہاں

خرابی ہے۔ اور جب جمیلی بڑی بیگم آہستہ آہستہ مٹک مٹک کر سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ تو یکایک اس کے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔

"فیوز بھی نہیں اڑا تھا۔" بالو نے سیڑھیوں کے پیچھے سے نکلتے ہوئے اسے بتایا۔

"پھر کیا ہوا تھا۔؟"

"ایک پیچ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ میں نے چاقو کی نوک سے کس دیا۔"

"تمہارے دماغ کے پیچ بھی کھسکنے والے ہیں۔"

جواب میں بالو نے چاقو اس کے ہاتھ میں دیدیا۔

"چلو۔ چلو۔" جمیلی نے اسے ہال کمرے سے باہر نکلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اب گھر جاؤ بہت پھیلنے لگے ہو تم۔"

بالو نے کہا۔

"اب تو ملاقات ہوا کرے گی۔"

"کیوں"؟ جمیلی کی بھویں تن گئیں۔

"اک ذرا سا اندھیرے سے کیا فائدہ اٹھا لیا۔ کہ تم فضہ ہی جمانے لگے۔"

"تمہاری پربھا دیوی ہمارے ہریش بابو سے مل کر آئی ہیں۔"

اس لیئے آنا جانا تو شروع ہو ہی جائیگا۔ خط پتر تو بندہ ہی لائیگا۔ اور سرکار کے ہاتھ میں تھما دیا کریگا۔ اس لیئے بھی ہمارا آپ کا میل جول ضروری ہے۔"

"ارے واہ۔" چمیلی بالو کو دروازے سے دھکیل کر بولی۔

"ہماری پربھا رانی ایسی نہیں ہیں۔ کسی کام سے گئی ہونگی۔ ایک دنیا ان کے پیچھے دیوانی ہے۔"

"ہمارے ہریش بابو بھی کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں۔ لڑکیاں قطار باندھے کھڑی رہتی ہے۔"

"ارے جاؤ۔ جاؤ۔ کیا تم کیا تمہارے ہریش بابو دیکھ لیں گے دونوں کو۔"

بالو نے چمیلی کے پھڑکتے ہونٹوں کو دیکھ کر کہا۔

"پر میرے ہونٹ ابھی تک جلتے ہیں۔"

چمیلی نے اسے دھکا دیکر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مگر اس کی جرأت پر مسکرا دی۔

بالو عام نوکروں کی طرح نہ تھا۔ انہیں تو وہ لفٹ ہی نہ دیتی تھی۔ مگر یہ پڑھا لکھا بھی معلوم دیتا ہے۔ مگر ہے بہت چالاک۔ بہت ہوشیاری کے ساتھ اس کے سنگ کھیل کھیلنا ہوگا۔ ورنہ راستہ ہی میں لٹ جاؤ گی۔ چمیلی بی

سمجھیں چمیلی اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے سیڑھیوں کے اوپر
مٹک مٹک کر چڑھنے لگی ۔ حالانکہ کوئی دیکھ نہیں رہا تھا۔
مگر عادت جو پڑ گئی تھی ۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

تیسرا باب

"تم پھر آ گئے۔"
بالو کو دیکھ کر چمپیلی نے کہا۔
پچھلے دو تین مہینے سے چمپیلی کا یہ وطیرہ ہو گیا۔ کہ جونہی بالو اس سے ملنے کے لئے آتا۔ وہ اس سے یہ سوال ضرور کرتی تھی۔ اور بالو بھی کسی نہ کسی بہانے تیسرے چوتھے روز کوٹھی میں آ ہی جاتا تھا۔
کبھی ہریش بابو کا کوئی پیغام لے کر۔ کبھی کوئی دوسرا بہانہ کر کے۔ اور آتے ہی ہر بار چمپیلی اس سے یہ سوال ضرور کر بیٹھتی تھی۔
"تم پھر آ گئے۔؟"
"آ گئے ہیں تو کام سے آئے ہیں۔ نہیں تو کیا تیری صورت

دیکھنے آئے ہیں۔؟" بالو نے بھی اسی تیزی سے جواب دیا۔ جس تیزی سے چمیلی نے سوال کیا تھا۔

پھر جیب سے ایک چٹھی نکال کر چمیلی کو دی۔ اور بولا۔

اپنی میم صاحب کو پہنچا دو۔ مگر کسی کو پتہ نہ چلے۔ جواب بھی مانگا ہے۔"

چمیلی چٹھی لیکر اوپر چلی۔ چلتے چلتے رک گئی۔ دوسرے ہاتھ میں جھولتا ہوا جھاڑن۔ بالو کے کندھے پر رکھ کر بولی۔

"جب تک تم اس سے ہال کے فرنیچر کی جھاڑ پونچھ کرو۔"

بالو کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ آئی۔ اس نے جھاڑن ہاتھ میں لے لیا۔ چمیلی کولہے مٹکاتی چلی۔ بالو نے آواز سے کہا۔

"ذرا سنبھل کے۔ موری سانولی۔ ذرا سنبھل کے۔"

سیڑھیوں پر چڑھتے چڑھتے چمیلی نے مکا دکھایا۔ "بیٹھ مار ٹھبو نگی۔"

مگر یکایک وہ سنجیدہ ہوگئی۔ اور مسکین چال چلنے لگی۔ کیونکہ اوپر سے سیٹھ ڈھبرو مل کوئی پینتیس چالیس سال کے ایک بانکے چھبیلے کے ساتھ چلے آرہے تھے۔ اور سیڑھیاں اترنے کے لئے قدم رکھ ہی رہے تھے۔

ان دونوں کو دیکھ کر بالو جلدی سے سیڑھیوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ جہاں بین سویچ کا تاریک گوشہ تھا۔

جب سیٹھ ڈھیر دل۔ جو اس کوٹھی کے مالک تھے۔ اور پربھا کے باپ تھے۔ اس ادھیڑ عمر کے بانکے چھبیلے کو لیکر ہال سے باہر چلے گئے۔ تو بالو خاموشی سے دبے پاؤں اس تاریک گوشے سے باہر نکلا۔ اور بے آواز قدموں سے فرنیچر کی جھاڑ پونچھ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد چمیلی بھی گلابی رنگ کا ایک چھوٹا سا لفافہ انگلیوں میں ٹکائے واپس آ گئی۔ اور بالو کو دیکھ بولی۔

"لو۔"

بالو نے چٹھی اندر کی جیب میں احتیاط سے رکھی بولا۔

"اور تم یہ لو۔" اس نے جھاڑن واپس دینے کی کوشش کی۔

چمیلی نے سر ہلا کے کہا۔

"جو کام شروع کیا ہے۔ اسے پورا تو کرتے جاؤ۔"

"یعنی پورے کمرے میں جھاڑ دکھا کرنا ہو گا۔؟" بالو نے پوچھا۔

"اور کیا ــــ" چمیلی اٹھلا کے بولی۔

"اپنے گھر پر تو کبھی یہ کام میں نے کیا نہیں۔"

"یہاں کرنا ہو گا۔"

"کریں گے میم صاحب ضرور کریں گے۔ اپنی غرض کو کرینگے"۔
"وہ غرض تمہاری پوری نہیں ہوگی۔ بھول جاؤ اس دن کو۔" جمیلی چہک کر بولی۔
"اس دن تمہارے قابو میں آگئی تھی۔ پر اب ایسا موقعہ آنے نہ دوں گی۔"
اور واقعی اس دن کے بعد جمیلی نے بالو کو کبھی قریب پھٹکنے نہ دیا۔ بس بات چیت ہوتی تھی۔ مگر جمیلی نے جتا دیا تھا۔ اشاروں ہی اشاروں میں کہ دور دور رہنا ہوگا۔ ہاں ذرا قاعدے اور قرینے سے یہ ہاتھا پائی نہیں چلے گی۔
میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔ جمیلی نے سنجیدہ ہو کر اس سے کہا تھا۔ سوگند لے لو جو آج تک تمہارے سوا کسی نے میرے انگ کو رنگ لگایا ہو۔ جمیلی نے کچھ ایسے لجائے شرمائے لہجہ میں بات کہی تھی۔ کہ بالو کو اس پر یقین آگیا تھا۔ اور اس لمحہ سے وہ اس کی محبت کا دم بھرنے لگا تھا۔ اور اب جمیلی بھی محسوس کرنے لگی تھی۔

جوں جوں وہ دیکھتی کہ اس کی مالکن کے تعلقات بالو کے مالک سے گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ بھی بالو کے لئے ایک طرح کی اپنائیت اور انیست محسوس کرنے لگی تھی۔ اور بالو نے بھی اس دن کے بعد سے دست درازی کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس بات نے

بھی جمیلی کے دل میں بالو کے لئے جگہ پیدا کر دی تھی ۔
"ہال کا سارا فرنیچر نیا معلوم پڑتا ہے ۔"
بالو نے ایک سیٹی کو صاف کرتے ہوئے کہا۔
"ہمارے سیٹھ ڈھیر دل کو اس عمر میں فیشن ایبل ہونے کا شوق چرایا ہے ۔" جمیلی ناک سکوڑ کر بولی ۔
"بڑی مالکن تو ان سب نئے فیشنوں کے سخت خلاف ہیں۔ مگر پربھا دیوی کو یہ سب پسند ہے ۔ باپ بیٹی دونوں مل گئے ہیں۔"
"یہ ابھی تمہارے سیٹھ کے ساتھ کون تھا ۔" بالو نے پوچھا۔
"کون تھا ۔ ؟" جمیلی نے پوچھا ۔
"کب کی بات کر رہے ہو تم ۔ ؟"
ابھی ابھی ایک ادھیڑ عمر کا بانکا چھبیلا ان کے ساتھ سیڑھیوں سے اتر کے باہر گیا ہے ۔
"مجھے ایسا لگا جیسے دیوان جی ہوں ۔"
"دیوان جی ہوں گے ۔ آج کل وہ بہت آتے جاتے ہیں۔"
"کب سے ان کا آنا جانا شروع ہوا ہے ۔"
"کوئی ایک سال سے ۔ کیوں ۔ ؟"
"تم دیوان جی کو کیسے جانتے ہو ۔ ؟"
جمیلی نے پوچھا ۔

"میں ان کے یہاں ملازم رہ چکا ہوں۔ بڑا گھرانا ہے ان کا۔ سات پشتوں سے جاگیر دار چلے آ رہے ہیں۔ مگر آجکل کھکھ ہو رہے ہیں۔ بہت سے ملازم نکال دیئے۔ ان میں ایک میں بھی تھا۔"

"اچھا۔ ؟" جمیلی نے حیرت سے پوچھا۔

"مگر یہاں تو بہت شان وشوکت دکھاتے ہیں۔"

"سب اوپر کا دکھاوا ہے۔" بالو نے جمیلی کو بتایا۔

"آجکل ہوا گڑھ کی مہارانی کے ساتھ ان کا عشق چل رہا ہے۔"

"وہ بھی تو سنا ہے بہت دھن دولت والی ہیں۔"

"یہ سب رہنے دو۔ جمو جانی۔ ریاستوں کے ختم ہوتے ہی وہ کرّ و فر بھی گیا۔ اور وہ امارت بھی ختم ہوگئی۔ اب تو اوپر کی ٹیپ ٹاپ باقی ہے۔ کچھ سلیقہ۔ کچھ آداب کچھ شائستگی۔ مگر اندر سے.....؟

"تھو تھا چنا باجے گھنا۔" جمیلی ہنس کر بولی۔

"دیکھو جی۔ ہمیں جمو جانی نہ کہا کرو۔"

"تو کیا کہوں۔ ؟" بالو نے پوچھا۔

پھر خود ہی کہنے لگا۔

"میرا تو جی چاہتا ہے۔ تمہیں ہر دم جمو جانی کہا کروں۔" بلکہ ایک ایسا ہی خط تمہیں لکھ کر بھیج دوں۔ جیسے ہمارے مالک ہرنیش بابو نے تمہاری مالکن کو لکھا ہے۔ اور اس جواب میں تم ویسا ہی گلابی لفافہ۔"

"اس کے جواب میں ایک چانٹا۔"

چمیلی اسے ہاتھ دکھا کے کہنے لگی۔

اس نے پھر زبان نکال کر اس کا منہ چڑا دیا۔

بالو کچھ کہنے کو تھا کہ سیڑھیوں کے اوپر سے کسی کے ٹپ ٹپ چلنے۔ رکنے اور پھر آواز دینے کی صدا آئی۔

"چمیلی۔ اری مردار کہاں جا کے مر گئی۔"

یہ پربھا کی آواز تھی۔

جلدی سے چمیلی نے جھاڑن بالو کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور بولی۔

"آئی بی بی جی۔ ذرا نیچے ہال کمرے میں جھاڑ پونچھ کر رہی ہوں۔"

اتنا کہہ کر جلدی جلدی سیڑھیوں کے اوپر چڑھنے لگی۔

اب اس نے ایک بار بھی پلٹ کے نہیں دیکھا۔

بالو بھی جلدی سے سر جھکائے باہر نکل گیا۔

چمیلی روٹھی روٹھی گھوم رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی کجرائی آنکھوں میں غصے کی بجلیاں چمک چمک جاتی تھیں۔ بالو کب سے اس کے آگے پیچھے گھوم رہا تھا۔ مگر وہ اس سے بات تک کرنے کی

روادار نہ تھی۔

آخر کار وہ اس کا ہاتھ پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔

چمیلی نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ جھڑک کر بولی۔

"اتنے دن کہاں رہے۔؟"

"وہی تو بتانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم سنتی تو ہو نہیں۔"

بالو لجاجت سے بولا۔

"کیا میرا دل آنے کو نہیں چاہتا تھا۔ پر ایسا ہوا کہ مجھے ہریش بابو کے پتاجی کے ساتھ دوسرے شہر جانا پڑا۔ دو دن کا کام تھا۔ وہاں دس بارہ دن لگ گئے۔"

"تو مجھ سے بول کے جاتے۔"

"یہ غلطی ضرور ہوئی۔ مگر فوراً کے فوراً پروگرام بن گیا۔ میں منع بھی نہ کر سکا۔ کیونکہ گھر بھر میں سبھی لوگ مجھ پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔"

"جانے کیسے کرتے ہیں ایک نمبر کے جھوٹے ہو۔" چمیلی نے شوخ لہجہ میں کہا۔

بالو حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

چمیلی قہقہہ مار کے ہنس پڑی۔

بالو کی جان میں جان آئی۔

دونوں نے ہال کا سنٹر ٹیبل جو پتیل کا۔ مراد آبادی نقشین

اور بے حد حسین تھا۔ اور جیسے چمیلی بالو کے آنے سے پہلے برا سو سے صاف کر رہی تھی۔ اب نیچے زمین پر کھسکا لیا۔ اور غالیچے پر بیٹھ کر صاف کرنے لگے۔ اور باتیں کرنے لگے۔

اتنے میں اوپر سے آواز آئی۔

"اے چمیلی۔"

چمیلی نے اوپر دیکھا۔ فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

بڑی مالکن رکمنی بائی سیڑھیوں پر کھڑی تھیں۔

انہیں دیکھ کر بالو بھی کھڑا ہو گیا۔ رکمنی بائی بولیں۔

"اوپر ٹنکی میں بالکل پانی نہیں ہے۔ اور باورچی کھانا پکا رہا ہے۔ اور کھینو بازار گیا ہے۔ اور ننھو بخار میں پڑا ہے۔ اور مالی ہسپتال گیا ہے۔ اپنی جورو کو دیکھنے۔ اور اوپر ٹنکی میں ایک بوند پانی نہیں ہے۔ بس اس سے آگے رکمنی بائی نے کچھ نہیں کہا۔ واپس چلی گئیں۔

نیچے چند لمحوں کے لئے سناٹا ہو گیا۔

"سنتے ہو اس کا کیا مطلب ہے۔"

چمیلی ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"ہاں ٹنکی میں پانی بھرنا ہو گا۔"

بالو بولا۔

"ہاں ٹنکی میں پانی بھرنا ہو گا۔"

چمیلی اس کی بات کو طنزاً دہراتے ہوئے بولی۔

"کتنی آسانی سے تم نے کہہ دیا۔ جانتے ہو کتنی بالٹی پانی اس موٹی ٹنکی میں آتا ہے۔"

"کتنی۔"

"کوئی دو سو بالٹی۔"

"تو بھرو۔" بالو نے جواب دیا۔

"تمہارا فرض ہے جو مالکن کہے کرو۔"

"میں کیوں بھروں۔ تم بھرو گے۔"

چمیلی لچک کر بولی۔

"کون میں۔؟"

"ہاں تم۔؟" چمیلی نے بھرو سے بھرے لہجہ میں کہا پھر دانتوں میں انگلی دبا کر بولی۔

"نہیں بھرو گے بجانی۔؟"

یکایک چمیلی کا میٹھا التجا بھرا سوال عاشق کے دل کو چھو گیا۔

وہ اٹھ کر بولا۔ "پانی ہے کہاں۔؟"

"باہر باغیچے میں۔ نل لگا ہے۔ نیچے پریشر کافی ہوتا ہے۔ یہ موٹی دھار آتی ہے۔ ایک چھوٹا ڈرام بھی رکھا ہے۔ بس ڈرام بھر کے اوپر چھت پر ٹنکی میں ڈالتے جانا ہے۔ بس اتنا سا کام ہے۔"

"اور اس بیچ میں اگر میری مالکن آ گئیں۔؟"
بالو نے سوال کیا۔
بالو اس بار اپنے گھر کی مالکن سیوا بائی کے ساتھ آیا تھا۔ وہ رکمنی بائی سے ملنے آئی تھیں۔ کافی دیر سے بیٹھی تھیں۔

چمیلی بالو کو باہر باغ میں لے گئی۔ پانی کا نل دکھایا۔ ڈرام دکھایا۔ بالو پانی بھرنے لگا۔ اس کا خیال تھا بیس پچیس ڈرام بھرنے کے بعد تو اس کی مالکن واپس جانے کے لئے نیچے آ جائینگی اور اسے اس تکلیف دہ مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ مگر چالیس ڈرام ہو گئے۔ اس کی مالکن نہیں آئیں۔ پچاسویں ڈرام پر تو وہ بالکل چکنا چور ہو گیا۔ سیڑھیوں پر ڈرام رکھ کے بولا۔
"لعنت آئے ایسی محبت سے۔"
"بس اتنے ہی میں ہار گئے۔"
چمیلی بولی۔
"اور میں نے سنا ہے۔ ایک کوئی فرہاد بھی تھا جس نے اپنی پریمکا کے لئے پہاڑوں سے نہر کاٹ کے رکھ دی تھی۔ ایک شیشے سے۔"
"محض گپ ہے جناب۔" بالو بولا۔
"ایک شیشے سے اتنی بڑی نہر کیسے کاٹی جا سکتی ہے۔

کوئی انجینئر ہوگا۔ ہزاروں سینکڑوں مزدوروں سے اس نے مدد لی ہوگی۔ جیسے اس وقت اگر تم میری مدد کرتیں تو اس وقت آدھی ٹنکی بھر گئی ہوتی۔"

"نہیں جناب فرہاد بالکل اکیلا تھا۔ اس نے کسی کی مدد نہیں لی۔ اکیلے ہی اس نے نہر کاٹی تھی۔"

چمبیلی بولی۔ "عشق میں کوئی کسی کو ساجھے دار نہیں بناتا۔ وہ شیریں کا سچا عاشق تھا۔"

"سچا عاشق تھا۔ ؟" بالو پانی ڈھوتے ڈھوتے چیلا گیا تھا۔ اس لیئے تلخ لہجہ میں بولا۔

"اتنے سال نہر کھودتا رہا۔ اور کسی دوسری عورت کو نہیں دیکھا اس نے۔ یہ کیسے ممکن ہے جبکہ شیریں بھی اس کے پاس نہیں تھی۔"

"شیریں اس کے پاس نہیں تھی تو کیا ہوا۔ اس کا خیال تو تھا۔"

"خیال سے کیا ہوتا ہے۔ جمّو بی بی۔ خیال سے وصال نہیں ہوتا۔ مرد کو عورت ملنی چاہیئے۔ میں مان ہی نہیں سکتا۔ جوان سال فرہاد اتنے برس نہر کھودتا رہا۔ اور کنوارا رہا۔ جہاں جہاں نہر کھودتا ہوگا۔ راستہ میں اسے رات بھی پڑتی ہوگی۔ کسی گاؤں میں جاکر سوتا بھی ہوگا۔ کسی کسان کے گھر کا دروازہ بھی کھٹکھٹاتا

ہوگا۔ کسی خوبصورت گاؤں کی چھوکری کے ساتھ۔ یہ رات کے اندھیرے میں کون وفاداری دیکھنے آتا ہے۔"

"چھی ۔ کیسی گندی باتیں کرتے ہو۔"

چمیلی کے لہجہ سے معلوم ہورہا تھا کہ اسے بالو کی باتوں سے واقعی دکھ ہوا ہے۔ فرہاد سچا عاشق تھا۔ اس نے نہر کاٹ کے رکھ دی۔

"اسے پانی کی بالٹیاں کبھی نہیں ڈھونی پڑیں۔" بالو رنجیدہ لہجہ میں بولا۔

"ورنہ بچہ جی سارا عشق بھول جاتے۔ باہر نل سے پانی بھرو۔ وزنی ڈرم کو۔ پانی سے بھرے ڈرم کو باہر باغیچے سے اٹھا کے اندر لاؤ۔ اور دو منزلہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چھت کی ٹنکی میں پانی ڈالو۔ فرہاد کو یہ سب کرنا پڑتا۔ تو دسویں بالٹی ہی پر چھیں بول جاتا۔ سڑک کاٹنا کیا مشکل ہے۔ لیا تیشہ اور زمین پر چلانے لگے۔ تھک گئے تو سستانے لگے۔ مگر بالٹی بھر کر اوپر دو منزلہ پر لے جانا! ...... ؟"

چمو بائی ...... ؟؟ بالو نے تھک کر ایک لمبا سانس لیا۔

چمو بائی نے خوش ہوکر بالو کے ماتھے کا پسینہ پونچھا۔

اور بولی۔

"ایک مجنوں تھا - بے چارا - لیلیٰ کے غم میں چودہ برس جنگلوں کی خاک چھانتا رہا - ایک تم ہو۔"

"مجنوں کی بات مت کرو - مجنوں میری جگہ پر ہوتا تو پانی کی ایک بالٹی نہ اٹھا سکتا - میرا خیال ہے اس کی لیلیٰ نے اسے پانی کی بالٹیاں بھرنے کو کہا ہوگا - جبھی تو جنگل میں بھاگ گیا - اس خیال کے آتے ہی بالو زور زور سے ہنسنے لگا۔ اور اپنی مصیبت بھول گیا -

"سچا عاشق تھا وہ -"

"جی ہاں - بے حد سچا تھا جبھی تو لیلیٰ کے مرنے کے بعد بھی کئی سال زندہ رہا -"

"یہ جھوٹ ہے -" چمیلی بھڑک کر بولی -

"مجھے کیا معلوم -" بالو بولا -

"مجھے ہریش بابو بتاتے تھے - انہوں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا -"

"یہ ہریش بابو کی ماں اتنی دیر سے ہماری مالکن سے کیا باتیں کر رہی ہیں -؟"

بالو نے چمیلی کے کان میں پڑے ہوئے گول آویزے کو جھلایا - آہستہ سے بولا -

"وہ آج پیغام دینے آئی ہیں -؟"

"شادی کا۔ ؟ بالو اس کے قریب کھسک آیا۔
"ہاں ۔ " بالو نے موقعہ غنیمت جان کے اس کی کمر میں ہاتھ رکھ دیا۔ چمپلی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ خیالوں میں کھو گئی۔ پھر ایک ٹھنڈی آہ بھر کے بولی۔
"کوئی ہمارا بھی ہوتا۔ کوئی ماں۔ کوئی باپ۔ تم اسے پیغام دیتے .... پھر اپنا تو کوئی بھی نہیں۔ نہ ماں۔ نہ باپ"
وہ چپ ہو گئی۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے رکھے سیڑھیوں پر بیٹھی بیٹھی اداس ہوتی گئی۔ آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔
بالو نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔
"گھبراؤ نہیں۔ آجکل ماں باپ کرائے پر بھی ملتے ہیں۔"
"ہٹو ــــ" چمپلی جھلا کر بولی۔ اور اس نے بالو کا ہاتھ اپنی کمر پر سے ہٹا دیا۔
"نہیں سچ کہتا ہوں ۔ " ہریش بابو کہتے تھے۔ بولتے تھے۔ "تم تو کسی بات کا نہ کرنا چاہیئے۔ اور عشق میں تو بالکل غم نہ کرنا چاہیئے۔ ہنستے بولتے چہاتے کھیلتے۔ بھاگتے لڑکی پٹ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ مارو گولی۔"
"تمہارے ہریش بابو نے کبھی سچا پریم نہیں کیا ــ نہ تم نے ......"

چمیلی تڑپ کر اٹھ بیٹھی۔ اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"اٹھاؤ ڈرم۔"

بالو نے ڈرم اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ اور بولا۔ "تمہارے ماں باپ نہیں ہیں تو کیا ہوا۔ میرے تو ہیں وہ تمہیں آ کے پیغام دے جائیں گے۔"

چمیلی کی پلکیں شرم سے جھکنے لگیں۔ کمزور آواز میں بولی۔ "کیا ہی اچھا ہو۔ ادھر ہریش بابو کی ہماری مالکن سے شادی ہو۔ ادھر۔ ؟ وہ چور نگاہوں سے دیکھ کر شرما دی۔

ہریش اور پربھا کی شادی کا ذکر سنکر چمیلی کا دل بے طرح پگھلنے لگا۔ بالو ڈرام لے کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

چند دن بعد جب بالو پھر چمیلی کی کوٹھی میں آیا تو اس نے چمیلی کا رخ ہی بدلا بدلا پایا۔ وہ اسے در اصل ایک خوشخبری دینے آیا تھا۔ مگر چمیلی کا رویہ دیکھ حیران رہ گیا۔

چمیلی نے اسے بات بتائی۔

"ہمارے سیٹھ نے تمہارے ہریش بابو کا رشتہ نامنظور کر دیا ہے۔"

"نامنظور کر دیا ہے۔؟" بالو حیرت سے بولا۔ پھر توقف کے بعد کہنے لگا۔

"تو اس سے مجھ پر اور تم پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"سیٹھ بول رہے تھے۔ ہریش بابو کے پتا ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ ان کے گھر میں نہ کار ہے۔ نہ کوئی اتنا بڑا بزنس ہے۔ جتنا ہمارے سیٹھ کا ہے۔ پیسہ بھی واجبی سا ہی ہے۔"

"پر اس سے ہمیں تمہیں کیا۔؟"

"نہ جانے۔ اوپر کے بڑے لوگ۔ پر بھا جانے۔ ہریش جانے۔ سو بار لڑیں گے۔ سو بار ملیں گے۔ ہمیں تمہیں کیا۔"

پھر وہ چمبیلی کے قریب جا کر بولا۔

"سنو چمبیلی میں نے اپنی ماں کو لکھا تھا۔"

بالو کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑنے لگی۔ اور وہ شادی کا سندیسہ۔؟

مگر چمبیلی نے اس کا فقرہ پورا نہ ہونے دیا۔ ایکدم چہک کر بولی۔

"ارے جا۔ میں تیرے ایسے بھکڑ سے شادی کروں گی۔

تیرے مالک کے گھر میں نہ کار ہے نہ ایئر کنڈیشنڈ اور پیسہ بھی واجبی ......

وہ پلٹ کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر چلی گئی ۔
نیچے بالو ہکا بکا حیران کھڑا رہ گیا ۔

چوتھا باب

سیڑھیاں چڑھ کر پہلی منزل پر سب سے پہلے سیٹھ ڈھیرومل کا ڈرائینگ روم نظر آتا تھا۔ پہلے اس میں پرانا فرنیچر بھرا ہوا تھا۔ اب اس میں آہستہ آہستہ نیا فرنیچر داخل ہو رہا ہے۔ دراصل سیٹھ جی اس معاملہ میں اور بزنس کو چھوڑ کر باقی تمام معاملوں میں واجبی شُدبُد رکھتے تھے۔ اور زیادہ تر دوسروں کی عقل سے کام لیتے تھے۔ اس پر بعید وہمی شکی اور ڈھاملِ یقین رکھنے والے انسان تھے۔ اس لئے ان کا وسیع و عریض ڈرائینگ روم بھانت بھانت کے فرنیچر سے بھر گیا تھا۔ ماڈرن سیٹی اور صوفہ کے علاوہ ایک طرف چاندی کے پایوں والا پرانا تخت بھی بچھا ہوا تھا۔ اور ایک پرانی چوب کاری کے کام کی سکرین بھی تھی۔ میز وکٹورین

تھی۔ اور سامنے کی کرسی کلدار اور بالکل نئے ڈیزائین کی۔ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے غالیچے بچھے ہوئے تھے۔ کہیں ایرانی تو کہیں کشمیری تو کہیں مرزاپوری۔ دراصل سیٹھ ڈھیر دل اپنے بہی کھاتے کا حساب ایک دوسرے چھوٹے سے کمرے میں رکھتے تھے۔ جہاں وہ دھوتی پہن کر فرشی گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر کام کرتے تھے۔ مگر جب سے ٹھیکداری کا کام چمکا تھا۔ اور انہیں بڑے بڑے افسروں سے ملنا پڑتا تو ان کے دل میں نہ صرف اپنی کوٹھی کا ساز و سامان بلکہ اپنے آپ کو بھی بدلنے کی ضرورت پیش آنے لگی۔ ان دنوں شہر میں کلچر کا بہت شہرہ تھا۔ اس لئے سیٹھ ڈھیر دل نے جلدی سے کلچر حاصل کرنے کے لئے دیوان جی کو اس کا ٹھیکہ دیدیا تھا۔ یعنی یہ کام دیوان جی کے سپرد کر دیا تھا۔ اور انہوں نے سیٹھ ڈھیر دل کی تربیت کے لئے گانا سکھانے کے لئے مشہور استاد میر مشتاق محمد خاں۔ اور ناچ سکھانے کے لئے گورو بھوشن مہاراج اور ان کے ساتھ دوسرے استاد بھی ملازم کروا دئے تھے۔ جو صبح اشنان کے بعد ہی کوٹھی پر حاضر ہو جاتے تھے۔ ایک دن سیٹھ ڈھیر دل کو ایک سرکاری افسر کے ساتھ ایک مشاعرے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جس انداز سے وہاں شاعر لوگ شعر پڑھتے تھے۔ اور داد وصول کرتے تھے۔ اور جس طرح وہاں مشاعرے میں لوگ مصرعہ اٹھاتے تھے اور شعر دہراتے تھے۔

وہ سب باتیں سیٹھ ڈھیر دل کو بہت بھلی معلوم ہوئیں۔ اور انہوں نے سوچا کہ یہ کام بھی لگے ہاتھوں سیکھ لینا چاہیے۔ سیٹھ جی نے میر۔ بسمل۔ شنکر میر مشتاق محمد خاں سے کہا۔ تو انہوں نے اپنے ایک شاگرد شاعر کو لانے کا وعدہ کرایا۔

آج صبح صبح جب میر مشتاق محمد خاں۔ اپنے سازندوں کے ہمراہ سیٹھ ڈھیر دل کے وسیع ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے تو ان کی نظر سب سے پہلے نظیر نادری پر پڑی جسے انہوں نے آج سیٹھ جی سے ملاقات کرانے کے لئے بلوایا تھا۔ نظیر نادری ذرا وقت سے پہلے آگیا۔ اور اس وقت ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ڈرائینگ روم کے ایک کونے میں مشق سخن کر رہا تھا۔ جب میر مشتاق محمد خاں اپنے گل مچھے سنوارتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ دبلے پتلے نظیر نادری نے اٹھ کر استاد کو تسلیم دی۔ استاد نے جوابی آداب کے بعد سازندوں کو دائیں طرف کے ایک غالیچے پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ دونوں تانبورے والے ستار یئے۔ سارنگی والے۔ میاں چھبیدر۔ اور فلوٹ والے نرن بوس ایک طرف مہذب ہو کر استاد کی بنائی ہوئی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور آہستہ آہستہ اپنے ساز ٹھیک کرنے لگے۔

پھر میر صاحب نے نظیر ناروی کے قریب جا کر پوچھا۔

"کہو بیٹا غزل ہو گئی۔؟"

نظیر ناروی نے کرسی سے اٹھ کر پھر تسلیم دی۔ آہستہ سے بولا۔

"بس مقطعے کی فکر میں ہوں میر صاحب۔"

"ذرا دکھاؤ تو۔" میر صاحب نے اشارہ کیا۔

نظیر ناروی نے غزل کا کاغذ آگے بڑھا دیا۔ میر صاحب نے کاغذ ہاتھ میں لے کر غزل کے اشعار کو منہ ہی منہ میں گنگنایا۔

"ماما مم مم مم ماما مم مم ما۔ ہاں دھن میں بیٹھے گی۔ جلدی سے ختم کر لو۔

اس کے بعد وہ پلٹ کے اپنے سازندوں سے کچھ کہنے ہی والے تھے۔ کہ گوردبھوشن مہاراج کو ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے دیکھ کر رک گئے۔ گوردبھوشن مہاراج شہر کے نامی کلاکار تھے۔ اور نرت کلا میں انکا وہی درجہ اور مرتبہ تھا۔ جو سنگیت میں میر صاحب کا تھا۔ گوردبھوشن مہاراج کو اپنی آنکھوں میں کاجل لگانے کا بہت شوق تھا۔ یوں آنکھیں بھی ان کی ٹیڑھی میڑھی تھیں۔ اس پر دھوتی۔ کرتا۔ ریشمی شال۔ کندھوں تک کھلے ہوئے بال۔ آنکھوں میں کاجل

منہ میں پان۔ بدن بالکل دھان پان۔

ان کے پیچھے ان کے چیلے ڈھولک پکھاوج۔ مردنگ گھنگھرو۔ مجیرے لئے داخل ہوئے۔

گورو مہاراج نے سب سے پہلے نظر ڈالی اور معلوم کر لیا کہ میر صاحب کے شاگرد کدھر بیٹھے ہیں۔ اس کی بالکل مخالف سمت میں دوسرے غالیچے پر انہوں نے اپنے چیلوں کو بٹھا دیا۔ دونوں ٹولیاں ایک دوسرے سے دور بیٹھی ہوئی معاندانہ طریقے سے ایک دوسرے کا خاموشی سے جائزہ لینے لگیں۔ اتنے میں گورو مہاراج نے میر صاحب کی طرف دیکھ کر جو گورو مہاراج کو اندر سے آتے دیکھ کر ہی پیٹھ موڑ کر نظیر ناروی سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

کہا۔

"کہئے میر صاحب کیا ہو رہا ہے۔؟"

اس پر میر صاحب اپنی شیروانی کے بٹن ٹھیک کرتے ہوئے آہستہ سے گھومے۔ گورو مہاراج کو دیکھ کر چونکے۔ گویا انہیں پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔ پھر باچھیں کھلا کر نقلی مسرت سے چہکے ــــ!

"آیئے۔ آیئے۔ گوروجی نمسکار۔ ایک دھن پر نظیر ناروی صاحب سے غزل کے شعر کہلوا رہا ہوں۔

اپنا نام شنکر۔ اور گورو بھوشن مہاراج کو دیکھ کر نظیر ناروی نے نمسکار کیا۔

گورو جی نے غزل دیکھنے کے لئے اشتیاق ظاہر کیا تو نظیر ناروی میر صاحب کا خاموش اشارہ پا کر بولے ——

"ابھی غزل کا مقطع باقی ہے۔ ہو جائے تو دیکھ لیجئے گا۔"

گورو جی نے دیوار گیر کلاک دیکھ کر پوچھا۔

"ابھی سیٹھ جی تشریف نہیں لائے۔ ؟"

میر صاحب نے بتایا۔

"میں نے ایک نوکر سے دریافت کیا تھا۔ وہ ابھی غسل خانے میں ہیں۔"

نظیر ناروی نے کہا۔ "آدھے گھنٹے سے غسل خانے میں ہیں۔"

میر صاحب کچھ اس طرح کھانسے جیسے نظیر ناروی کو تنبیہ کر رہے ہوں۔ کہ تمہیں اس طرح کا مذاق نہ کرنا چاہیئے پھر اپنے سفید براق پائجامے سے ایک خیالی مکھی اڑانے میں مصروف ہو گئے۔ گورو نے پوچھا۔

"کہیئے میر صاحب کام دھندا کیسا چل رہا ہے۔"

میر صاحب بولے —— "اللہ کا فضل ہے گورو جی آپ تو جانتے ہیں۔ آزادی سے پہلے ہمارے سیٹھ صاحب

کی کوچہ فقیراں میں نکڑ پر پرچون کی ایک چھوٹی سی دوکان تھی۔ آزادی کے بعد انہیں جو ٹھیکے پر ٹھیکے ملنے شروع ہوئے تو۔ اللہ کی شان اس کے حکم میں کوئی بول نہیں سکتا۔ اب تو لاکھوں لاکھ کمائے ہیں۔ ہمارے سیٹھ جی نے۔ اور اب اس عمر میں انہیں اونچی سوسائیٹی میں قدم رکھنے کا خیال آیا ہے۔ چنانچہ اب رات دن اپنے آپ پر سر سے پاؤں تک تہذیب کا پالش کرا رہے ہیں۔ اللہ بڑا کارساز ہے۔

اس نے ہم سے راجے مہاراجے نواب اور جاگیردار چھین لئے تو اس کے بدلے۔ یہ ٹھیکے دار۔ کارخانے دار۔ فلم ساز بزنس مین اور دوسرے لکھ پتی۔ عنایت کر دیئے۔ جو آرٹ اور کلا کی دھن میں اس لئے روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ مبادا کوئی انہیں جاہل یا گنوار نہ سمجھ لے۔ اس لئے تو سیٹھ ڈھیرومل۔"

گورو جی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ جی کی دوسری سب باتیں مجھے پسند ہیں۔ بس جو بات کھلتی ہے میر صاحب وہ ان کی۔ کلا کے گیان کی کمی ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔" میر صاحب بولے۔

"ان کے ہاں کلا کا گیان بہت کم ہے۔" مگر دیکھئے نا

روپیہ کم نہیں ہے ۔ اور اس مہنگائی کے زمانے میں ہم غریب کلاکار اس بات کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

"وہ بات تو آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔" گوروجی سر ہلا کے بولے۔

"پھر یہ کتھن بھی اپنی جگہ ستیہ ہے کہ کلا کی سچی پرشنسا میں جو آنند ملتا ہے۔ وہ ان بے وقوف احمقوں کے سامنے اپنی کلا کو پیش کرنے میں نہیں ملتا ۔ میرا جی ان لوگوں کے لئے کام کرنے میں بہت خوش رہتا ہے ۔ جو رت کلا کی باریکیاں سمجھتے ہیں۔ اور صحیح داد دیتے ہیں ۔ سچی تعریف سنتے ہی من میں آنند کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں ۔ یہ تو آپ بھی مانیں گے ۔"

"مانتا ہوں ۔ مانتا ہوں ۔" میر صاحب خضاب سے رنگے ہوئے خوبصورت انداز سے کترے ہوئے گل مچھے سنوارتے ہوئے بولے ۔

"گوروجی فن اور آرٹ کی سچی تعریف و ثنا سے دل کو جو مسرت ملتی ہے ۔ اس کا جواب کہیں نہیں ہے ۔ لیکن یہ بات تو آپ بھی سویکار کریں گے گوروجی. کہ سچی تعریف سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا ۔ اور آجکل جبکہ آٹا روپیہ کا ڈیڑھ کلو ۔ " سوا کلو ۔" نظیر ناردی نے بتایا ۔ استاد اس دخل در معقولات پر برہم ہو گئے ۔ بھڑک کر بولے ۔

"تو بڑوں کی باتوں میں مت بولا کر۔"

بے چارہ نوجوان شاعر جھینپ گیا۔ سر جھکا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کاغذ سامنے رکھ لیا۔ پنسل دانتوں میں داب لی۔ اور مقطعے کی فکر کرنے لگا۔

میر صاحب بولے۔

"ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔"

گورو جی نے کہا۔

"بات آرٹ سے آٹے تک پہنچ گئی تھی۔"

"جی ہاں۔ شکریہ۔" میر صاحب مسکرائے۔

بولے۔ "میں کہہ رہا تھا کہ آج جب آٹا روپے کا ڈیڑھ کلو یا سوا کلو یا دو کلو ملتا ہے۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ ہم لوگ یعنی کلاکار سچی تعریف اور پرشنسا کے شبدوں کو کھا نہیں سکتے۔ میں کہتا ہوں سچی تعریف وہی ہے۔ جو جیب سے نکلے اور سکوں کی طرح کھنکے۔ اب اپنے سیٹھ ڈھیر ومل ہی کو لیجیئے۔"

اتنا کہہ کر میر صاحب نے چاروں طرف غور سے دیکھا۔ کہیں چپکے سے سیٹھ ڈھیر ومل آ تو نہیں گئے۔ پھر دروازے پر نگاہ ڈالی۔ اور میدان خالی پا کر ذرا آہستہ سے مدھم آواز میں کہنے لگے۔

"میں مانتا ہوں سیٹھ ڈھیر دل مہا مورکھ ہے۔ آرٹ کلا۔ سنگیت۔ نرت۔ شاعری کی اسے کوئی سمجھ نہیں۔ مگر اسے روپے پیسے کی بڑی سمجھ ہے۔ اس کی تعریف لفظوں کی صورت میں نہیں نوٹوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔"

گوروجی کے چہرے پر بیزاری کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ کیونکہ میر صاحب ان کے چیلوں کے سامنے ان کے دلائیل کاٹ رہے تھے۔ اور دونوں ٹولیاں آمنے سامنے بیٹھی دونوں استادوں کی اس لفظی جنگ کو بڑے غور سے سن رہی تھیں۔ مگر گوروجی یہ بھی نہیں چاہتے تھے۔ کہ سب کے سامنے یوں دو بڑے کلاکاروں میں تو تو میں میں ہو۔ اس لئے انہوں نے اپنے دلی جذبات دباتے ہوئے بڑے دھیرج سے کہا۔

"جو تم کہتے ہو وہ کسی حد تک ٹھیک تو ہے۔"

اب کی پہلی بار گفتگو میں گوروجی نے میر صاحب کو تم کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اور جان بوجھ کر۔ "مگر۔ "تم" روپے پیسے کی حیثیت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہو۔ سچا کلاکار کبھی روپے پیسے کی پرواہ نہیں کرتا۔

میر صاحب کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آنے لگی۔ اسے دیکھ کر گوروجی رک گئے۔ بولے۔

"کیوں۔ کوئی غلط بات کہہ دی میں نے۔؟"

میر صاحب مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجہ میں بولے۔

"میں اس دن کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جس دن تم نے کبھی روپے لینے کے لئے انکار کیا ہو۔"

گورو جی چڑ گئے۔ شال کو کندھے پر پھینکتے ہوئے کہنے لگے۔

"کچھ بھی ہو۔ جی ضرور یہ چاہتا ہے۔ کاش سیٹھ جی میں کلا اور آرٹ کا گیان ذرا سا اور بھی ہوتا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ جو تم چاہتے ہو۔" میر صاحب نے جواب دیا۔

"اسی کے لئے تو ہم دونوں یہاں بلائے گئے ہیں۔ اور رات دن ایک کر رہے ہیں اس کوشش میں ......"

پھر گورو جی کے قریب جا کر میر صاحب نے آہستہ سے کہا۔

"بھوشن مہاراج زندہ رہنے کا یہی طریقہ ہے۔ کہ آجکل سیٹھ جی سے روپیہ اینٹھو۔ اور سچی تعریف دوسروں سے سنو۔ اور۔" ابھی میر صاحب کچھ اور کہنے والے تھے۔ کہ گورو بھوشن مہاراج نے انہیں چپ کراتے ہوئے اور اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"شش۔ ششش۔ چپ ہو جاؤ وہ آ رہا ہے۔"

اتنے میں سیٹھ ڈھیر و مل اپنے دو مصاحبوں کو دائیں بائیں بیں رکھتے ہوئے داخل ہوئے۔ قد چھوٹا۔ جسم پھولا ہوا۔ پیٹ کسی قدر بڑھا ہوا۔ چہرے پر طمانیت اور حماقت بھی کسی قدر اور تھوڑی سی چالاکی بھی۔ سیٹھ ڈھیر و مل نے اس وقت سر پر ایک پھولدار نائیٹ کیپ پہن رکھی تھی۔ جس کپڑے کی ٹوپی تھی اسی کپڑے کا بھڑک دار ریشمی گون بھی پہن رکھا تھا جو اس کی عمر اور قد کو دیکھتے ہوئے بالکل میل نہیں کھاتا تھا۔

گاؤن کے نیچے ہری ساٹن کا پائجامہ اور پاؤں بیں سلیم شاہی جوتے۔ عجیب بے ہنگم انداز بیں چلتے ہوئے سیٹھ ڈھیر و مل نے اندر آکر بے حد خوشی سے چاروں طرف دیکھا میر صاحب اور گوردھن راج کو مہذب دیکھ کر مسرور ہوا۔ اور آگے بڑھ کر ان سے زور زور سے مصافحہ کرنے لگا۔

"نمسکار ـــ نمسکار - آداب ارج ہے۔ جناب میر صاحب۔"

پھر سازندوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"آج تم لوگ کیا تا نا ٹوم ٹوم کرنے والا ہے۔"

میر صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"طمانا ٹوم کیا۔ ؟" میر صاحب کی آنکھوں بیں

وحشت آنے لگی۔ آج تک انہوں نے سنگیت کے لئے ایسے لفظ کبھی نہ سنے تھے۔ جی ہیں آیا کہ۔ مگر بس پی کر رہ گئے۔

سیٹھ جی کو گمان ہوا۔ شاید انہوں نے کوئی غلط بات کہدی ہے۔ بات بنانے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔

"آ۔ میرا مطلب ہے۔ تم کیا۔ یعنی آپ۔ لوگ آج کس جات کا میوزک اور ڈنیس (ڈانس) بانچیں گا۔ ؟"

ڈانس بانچنا سن کر گورو مہاراج نے منہ پھیر لیا۔ اسی میں خیریت تھی۔

میر صاحب نے جلدی سے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"ہم لوگ تو ایک عرصے سے آپ کی راہ دیکھ رہے تھے سیٹھ جی۔"

سیٹھ ڈھیر دل نے اپنی پھولدار ٹوپی سر سے اتار کر اس کے اندر دیکھا۔ پھر اسے اپنے سر پر رکھ لیا۔

"مجھے افسوس ہے۔ بہت افسوس ہے۔ آپ کو میرے لئے بہت انتجار کرنا پڑا۔ مجھکو باتھ روم میں بہت دیر ہو گئی۔"

اتنا کہہ کر سیٹھ ڈھیر دل نے ایک ڈکار لیکر اپنے

گول گول پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ پھر خوشی سے کھل کر گوروجی سے مخاطب ہو کر بولے۔

"پھر رحمان ٹیلر ماسٹر نے یہ نیا گون مجھ کو بھیجا ہے۔ ہم نے سوچا آج اس کو پہن کر جنٹلمین کے مانق آپ کے سامنے آوے۔ ابھی تھوڑی دیر میں ایجنٹ (عزیز بخش) بکس بیٹلر ایک نواسوٹ ٹریائی کے لئے لانے والا ہے۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے۔" گوروجی ہاتھ جوڑ کر بولے "مسرت کا مقام ہے۔" میر صاحب نے لقمہ دیا۔

سیٹھ جی خوش ہو کر بولے۔

"تم دونوں ماسٹر لوگ ایجنٹ بکس کے آنے تک اُدھر ہی ٹھہرو۔ دیکھ کر بتانا۔ میں سوٹ پہن کر کیسا لگتا ہوں۔؟" میر جی کورنش بجالائے۔

بولے۔ "ہم ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں۔"

"آپ کی سیوا میں۔" گوروجی نے لقمہ دیا۔

سیٹھ ڈھیر دمل نے کچھ فخر سے کچھ شرماتے ہوئے اپنا گون دکھا کے کہا۔

"اس گون کا ڈیزائن میں نے خود بنایا ہے۔ کیسا لگتا ہے۔؟"

"غضب کا۔" میر صاحب بولے۔

"کلاتمک۔" گوروجی کہاں پیچھے رہنے والے تھے۔

سیٹھ نے کہا۔ "رحمان ٹیلر ماسٹر بولتا ایسے۔ آجکل جنٹلمین لوگ صبح میں ایسا ہی گون پہنتے ہیں۔"

"واقعی۔" میر صاحب غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"یہ گون آپ کی شخصیت پر بہت کھلتا ہے۔ لگتا ہے آپ ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔"

سیٹھ جی نے یکایک زور سے پکارا۔ "اودھو جی۔ مادھو جی۔"

اودھو جی۔ مادھو جی سیٹھ جی کے دونوں صاحب تھے۔ جو اس وقت سیٹھ جی کو میر صاحب اور گوروجی سے بات کرتے دیکھ کر ذرا دور جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ آواز سنکر دونوں بھاگے آئے۔ قریب آکر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ دونوں تقریباً ایک ساتھ بولے۔

"فرمائیے۔"

"کچھ نہیں۔" سیٹھ جی بڑی رسانیت سے بولے۔

"بس تو کھالی اِیہ دیکھنا تھا۔ کہ تم دونوں میری حاجری میں حاجر ہو کہ نہیں۔ جاؤ۔"

دونوں مصاحب واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔

سیٹھ جی نے گون کی پیٹی کھول کر اندر کا حصہ دکھایا سیٹھ جی نے گون کے اندر گہرے پیلے رنگ کے ریشم کی ایک عجیب سی چیز پہن رکھی تھی۔ جو دیکھنے میں قمیص بھی معلوم ہوتی تھی اور بلاؤز بھی۔ سیٹھ جی نے اسے دکھلاتے ہوئے پوچھا۔

"اور یہ قمیص کیسا ہے۔؟"

"آپ کا مطلب اس بلاؤز سے ہے۔" میرو جی نے پوچھا۔

"آن۔ یہ بلاؤج۔ رات کو اس گون کے اندر سب بڑے لوگ آج کل یہی پہنتے ہیں۔ کیسی ہے۔"

"سندر۔ اتی سندر۔" گورو جی مسکرائے۔

"خوبصورت۔ بے حد خوبصورت"

میرو جی نے چٹکی بھر کے کہا۔ "واہ۔"

سیٹھ جی نے پھر ایک صاحب کو آواز دی۔

"اے۔"

فوراً ایک صاحب دوڑا ہوا آیا۔ سیٹھ جی نے اسے دیکھ کر کہا۔

"تم نہیں۔ دوسرا۔"

دوسرا مصاحب بھی آگیا۔ تو سیٹھ جی بولے۔

"میرا ڈریسنگ گون اتار دو جی۔"

دونوں مصاحب فوراً ڈریسنگ گون اتارنے میں جٹ گئے۔ ڈریسنگ گون اتار کر دونوں مصاحبوں نے آدھا آدھا گون اپنے پاس سنبھالے رکھا۔ یعنی جو حصہ جس نے اتارا تھا وہ اس نے پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں رکھ لیا۔ دوسرے مصاحب نے بھی یہی کیا۔

ڈریسنگ گون اتارنے کے بعد سیٹھ جی نے اپنی چھبی دونوں استادوں کو دکھائی اور بولے۔

"اب میں کیسا لگتا ہوں۔"

اس کے بعد سیٹھ جی مڑ گئے۔ اور اپنی پیٹھ بھی دکھانے لگے۔

تھل تھل کرتی ہوئی بھاری کولہوں والی پیٹھ دیکھ کر میر صاحب حیرت میں غوطہ کھاتے ہوئے بولے۔

"سرکار ایسی پیٹھ تو میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

گورو جی بولے۔

"بھارت ورش کا پورا اتہاس اس پر لکھا جا سکتا ہے۔"

اب سیٹھ جی کو جا کے کہیں اطمینان ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ڈکار لے کر بے حد طمانیت سے کہا۔

"اچھا۔ اب تم لوگ اپنی تا نا ری ری شروع۔"

میر صاحب نے فوراً تالی بجا کر اپنے سازندوں سے کہا۔

"تم لوگ تیار ہو جاؤ۔"

دراصل گورو جی پہلے اپنے ناچ کا آئٹم دکھانا چاہتے تھے۔ مگر میر صاحب تالی بجا کر بازی لے گئے۔

گورو جی زہر کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔

میر صاحب نے اشارے سے نظیر ناروی کو اپنے پاس بلایا۔ اور سیٹھ جی کی طرف دیکھ کر بولے۔

"سب سے پہلے ان سے ملاقات کیجئے سیٹھ جی۔ یہ میرے شاگرد جناب نظیر ناروی ہیں۔ انہوں نے میری دھن پر جو غزل لکھی ہے۔ وہ ابھی آپ کو سنائی جائے گی۔ جناب نظیر ناروی۔"

سیٹھ جی نے بے حد خوش ہو کر نظیر ناروی سے ہاتھ ملایا۔ اور ان کا ہاتھ جھلاتے ہوئے بولے۔

"آپ ناروے کے رہنے والے ہیں۔ ؟ ہیں جی۔ تب تو آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ ادھر ناروے سے

ہم بہت پیر منگاتا ہے۔ ڈگ جارسن کی کمپنی سے آپ ناروے کے رہنے والے ہیں تو ان کو ضرور جانتے ہوں گے۔

مسٹر ڈگ جارسن کو۔؟"

بیر جی فوراً تصیحح کرتے ہوئے بولے۔

"نہیں سیٹھ جی۔ یہ یورپ کے ملک ناروے کے رہنے والے نہیں ہیں۔ اپنے ادھر کے قصبے ناروے کے رہنے والے ہیں۔"

سیٹھ جی نے فوراً ہاتھ چھوڑ دیا۔ کسی قدر حقارت سے نظیر ناروی کی طرف دیکھ کر بولے۔

"اوہ ــــ تو ایک گجل لکھنے کے لئے آپنے ایک شاگرد کو کیوں رکھا۔

آپ تو خود استاد ہیں۔ آپ نے خود گجل کیوں نہیں کہی۔"

میر صاحب بولے۔

"یہ شاگرد کا لفظ تو میں نے ازراہ تکلف استعمال کیا ہے۔ دراصل آج کل کے شاگرد اتنا ہی جانتے ہیں۔ جتنا کہ استاد۔

"پھر فوراً سنبھل کر بولے۔" یعنی قریب قریب اتنا ہی۔ پھر فوراً انہیں تشریح کرنا پڑی۔ کیونکہ انہوں

نے سوچا۔ کہ کہیں اگر میں نے استاد شاگرد کو ایک ہی بریکیٹ میں رکھ دیا تو کل کلاں کو سیٹھ جی میری جگہ پر کہیں نظیر ناروی کو نہ رکھ لیں۔ اس لئے بات بڑھاتے ہوئے بولے۔

"قریب قریب اتنا ہی۔ یعنی بس ایک انچ کی کمی رہ جاتی ہے۔ اور وہ ہم استاد لوگ کبھی نہیں بتاتے۔ ہی ہی ہی۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔"

"خیر اب آپ ان سے سنئے۔"

"کیا بولا آپ نے گجل ہے کہ کوالی۔؟"

"ہے تو غزل مگر قوالی کی دھن پر ہے۔"

"ہاں آج کل سب بڑا بڑا لوگ کوالی سنتا ہے۔ اور سر دھنتا ہے۔ یہ آپنے بہت اچھا کیا جو گجل کو کوالی کی دھن میں باندھ دیا۔ سناؤ جی۔ نجیر نوری صاحب۔ بولو گجل اپنی۔"

نظیر ناروی نے جھک کر آداب بجالاتے ہوئے کہا۔

"عرض کرتا ہوں۔"

"ٹھہرو۔"

سیٹھ جی دیوان پر بیٹھ گئے تھے۔ پہلو بدل کر بولے۔

"میں اپنا گون پہن لوں۔"

دونوں صاحبوں نے گون پہنانا شروع کر دیا۔ کافی

محنت کے بعد جب ان کے بھاری بدن پر گون فٹ کیا گیا۔ تو سیٹھ جی ایک لمبی سانس لے کر بولے

"ہاں اب سناؤ۔"

نبطر ناروی نے پھر آداب بجایا۔ بولا۔

"عرض کیا ہے۔"

"نہیں ٹھہرو۔" سیٹھ جی نے چونک کر کہا۔"میرے خیال سے گون اتار کے ہی ٹھیک سے سن سکونگا۔"

سیٹھ جی کے مصاحب اب پھر گون اتارنے میں لگ گئے۔ پانچ سات منٹ کے بعد جب گون اتر کر پھر مصاحبوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ تو سیٹھ جی کی جان میں جان آئی۔ پرسکون لہجہ میں بولے۔

"ہاں اب سناؤ۔"

"نبطر ناروی نے پھر آداب کیا۔

بولے۔ "عرض کیا ہے۔"

داماں تار تار ہے

دل سخت ہے

نبطر ناروی نے ابھی پہلا ہی مصرعہ کہا تھا۔ کہ سیٹھ جی اپنی جگہ پر کسمسا کر بولے۔

"میرا خیال ہے میں اسے پہن ہی لوں۔ لاؤ مجھے

واپس دو۔"

نظیر نا روی زہر کا گھونٹ پیکر رہ گئے۔

مصاحب پھر وہی گون سیٹھ جی کو پہنانے لگے۔

اب کی مرتبہ سیٹھ جی نے گون پہن کر اسے اتارنے کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے نظیر نا روی کو غزل کا پہلا شعر سازندوں کے ہمراہ گانے کا موقع مل گیا۔

نظیر نا روی نے بہت عمدہ آواز پائی تھی۔ اس پر میر صاحب کنڈکٹر کی طرح بازو پھیلا پھیلا کر سازندوں کو آرکسٹرا کی طرح رہنمائی کرتے ہوئے خاصے مضحکہ خیز معلوم ہو رہے تھے۔ مگر سیٹھ جی بڑے دھیان سے غزل سن رہے تھے۔

"عرض کیا ہے سیٹھ جی۔"

داماں "نا رنالہ ہے۔ دل سخت سخت ہے

تقریر عشق زہرہ دشاں کتنی سخت ہے۔

سیٹھ جی فوراً چلا پڑے۔ "اجی یہ کمبل تو بہت سخت ہے۔ سچ مچ اسے سن کر تو مجھے نیند آنے لگی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔ میر صاحب کہ تم اس کو تھوڑا سا ادھر ادھر سے کھینچ کھانچ کے ایک پھڑکتی ہوئی کوالی نبا دو۔"

میر صاحب نے سازندوں کو مسلسل بجاتے رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ آگے تو سنئے۔"

نیلبر نارودی نے دوسرا شعر گایا۔

ہونٹوں کی تازگی ہے بہاروں کا زادِ راہ
آنکھوں کا حسن چاند ستاروں کا رخت ہے

پھر تیسرا۔ پھر چوتھا..........

"سایہ نہ کوئی شاخِ ثمردار ہے کہیں
کتنا عجیب تیری دعا کا درخت ہے
پنبہ بگوش کس لئے رہتی ہے مرگ بھی آوازِ ساز
زیست کی شاید کرخت ہے۔"

مگر ہر شعر پر سیٹھ جی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے نیلبر نارودی کو قطعے تک نہ پہنچنے دیا ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"بہت سخت ہے۔ بہت سخت ہے کیسی دھن ہے اس کی رے۔؟"

میر صاحب نے مسکراتے ہوتے ہوئے کہا۔

"سرکار دھن غزل کے مصرعے سے لگ کر ہی تو چلے گی۔"

"اے مگر یہ تو بہت کر کے ٹھس اور بھاری ہے۔"
پھر سیٹھ جی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑی اداسی سے بولے۔
"یہاں آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ بہت برس ہوئے ہیں
نے ایک کوالی سنی تھی۔ اپنے قصبے والے ہیں۔ ادھر ایک بجار
میں ناچنے والی آئی تھی۔ اس نے سنائی تھی۔ کیا بول تھے۔
کیا بول تھے۔ ٹھہرو۔ یاد کر لوں تو سناؤں۔
"ہوں۔ سنو۔"
میر صاحب۔ اور گورو جی۔ نظیر ناروی اور تمام سازندوں
سے ہمہ تن گوش ہو گئے۔
سیٹھ جی نے گانا شروع کیا۔
"مان مان میری جان۔ تو میری شان
میں تری جان مان مان ....
سیٹھ جی مہک کر اپنی پھٹی ہوئی آواز میں
گانے لگے۔ ساتھ میں میر صاحب کی طرح سازندوں کو اشارہ
کرنے لگے۔ بیچارے سازندوں نے سیٹھ جی کی آواز کا ساتھ
دینے کی بہت کوشش کی۔ مگر بے سود۔ ساز کہیں جا رہے تھے۔
سیٹھ جی کی آواز کہیں اور۔ تھوڑی دیر کے بعد سیٹھ جی کا
دم پھول گیا۔ ہانپنے لگے۔ رومال سے پسینہ پونچھ کر بولے۔
"کیسی رہی۔؟"

میر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"ایسی جذباتی قوالی میں نے آج تک نہیں سنی۔ دل کے تاروں کو چھو لیتی ہے۔"

"اور کیا آواز پائی ہے آپ نے۔"

نظیر نارودی نے حیرت سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

سیٹھ جی نے فخریہ انداز سے اپنے مصاحبوں کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولے۔

"مگر میں بولوں آپ کو۔ میں نے آج تک کسی سے گانا نہیں سیکھا۔"

"آپ کو سنگیت بھی سیکھنا چاہیئے۔"

میر صاحب فوراً بولے۔

"جس طرح آپ ڈانس سیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح آپ سنگیت بھی باقاعدگی سے سیکھئے۔ سنگیت اور نرت دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔"

"جی ہاں۔" گورو جی بولے۔

"دونوں مانو کی آتما میں کلا کا جادو جگاتے ہیں میر صاحب پھر اصرار کرتے ہوئے بولے۔

"ناچ تو آپ سیکھ ہی رہے ہیں۔ مگر چند ٹھمن بنے

کے لیے۔ ایک شریف مہذب انسان کہلانے کے لئے موسیقی کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

سیٹھ جی گھڑی دیکھ کر سر ہلا کے بولے۔

"مگر سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنی ساری چیزیں میں اکٹھا کیسے سیکھ پاؤں گا۔؟ ہیں جی۔؟ میرے پاس ٹیم کدھر ہے۔؟ ایک تو روز صبح میں گت کا سبق لیتا ہوں۔ پھر اب ایک پھلاسفر صاحب کو بھی میں نے نوکر رکھ لیا ہے۔ سنا ہے۔ آجکل ہائی کلاس سوسیٹی میں پھلاسفی بہت چل رہی ہے۔ کوئی ایک فلاسفر ہیں ایک سوتر صاحب، ہیں۔ دوسرے کومونتر۔"

نظر نادری نے تصحیح کی۔ "جی فرانس کے سارسٹر۔ بہت بڑے فلاسفر دوسرے کامو۔ وہ بھی بہت بڑے۔ بہت بڑے۔ ان کی فلاسفی۔"

میر صاحب نے سوچا یہ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ فوراً قطع کلام کرتے ہوئے بولے۔

"فلاسفی بے شک۔ بہت عمدہ ہے۔ مگر موسیقی جناب پھر موسیقی ہے گوروجی نے کہا۔

"موسیقی کے ساتھ تربیت بے حد ضروری ہے۔ مگر زندگی میں سنگیت سے بہتر کچھ نہیں۔"

"اچھی نرت سے بڑھیا کلا کوئی نہیں۔"

گوروجی کہاں پیچھے رہنے والے تھے۔

"سیٹھ جی میں کہتا ہوں۔" میر صاحب اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولے۔

"موسیقی کے بغیر یہ دنیا ایک دن نہیں چل سکتی۔"

"اور میں کہتا ہوں۔ گوروجی بولے۔ جو انسان نرت نہیں جانتا۔ وہ بیکار ہے۔ محض بیکار ہے۔"

میر صاحب نے گھور کر گوروجی کی طرف دیکھا۔ گوروجی بھی پلٹ کر اسی طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میر صاحب کی طرف دیکھتے رہے۔ اب دونوں میں ٹھن گئی۔ میر صاحب بولے۔

"اس دنیا میں اب تک جتنے جھگڑے ہوئے ہیں۔ جتنی جنگیں ہوئی ہیں۔ ان کی وجہ صرف وہ لوگ تھے۔ جو سنگیت نہیں جانتے تھے۔ ہلاکو کو لیجئے۔ چنگیز کو لیجئے۔ ہٹلر کو لیجئے۔ یہ لوگ موسیقی سے کورے تھے۔" گورو مہاراج بولے۔

"سیٹھ جی۔ میں کیول اتنا جانتا ہوں۔ ہماری ساری ورگھٹنائیں۔ اتہاس کی ساری بربادیاں۔ سیاسی لیڈروں اور نیتاؤں کی ساری کمزوریوں کی جڑ ہے۔ نرت سے ناواقفیت۔"

"وہ کیسے جی۔؟" سیٹھ جی ایکدم بول پڑے۔

میر صاحب فوراً بیچ میں کود پڑے۔ "دیکھیے سیٹھ جی جنگ کیا اس وقت شروع نہیں ہوتی ہے۔ جب انسانوں اور ان کی قوموں کا باہمی توازن بگڑتا ہے۔ جب وہ ایک تال یا سُر میں نہیں رہتے۔"

"ہیں جی۔؟" سیٹھ جی غور کرتے ہوئے بولے۔

"یہ تو تم ٹھیک بولتے ہو۔"

"اور سیٹھ جی۔ فوراً گورو جی بولے۔

"اور سیٹھ جی جب کوئی آدمی بھاری غلطی کرتا ہے۔ گھر پر۔ یا راج نیتی۔ یا جنگ میں۔ تو کیا ہم یہ نہیں کہتے کہ اس نے یہ غلط قدم اٹھایا۔

"ہاں کہتے تو ہیں۔"

میر صاحب بولے۔ "سیٹھ جی۔ اگر ساری دنیا کے لوگ سنگیت سیکھ لیں تو ان کی قومیں کبھی بے سری نہ ہوں۔ اور جب وہ بے سری نہ ہوں گی۔ ایک تال میں چلیں گی تو باہمی توازن کبھی نہ بگڑ پائے گا۔ جنگ کبھی نہ ہو گی۔"

"اور غلط قدم انسان وہی اٹھاتا ہے۔ جو نرت کلا سے واقف نہیں ہوتا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہر آدمی کیلئے نرت کا گیان بہت ضروری ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ بالکل ٹھیک۔" سیٹھ جی سر

ہلا کے بولے ۔ "تم دونوں بالکل ٹھیک کہتے ہو۔"

"تو سیٹھ جی آپ سمجھ گئے۔ کہ سنگیت اور نرت دونوں کا گیان آپ کو ہونا چاہیئے۔" گورو جی مہاراج نے گویا دلائل کے جھگھٹے میں آخری کیل گاڑ دی۔

"بالکل۔ بالکل۔ بالکل۔" سیٹھ جی ہاں میں سر ہلا کے بولے۔

میر صاحب نے کہا۔ "نواب اجازت دیجیئے تاکہ ہم دونوں اپنا اپنا پروگرام آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔ پہلے میں آپ کے سامنے درباری کی ایک چھوٹی سی چیز پیش کرتا ہوں۔"

"درباری۔ ؟" سیٹھ جی چونکے۔

"جی ہاں آپ جیسے بڑے سیٹھ کے سامنے درباری سے کم کوئی چیز کیسے پیش کی جا سکتی ہے۔ بڑے بڑے راجاؤں مہاراجاؤں نوابوں حتیٰ کہ مغل بادشاہوں کے دربار میں بھی یہی درباری گائی جاتی تھی۔ اس کا ٹھاٹ بھی شاہی ہے۔ جبھی تو اس کو درباری بولتے ہیں۔"

"تب تو ضرور سنیں گے۔ درباری۔"

سیٹھ جی نے فخر اور غرور سے ملے جلے جذبات سے اپنے مصاحبوں کی طرف دیکھا۔ اور آلتی پالتی مار کر ایک مغل شہزادے کی طرح سامنے تخت پر بیٹھ گئے۔ اور اپنے دونوں

مصاحبوں اودھو جی۔ اور یادھو جی۔ کو دائیں۔ بائیں کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ اور بولے۔

"تو لگاؤ درباری۔" سیٹھ جی نے سوچا جیسے دربار لگتا ہے۔ ویسے ہی درباری بھی لگتی ہوگی۔

میر صاحب نے درباری شروع کی۔

"اے ری۔ میری تال کٹوری۔۔۔ نیپاں بھرن گئی۔ سکھیاں سنگ گگر یا موری پھوری۔ کمبخت بالم آ آ آ۔ ای ای ای او او و......."

میر صاحب راگ الاپتے رہے۔ سازندے ساز بجاتے رہے۔ سیٹھ جی غلط سلط تال دیتے رہے یکایک سم پہ آکر میر جی نے توڑ دیا۔ اور چپ ہو گئے۔ سیٹھ جی ابھی تال دے ہی رہے تھے۔ اس لئے کچھ مایوس ہو کر بولے۔

"ایں۔ کیا ختم ہو گیا۔؟"

"جی ہاں۔" میر صاحب نے کہا۔ اور داد طلب نگاہوں سے سیٹھ ڈھبرومل کی طرف دیکھنے لگے۔

سیٹھ جی کی سمجھ میں تو خاک نہ آیا۔ مگر دانت نکوس کر بولے۔"

"اچھا تھا۔ اچھا تھا۔" پھر ایکدم سر ہلا کے۔

"بہت اچھا تھا۔"

میر صاحب ابھی کچھ اور شروع کرنے والے تھے۔ کہ گوروجی نے بے صبری سے کہا۔

"اب پرستت ہے کتھک کا ایک آئیٹم۔"

"کتھا۔" سیٹھ جی حیران ہو کر بولے۔

"کیا کتھا کرنے چلے ہو رامائین کی۔ یہ کون سا ٹائیم ہے۔"

"کتھا نہیں سیٹھ جی کتھک۔ یہ ناچ کی ایک قسم ہے۔"
میر صاحب نے سمجھایا۔

"اور بہت سندر ہے۔" گوروجی بولے۔ "دیکھتے جائیے۔"

اس پہ گوروجی نے اپنے سازندوں کو ہوشیار کیا۔ جو اب تک تقریباً اونگھ ہی چکے تھے۔ اور جلدی جلدی سے گھنگرو باندھ کر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔

کتھک یہ آئیٹم کچھ اس قسم کا تھا۔ جیسے شو کا تانڈو نرت یا کسی گوالے کا پرمسرت رقص۔ اس میں بہت اچھلنا کودنا تھا۔ اور خاص طور پر ٹانگیں بار بار اٹھا کر انہیں گھمانا ہوتا تھا۔ گوروجی رقص کرتے کرتے لمبی ٹانگوں کو بار بار اٹھا کر سیٹھ جی کی طرف اس انداز سے گھماتے کہ سیٹھ جی پریشان ہو کر پیچھے ہٹ جاتے۔ انہیں ہر بار یہ خیال ہوتا کہ اب لات ان کے منہ پر آ کے لگی۔ کہ اب لگی۔ مگر چونکہ معاملہ کلچر کا تھا۔ اور سیٹھ جی پر آج کل

کلچر ہضم کرنے کا شوق چرایا تھا۔ اس لئے گورو جی کو کتھک بھی
بند کرنے کے لیئے نہ کہہ سکتے تھے ۔ اور نہ خود پیچھے ہٹ سکتے تھے۔
طوہاً کرہاً اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ اور جب ناچ ختم ہوا۔ تو ذرا
اطمینان کا سانس لے کر تالی بجا کر بولے۔

"ہاں یہ بھی بہت مجے دار تھا۔ مگر کچھ۔ بیئر تھا۔" پھر
رک کر بولے۔

"ایک دن ہور اگڑھ کی رانی جی کو ہم کھانے پر بلائیں گے۔
اس موقع پر تم دونوں اپنا پروگرام دینا۔ ہیں جی۔؟"

"سب ٹھیک ہو جائیگا سیٹھ جی۔ بہت بڑھیا پروگرام
دیں گے۔"

میر صاحب بولے۔ "مگر یہ کافی نہیں ہے سیٹھ جی۔ آپ
جیسے بڑے آدمیوں کو جو صحیح معنوں میں کلا کے سرپرست کہے جا سکتے
ہیں۔ آپ کو تو ہر ہفتے اپنے گھر پر سنگیت کی ایک بڑی محفل رکھنی
چاہیئے۔" میر صاحب نے مشورہ دیا۔

"کیا جنٹلمین لوگ ہر ہفتے ایسا ہی کرتے ہیں۔" سیٹھ جی
نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" گورو جی بولے۔

"اور سنگیت کے ساتھ نرت کی بھی محفل ہونی چاہیئے۔"

"تب تو ہووے گی جرور۔"

سیٹھ جی سر ہلاتے ہوئے بولے۔ "ہر بدھ وار کو رکھیں گے ایسی محفل۔"

"اور ہر منگل کو ایک مشاعرہ بھی ہو۔" نظیر ناروی نے بھی اپنا رنگ جمانا چاہا۔

"تم سے کہا ہے بڑے آدمیوں کی باتوں میں نہیں بولتے۔" میر صاحب نے اسے فوراً ڈانٹ دیا۔ کم بخت یہ نظیر ناروی اپنا الگ سے رنگ جمانا چاہتا ہے۔ مگر میں نے نہ جمنے دیا۔ کوئی ایسی کچی گولی نہیں کھیلے ہیں۔ ہم۔ میر صاحب نے سوچا۔ پھر ڈانٹ کر اس سے کہا۔

"اب آپ کا کام ختم ہو چکا ہے۔ تشریف لیجائیے۔" نظیر ناروی بے چارہ بالکل جھینپ گیا۔ چند لمحے سر جھکائے کھڑا رہا۔ پھر آہستہ سے سلام کر کے رخصت ہو گیا۔

اس کے جاتے ہی میر صاحب نے جیب سے کاغذ پنسل نکال کر کہا۔

"ہاں تو سیٹھ جی اگلے بدھ وار کا پروگرام طے ہو جائے۔ اس کے دس سازندوں اور چار گویوں کو بلانا ہوگا۔ ایک ستار بجانے والا۔ دو گٹار بجانے والے۔ دو پکھاوج والے۔ ایک مرِدنگ والا۔ دو تانپورے والے۔"

گورو جی بیچ میں بول پڑے۔ "اور مس جے مالا میرے

ساتھ ناچنے کے لئے ۔ رادھا کرشن کا ناچ ہو گا اس دن۔ اور ہاں
ایک ڈھولک اور ایک طبلے والا۔"

سیٹھ جی بولے۔ " اور دو شنکھ بجانے والے۔"

" بالکل ۔ " سیٹھ جی نے اہمیت بھرے لہجہ میں کہا۔
"بچپن میں۔ میں جس لگی ہیں۔ آ ۔ میرا مطلب ہے۔ جس بنگلے میں
ہم رہتے تھے اس کے سامنے ایک مندر تھا ۔ اس میں دو پجاری
بہت اچھا شنکھ بجاتے تھے ۔ اور آرتی کرتے تھے ۔ وہ آواز مجھکو
اب تک یاد ہے۔ کچھ ایسا بجاتے تھے اتنا کہہ کر سیٹھ جی نے دونوں
ہاتھ ایک خاص پوز میں اپنے منہ پر رکھ لئے۔ اور لگے شنکھ کی
آواز نکالنے۔ جو سارے ڈرائنگ روم میں گونج گئی ۔ سیٹھ جی
کے چہرے پر بچوں کی سی پرمسرت کیفیت طاری ہو گئی ۔

شنکھ بجاتے بجاتے ان کا دم پھول گیا۔ میر صاحب
پر بھیانک ردعمل تھا۔ مگر وہ کسی طرح اپنے جذبات چھپا کر بولے۔

" وہ سب ٹھیک ہو جائے گا ۔ ہم پر چھوڑ دیں ۔ "

"جی ہاں ۔ "گورو جی نے تائید فرماتے ہوئے کہا۔" ہم
دونوں ملکر عمدہ پروگرام طے کریں گے ۔ بیچ بیچ میں ڈانس کے توڑے
" توڑے ؟ واہ ۔ واہ توڑوں کا تو میں رسیا ہوں۔ " سیٹھ جی
لہک لہک کر بولے ۔

"جرا میرا ناچ دیکھو۔ جو میں گورو جی سے سیکھتا ہوں۔

ہیں جی - ؟ میر صاحب جی - ؟ دیکھو جرا ا مارا ناچ۔" پھر گورو جی سے مخاطب ہو کر بولے۔

" چلو گورو جی ہمکو رہرسل کراؤ۔"

گورو جی نے سیٹھ جی کے بھاری موٹے بدن کو ڈرائنگ روم کے بیچ ایک پوز دیا۔ اور لگے ریہرسل کرانے۔ بیچ بیچ میں خود ہی ٹھمرے بولتے جاتے تھے۔ اور مشورہ دیتے جاتے تھے۔" تک تک تھیا۔ تک تھیا۔ تھیا تھیا تک تھیا۔ تک تھیا۔ تھیا تھیا تک تھیا۔ کندھے یوں نہ ہلاؤ بھیا۔ دھنا دھنا دھن دھن دھن۔ تاک دھنا دھنا دھن۔ کدھر جاتا ہے تمہارا بدن ایک دو۔ تین۔ چار۔ ایک .... دو...... تین ..... چار۔ سراونچا سینہ باہر۔ کرت گنجا۔ کرت گنجا۔ کرت گنجا۔ ناک سیدھا۔ تبسم رکھو سیدھا ..... سیدھا ...... سیدھا۔"

سیٹھ جی اپنی پھولتی ہوئی سانس زور سے باہر پھینک کر بولے۔

" نو۔"

اور دھم سے ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

گورو جی نے تالی بجا کر سم پر ختم کیا۔ بولے۔

" اچھا چل رہا ہے۔ اچھا۔ اچھا ...... اسی طرح پریکٹس کرنے سے اور بھی اچھا ہو جائے گا۔ مگر وقت لگتا ہے

اس ہیں۔"

یکایک سیٹھ جی کو کچھ یاد آیا ایکدم گھبرا گئے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گوروجی اور میر صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔

"مجھے یاد آیا جب رانی جی یہاں آویں گی۔ توان کو پرنام کیسے کیا جاوے گا۔"

گوروجی نے کچھ کہنے سے پہلے اپنے سازندوں کی طرف دیکھا۔ اور بولے۔

"تم لوگوں کا کام ختم ہوگیا۔ اب تم جاؤ۔"

میر صاحب نے بھی اپنے سازندوں کو چلتا کیا۔ جب دونوں ٹولیاں اٹھ گئیں۔ تو گوروجی نے بڑی ادا سے دونوں ہاتھ پھیلا کر پھر انہیں قریب لاتے ہوئے۔ بڑی بانکی ادا سے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرنے کا ڈھنگ بتایا۔ مگر سیٹھ جی کے چہرے پر ناپسندیدگی کے گہرے آثار نمودار ہونے لگے۔ بولے۔

"نہیں جی۔ آجکل ایسا نہیں ہووے ہے۔ آج کل تو پہلے ایک پاؤں پیچھے ہٹاتے ہیں۔ پھر وہ تین بار آگے بڑھ کر جھک کر ہاتھ کو ماتھے تک لیجاوے ہیں۔ آجکل ہائی سوسیٹی میں یہی چلتا ہے۔" میر صاحب بولے۔

"میں بتاتا ہوں۔ میں بتاتا ہوں۔ سیٹھ جی۔ کورنش بجالانے کا طریقہ کچھ اور ہی ہے۔ مگر پہلے یہ بتایئے۔ وہ ہے کون۔؟

میرا مطلب ہے۔ اس کی حیثیت اور مرتبہ کیا ہے۔ آداب حیثیت اور مرتبے کے حساب سے بدلتا رہتا ہے۔ سیٹھ جی۔ اس لئے آپ کو بتانا ہوگا۔"

سیٹھ جی بولے۔ "ہورا گڑھ کی رانی جی ہیں۔ بڑبابائی۔ اور کون ہوسکتی ہیں جی۔ !"

میر صاحب نے سر ہلا کے کہا۔ "وہ ہیں۔ تو بڑی عزت سے کورنش بجالانا چاہیئے۔ پہلے یوں ایک بار پیچھے ہٹیے پیچھے ہٹ کر پھر آگے جایئے۔ تین قدم لیجئے۔ ایک۔ دو۔ تین تیسرے قدم پر جھک جایئے۔ ذرا سا جھک کر۔ دائیں ہاتھ کو اٹھا کر ماتھے کے ذرا نیچے لیجا کے تین بار ہلا کر آداب کہیئے۔" میر صاحب نے کر کے دکھایا۔ اور اس قدر پھرتی اور مشاقی سے کہ سیٹھ جی دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔ بالکل بھونچکے ہو کر بولے۔

"ایں۔ ! پھر کر کے دکھاؤ جی۔"

میر صاحب نے دو تین بار کر کے دکھایا۔ پھر بولے۔

"اب آپ پریکٹس کیجیئے۔"

سیٹھ جی کورنس بجالانے کا طریقہ سیکھنے کے لئے اٹھے ہی تھے۔ کہ اتنے میں مادھو جی باہر سے آئے۔ تیزی سے چلتے ہوئے آئے۔ اور سیٹھ جی کے قریب آکے بولے۔

"حضور گت کا ماسٹر آپ کا باہر لان میں انتظار کر رہے ہیں۔"

"انہیں یہیں لے آؤ۔ آج گنتکے کا سبق ادھر ہی سیکھیں گے ہم۔"

"جی بہت اچھا۔"

جب مادھوجی اور ان کے ساتھ اودھوجی بھی باہر چلے گئے۔ تو گوردوجی نے حیرت زدہ ہو کے پوچھا۔

"گنتکا کیوں سیکھ رہے ہیں آپ۔؟"

سیٹھ جی بولے۔

"دیکھتے نہیں ہو۔ملک بھر میں آجکل دنگا فساد ہو رہا ہے۔ کہیں پر ہندو مسلمان کا جھگڑا ہے۔ کہیں پر مجور اور مل مالک کا لفڑا ہے۔ کہیں پر ٹھیکیدار اور اس کے گینگ مینوں کا رگڑا ہے۔ اس واسطے میں گتکا سیکھتا ہوں۔ سنا ہے جس آدمی کو گتکا آوے ہے۔ وہ ایکدم بیس پچیس گنڈوں کو پچھاڑ کے نکل جاوے ہے۔"

سیٹھ جی ابھی اسی طرح گوردوجی کو گتکے کے گن سمجھا رہے تھے۔ کہ سامنے سے گتکا ماسٹر آتے دکھائی دیئے۔ گہرا سانولا رنگ اکہرا بدن۔ سیدھے فوجی انداز میں کھڑے ہونے کا ڈھنگ ہٹلر ٹائپ مونچھیں جسم سے عجیب سی بو آ رہی تھی۔ نیکر پہنے تھے۔ ان کے دائیں بائیں اودھوجی اور مادھوجی دو لاٹھیاں لئے چل رہے تھے۔

گتکا ماسٹر نے اندر آتے ہی سر کی خفیف سی جنبش لیکر

حاضرین کو سلام کیا۔ اور ادھو جی کے ہاتھ سے ایک لاٹھی لی۔ اسے کچھ کہے بغیر سیٹھ جی کے ہاتھ میں دے دیا۔ دوسری لاٹھی مادھو جی کے ہاتھ سے لے کر خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ گورو جی اور میر صاحب دونوں نے جلدی سے یہاں سے کھسک جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ مگر سیٹھ جی نے انہیں روک دیا۔ اور اپنے گتکے کی مشاقی دیکھنے کے لئے ٹھہرا لیا۔ اور گتکا ماسٹر سے پریکٹس شروع کرا لینے کے لئے کہہ دیا۔

گتکا ماسٹر نے لاٹھی گھماتے ہوئے کہا۔

"پہلے نمسکار (لاٹھی سے)

یوں۔ پھر۔ جسم سیدھا۔ شریر کا بوجھ بائیں پیر پر۔ ٹانگیں زیادہ کھلی ہوئی نہیں۔"

سیٹھ جی نے فوراً پاؤں اندر کئے۔

"پاؤں ایک لائین میں۔" سیٹھ جی نے جلدی سے پاؤں ایک لائین میں کرنے کے لئے اور بھی ٹیڑھے کر لئے۔ گتکا ماسٹر بولے جا رہا تھا۔ اور سیٹھ جی غلط ایکشن کئے جا رہے تھے۔

"لاٹھی کا نچلا سرا کولھے سے لگا ہوا رکھو۔ اوپر والا سرا کندھے تک لیجاؤ۔ کندھے سے باہر۔ باہر اندر نہیں۔ دایاں ہاتھ آنکھ تک اونچا اٹھاؤ۔ سر تک نہیں آنکھ تک۔ بایاں کندھا ٹیڑھا مت کرو۔ تھوڑا اور ٹھیک کمر۔ تھوڑا اور۔ سرا اونچا۔ نیچے کہاں گھسے ہو۔ چہرے پر سختی لاؤ۔ بھدے ندوبن

غائب کر دو۔ آگے بڑھو۔ یوں جھول جھول کر مست ہاتھی کی طرح مت چلو۔ پہلے آڑا وار پھر ترچھی دھار۔ آخر میں کھٹک کی مار۔ یاد رکھو۔ پہلے آڑا وار۔ پھر ترچھی دھار آخر میں کھٹک کی مار ایک دو۔ ایک دو۔ کھٹ کھٹ۔ پیچھے ہٹ۔ ایک دو۔ ایک دو بدن سیدھا۔ بدن سیدھا۔ پیٹ اندر۔ پیٹ اندر۔ پیٹ اندر۔

سیٹھ جی ہانپتے ہوئے بولے۔

"اس سے زیادہ اندر نہیں جا سکتا۔"

پھر لاٹھی پھینک دی اور سانس زور سے باہر نکال کے بولے۔

"فو۔"

ان کے ہونٹوں پر جھاگ تھا۔ اور بدن پسینے میں تر بتر ادھر جی۔ مادھو جی پسینہ پونچھنے میں لگے۔ گتکا ماسٹر بولے۔

"بہت اچھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ تھوڑی سی پریکٹس کی ضرورت ہے۔ جیسا میں نے آپ کو بتایا ہے۔ گتکے کا سارا راز دو باتوں میں چھپا ہوا ہے۔ پہلا۔ خود مارو۔ دوسرا۔ دوسرے کو مت مارنے دو۔ جیسا اس دن میں نے پریکٹس کرتے ہوئے آپ کو دکھا کر ثابت کر دیا تھا۔ کہ اگر آپ گتکا جانتے ہیں تو

آپ کسی دوسرے کی لاٹھی - بھالے - تبر - تلوار - چاقو خنجر کا شکار نہیں ہو سکتے اگر آپ حملہ کرنے والے کی لاٹھی یا بھالے کی دھار کا رخ اپنی لاٹھی کی ہلکی سی حرکت سے اپنے جسم کی سیدھی لائین سے ذرا پلٹ دیں - یوں - کلائی کی ذرا سی حرکت سے کبھی باہر کو کبھی اندر کو - یوں - پہلے آڑا وار - دوسرا ترچھی دھار - تیسرا کھٹ کھٹ کی مار - "

گتکا ماسٹر نے تین چار بار کلائی موڑ کر - ہاتھ گھما گھما کر - لاٹھی کا رخ بدل کر - دکھایا - اور پھر پوچھا -

"سمجھ گئے - ؟"

سیٹھ جی بولے - "یعنی کہ اگر میں اس کو سیکھ جاؤں تو کوئی بڑے سے بڑا گنڈہ - بڑے سے بڑا پہلوان مجھکو نہیں مار سکتا - لیکن میں اس کو مار سکتا ہوں - ؟ ہیں جی - ؟"

گتکا ماسٹر بولا -

"کیا میں نے آپ کو گتکا چلا کے ثابت کر کے نہیں دکھایا ہے ؟"

"وہ تو دکھایا ہے - صاف دکھا دیا ہے - " سیٹھ نے ہاں میں سر ہلایا -

گتکا ماسٹر خوش ہو کے بولا -

"اسی لئے تو میں کہتا ہوں - کہ آج جبکہ ہمارا دیس چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے - آج ہر بھارتی کا فرض ہے کہ وہ

گتکا سیکھے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنا وقت سنگیت اور نرت اور اس
قسم کی واہیات باتوں میں ضائع کرے۔"

گورو جی ایک دم بھڑک کر بولے۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ اسے گتکا ماسٹر نرت کلا کا نام عزت
سے لو۔"

"اور فن موسیقی کا احترام بھی لازمی ہے۔"

میر صاحب نے گل میں سنوارے گتکا ماسٹر نے بڑی
تحقیر سے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا آپ گتکے ایسے فوجی کھیل کا مقابلہ اپنی ٹوں ٹاں
تھک تھیا سے کرنا چاہتے ہیں۔؟"

میر صاحب گورو جی سے بولے۔

"دیکھا آپ نے۔ اس گتکا ماسٹر کا مزاج اس وقت
عرش پر چلا جا رہا ہے۔"

گورو مہاراج ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولے۔

"اور سینہ کیسے پھلائے ہوئے ہے۔ جیسے کچرے کا ڈرم
گتکا ماسٹر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"خبردار۔ میری شان کے خلاف ایک لفظ اور منہ
سے نکالا تو ہوش ٹھکانے لگا دوں گا۔ نچنیئے۔" وہ گورو جی کی
طرف دیکھ کر بولا۔ "ایسا چکنی کا ناچ نچاؤں گا۔ کہ سچ مچ میر

چکر یاں کھانے لگو گے۔" پھر وہ میر صاحب کی طرف مڑا۔ اور بولا۔ "تم بھی اچھی طرح سے سن لو۔ گویئے۔ کان کھول کے سن لو۔ میرے ٹنکے کو کچھ نہ کہنا۔ ورنہ وہ پار چوٹ کی مار دوں گا۔ کہ ساتوں سر بھول جاؤ گے۔"

یہ بات سنکر گوروجی آپے سے باہر ہو گئے۔ جھلاکر بولے "اُف۔ اُف۔ تم جانتے نہیں ہو۔ میں کون ہوں۔ گورو بھوشن مہاراج۔ نرت کلا کے مہان کلاکار تم نے شاید میرا تانڈو نرت نہیں دیکھا ہے۔ وہ لات ماروں گا۔ کہ ساتوں پتال کھاتے نظر آؤ گے۔"

اب گوروجی کو برستے دیکھ کر میر صاحب بھی جلال میں آ گئے۔ آستین چڑھاتے ہوئے بولے۔

"اور تو جانتا نہیں ہے میں کون ہوں۔ سنگیت سمراٹ۔ موسیقار اعظم میر محمد مشتاق احمد خاں مجھے میں آ جاؤں تو ایسا سر لگاؤں۔ ایسا سر لگاؤں۔ کہ زمین پھٹ پڑے۔ آسمان دھک سے رہ جائے۔ اور تو۔ ہمارے منہ آتا ہے۔ سالے گوالے۔"

"کل تک دو پیسے میں دودھ بیچتا تھا۔" گوروجی بولے۔

"آج ٹکے کا ماسٹر بنا پھرتا ہے۔" سیٹھ جی گھبرا کر بولے۔ "ایسا مت کہو۔ ایسا مت کہو۔ یہ گت کا ماسٹر بہت بھیانک ہے اس کے آڑے وار اور ترچھی دھار اور کھٹک کی مار کا جواب نہیں ہے۔"

گورو جی نے انگلیاں نچا کر کہا۔

"ابجی چھوڑیئے۔ ایسے لٹھیا چلانے والے گنوار بہت دیکھے ہیں۔"

سیٹھ جی گھبرا کر بولے۔ "ناں ناں۔ ایسا مت کہو۔ بہت خوفناک ہے۔ مار ڈالے گا۔"

گتکا ماسٹر آگے بڑھ کر بولا۔

"کیوں بے رنڈیوں کے لے پالک۔"

"دتے۔" گورو جی نے جواب دیا۔

"دھاکڑ۔ میر صاحب گرجے۔"

"دھورت۔"

"دھولنیئے۔"

"گھس بیٹھئے۔"

سیٹھ جی نے بیچ بچاؤ کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"چھی۔ چھی۔ آپ جیسے مہذب لوگوں کو۔ کلچر کی شکشا۔"

گورو جی کا پارہ آسمان پر تھا۔ ہاتھ نچاتے ہوئے بولے۔

"گوبر کھانے والے گنوار۔"

گتکا ماسٹر نے دانت پیس کر کہا۔ "میری لٹھیا کے ایک

گورو جی لات اٹھا کے بولے۔

"میری لات کے ایک ہی وار سے۔"

"دیکھو۔ دیکھو۔ صاحبان۔" سیٹھ جی گھبرا کر بولے۔ "آپ تینوں شریف آدمی۔ یعنی جنٹلمین۔"

"ارے تیری بدھیاں بٹھا دوں گا۔ گنگا ماسٹر چلا کر میر صاحب سے کہنے لگا۔

"تیری کھال میں بھس بھر دوں گا۔" میر صاحب گرجے۔

"نہیں۔ نہیں۔ کلچرڈ لوگ اس طرح۔ ذرا میری سنو۔ جناب۔"

"ابھی اس کا مزاج درست کرنے دو سیٹھ جی۔" میر صاحب طنز بھرے لہجہ میں بولے۔

"جب تک یہ میرے کھنچے ہوئے ہاتھ دو چار کرارے گھونسے نہیں کھائے گا۔ اسے چین نہیں آئے گا۔"

"بھگوان کے لئے میر صاحب۔"

سیٹھ ڈھیر دل ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے۔

"میر صاحب ہمارا اپنا مجاز انتا گرم مت کرو۔"

عین اسی وقت پر ایک انتہائی دبلا پتلا آدمی گور و جی سے بھی آدھا۔ مگر قامت میں تاڑ کے پیڑ کی طرح لمبا۔ آنکھوں پر چشمہ لگائے۔ بغل میں بہت سی کتابیں دابے۔ داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر جیسے سیٹھ جی کی جان میں جان آگئی۔ تھل تھل کرتے بھاگتے ہوئے ہانپتے ہوئے اس کے پاس گئے اور بولے۔

"بہت اچھا ہوا آپ آ گئے۔ ہمکو اس سمے آپکی فیلا سفی کی ضرورت تھی۔ فیلا سفر صاحب یہ تینوں بے کار میں جھگڑ رہے ہیں۔ ان کو ٹھنڈا کیجیے۔"

فلا سفر نے جیب سے نسوار کی ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی چٹکی بھر کے نتھنوں میں سڑک لی۔ بڑے اطمینان سے بولے۔

"جج جج گھبرایئے نہیں۔ ابھی سارا معاملہ ٹھیک کئے دیتا ہوں ایسے ہی موقعوں پر تو ہماری فلاسفی کام آتی ہے۔" اتنا کہہ کر وہ تینوں کو مخاطب کر کے بولا۔

"کہئے کیا ماجرا ہے۔ حضرات آپ لوگ کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔"

سیٹھ جی بولے۔ "یہ تینوں لوگ اپنے اپنے پیشے کو اتم بتاتے ہیں۔ اور اس کو ثابت کرنے کے لئے مار پیٹ تک کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

فلاسفر آہستہ سے ایک طنز بھرے حقارت آمیز تبسم سے کہنے لگا

"ارے رے رے آپ لوگ اتنی سی بات پر آگ بگولہ ہو رہے ہیں۔ اور اپنے بچکانہ پن کا مظاہر فرما رہے ہیں۔ کیا آپ سوامی نکتا نند کا وہ کتھن بھول گئے۔ یا افلاطون کا وہ سبق۔ یا سنیکا کا وہ قول کہ غصہ آدمی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ غصہ

مہذب سے مہذب انسان کو جانور بنا دیتا ہے۔ اور۔"
گوردو جی قطع کلام کرتے ہوئے بولے۔
"مگر اس نے ہماری بے عزتی کی ہے۔"
ہمارے فن کی شان میں گستاخی کی ہے۔" میر صاحب
نے تائید کی فلاسفر بے حد نرم لہجہ میں سمجھاتے ہوئے بولا۔ "ایک عقلمند
دانشور گیانی ان تمام چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہت اوپر اٹھکے سوچتا
ہے۔ اس قسم کی خفیف الحرکتی کا ایک ہی جواب ہے۔ جوابی حملے سے گریز
کرو۔ بھول جاؤ۔ معاف کردو۔"

"اجی کیسے بھول جائیں فلاسفر صاحب۔ اس کی یہ ہمت یہ
اپنے گتکے کا مقابلہ ہماری نرت کلا سے کرتا ہے۔ کیا اس کو معلوم
ہے۔؟ ہماری نرت کلا وہ کلا ہے۔ جس کے آگے بڑے بڑے رشی منیوں
نے شیش نوایا ہے۔"

"اور میں یہ کہتا ہوں۔" میر صاحب بولے۔
"صرف موسیقی وہ آرٹ ہے جو انسان کی روح کو سچی تسکین
دے سکتا ہے۔" گتکا ماسٹر نے تاؤ کھا کر کہا۔
"اور میں ان دونوں کمینوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ
یہ گتکے ایسے فوجی کھیل کا مقابلہ اپنی سارنگی ڈھولک سے نہ کریں۔"
فلاسفر نے ایکدم نسوار کی ڈبیا زور سے بند کی بولا۔
"مہربان کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ کہ آپ کے اس سارے

جھگڑے میں میری فلاسفی کہاں پر آتی ہے آپ تینوں کس بدتمیزی سے ایک عظیم فلاسفر کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اپنے پیشے کی اہمیت پہ زور دے رہے ہیں۔ کہ جنہیں پیشہ۔ یا کلا کہنا۔ لفظ پیشے اور کلا کی توہین ہے۔ جن کا بھی مقام کسی گوالے کا گھر۔ کسی رنڈی کا کوٹھا۔ یا کسی ڈوم ڈھاڑی کا چھپر ہی ہو سکتا ہے۔

وہ تینوں یعنی گت کا ماسٹر۔ میر صاحب اور گورو جی مہاراج فلاسفر کے اس اچانک حملے سے بھونچکے رہ گئے۔ چند لمحوں۔ خاموشی سے اسے گھورتے رہے۔ پھر گت کا ماسٹر نے پہل کی۔

"ارے۔ تو۔ فلاسفر کتابوں کے کیڑے ہمارے منہ آتا ہے۔"

میر صاحب بھی گھولنسہ تان کے آگے بڑھ گئے بولے۔

"ابھی چلا جا۔ یہاں سے۔ مغز چاٹنے والے اسکول ماسٹر"

گورو مہاراج بھی نتھنے پھلاتے ہوئے بڑے خطرناک انداز میں آنکھیں گھماتے ہوئے۔ فلاسفر کو مارنے دوڑے مگر فلاسفر گو بے حد دبلا پتلا تھا۔ مگر تیز اور طرار بھی تھا۔ وہ اکیلا ان تینوں پر پل پڑا۔

سیٹھ جی گھبرا کر بیچ بچاؤ کرنے لگے۔

"اجی میر صاحب۔ فلاسفر صاحب۔ گورو جی۔ — گت کا ماسٹر جی ذرا سنو تو۔" مگر وہاں کون سنتا تھا۔ وہ تینوں

ایک ساتھ ملکر فلاسفر کو گالی دے رہے تھے۔

گوروجی بولے۔ "ارے بدھو۔"

میر صاحب۔ "بھوندو۔"

گتکا ماسٹر۔ "بھجنگے۔"

گوروجی۔ "بدقدرے۔"

میر صاحب۔ "برخوارد۔"

گتکا ماسٹر۔ "بھر بھنگے۔"

فلاسفر پہلے تو خاموش رہا۔ مگر لفظ بھر بھنگے پر اسے بھی تاؤ آگیا۔ طیش کھاکر بولا۔

"بھر بھنگے کوئی لفظ نہیں ہے۔ کسی بھاشا کا کوئی شبد نہیں ہے۔ بس اب میں یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم لوگ غلط زبان میں گالی دیتے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے گتکا ماسٹر کو ایک دھکا دیا۔ گوروجی کے لات ماری۔ اور میر صاحب کو گھونسا۔ وہ تینوں ہی اس پر پل پڑے۔ مگر فلاسفر بہت ہی چالاک تھا۔ وہ ہر بار ان کی گرفت سے نکل جاتا تھا۔ اور پھر وار کرتا تھا۔ بیچارے سیٹھ جی ادھر سے ادھر بھاگتے دوڑتے۔ ہانپتے کبھی ایک کو کبھی دوسرے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"فلاسفر صاحب۔ جنٹلمین۔ میر صاحب گوروجی۔ سنو تو۔"

مگر وہ تینوں لڑتے لڑتے ڈرائنگ روم سے باہر چلے گئے۔

سیٹھ ان کے پیچھے پیچھے گیا۔ مگر پھر فوراً ہی لوٹ آیا۔ اور اپنے مصاحبوں سے بولا۔

"لڑنے دو۔ مرنے دو ان کمبختوں کو۔" پھر اپنے ڈریسنگ گون کو جھاڑتے ہوئے بولا۔

"میرے نئے ڈریسنگ گون کا ستیاناس ہو گیا۔ ان کے جھگڑے ہیں۔ کیا کرنا ہے جی۔ ؟ ایک تو ان کا جھگڑا مٹاؤ۔ اوپر سے مار بھی کھاؤ۔"

سیٹھ جی اپنے جبڑے کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولے جہاں ایک گھونسا کسی کا پڑ گیا تھا۔ غلطی سے۔

"مجھکو کیا کرنے کا ہے۔ ہیں جی۔ ؟ کھا د مکھا د (خواہ مخواہ)

جب دونوں مصاحب سیٹھ جی کا ڈریسنگ گون جھاڑ رہے تھے اس سمے ان تینوں نے کیا دیکھا کہ دبلا پتلا فلاسفر اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا اندر آ رہا ہے۔ وہ تینوں بھونچکا رہ گئے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ گتکا ماسٹر۔ میر صاحب۔ اور گورو جی ملکر فلاسفر کی اچھی طرح ٹھکائی کریں گے۔ یہاں معاملہ الٹا نکلا۔ البتہ فلاسفر کی ایک آنکھ کے گرد سیاہ حلقہ ضرور تھا۔ جہاں کوئی کرارا گھونسا پڑا تھا۔ ورنہ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک چوبند نظر آتا تھا۔ آکر کہنے لگا۔

"چلئے سیٹھ جی اپنا سبق شروع کریں۔"

سیٹھ جی ابھی تک اسے حیرت زدہ پھٹی پھٹی آنکھوں

سے دیکھ رہا تھا۔ رک رک کر بولا۔

"آپ۔ آپ۔ ! ان سب کو۔ ؟"

فلاسفر ہنس کر بولا۔ "اجی ہم فلاسفر لوگ اس قسم کے فضیحتوں سے نبٹنا خوب جانتے ہیں۔ تنبوں کو بھگا دیا ہے پینے نے۔ خیر چھوڑیئے یہ نیا بیٔے۔ آپ کیا پڑھنا چاہتے ہیں مجھ سے۔ ؟"

"سب کچھ۔" سیٹھ جی بولے۔ "بات یہ ہے فلاسفر صاحب۔ کہ میرے ماں باپ نے مجھے پڑھایا نہیں۔ کچی پہلی میں بھی نہیں ڈالا۔"

"بالکل نہیں پڑھے آپ۔ ؟"

"بس تھوڑی سی ہندی جانتا ہوں۔ واجبی لکھت پڑھت کر لیتا ہوں۔" پھر ذرا رک کر فخر سے بولے۔

"اور انگوٹھا بھی لگا لیتا ہوں۔" فلاسفر نے سوچ سوچ کر کہا۔

"تو ہم سب سے پہلے علم منطق سے کیوں نہ شروع کریں۔ ؟"

"منطق کیا ہوتا ہے جی۔ ؟"

سیٹھ جی نے پوچھا۔

"منطق کے تین بنیادی اصول ہیں۔"

"کون کون سے۔"

فلاسفر نے ایک انگلی اٹھا کر کہا۔ "پہلا اصول۔

کائناتی سائیل کا صحیح فہم و ادراک ۔ دوسرا اصول ۔"
دوسری انگلی اٹھا کر ــــ تقابلی تفرق کا صحیح امتیاز
تیسرا اصول ۔ طبعی و مادی کا ارضی و سماوی استمزار ۔
"باپ رے ۔" سیٹھ گھبرا کر بولا ۔
"پتھر توڑ رہے ہو تم تو ۔ یہ منتک تو بہت مشکل ہے
جی کوئی اچھی سی شکشا ہمکو دو ۔"
"تو فلسفۂ اخلاقیات کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے ۔؟"
"ہیں جی ۔ ؟" یہ کیا چیز ہوتی ہے ۔؟"
سداچار ۔ یعنی منو ورتیوں اور بھاونا‌ؤں کو بس میں کرنا ۔
ہر پرانی کو سچ سمجھاؤ اور شانتی سے جیون بتانے کی شکشا دینا ۔"
سیٹھ جی بھڑک کر بولے ۔
"نہیں جی ۔ مجھے شانتی نہیں چاہیئے مجھے بہت گسہ آتا
ہے ۔ اور جب گسہ آتا ہے ۔ تو جی چاہتا ہے ۔ اپنے یا کسی کے کپڑے پھاڑ
کے نوچ ڈالوں ۔ مجھے نہیں چاہیئے سداچار ۔ مجھے تو جب گسہ چڑھتا
ہے ۔ تو کمال کا گسہ چڑھتا ہے ۔"
فلاسفر سوچ میں پڑ گیا ۔ نیز ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اور آنکھیں
بند کر کے سوچنے لگا ۔ پھر ایکدم آنکھیں کھول کر اس نے سیٹھ جی کی
طرف دیکھا ۔ اور بڑے سنجیدہ لہجہ میں بولا ۔
"تو فزکس کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں ۔ ؟"

"پھر کس۔؟" سیٹھ جی نے پوچھا۔
"یہ کیا کرتی ہے۔"
"کچھ نہیں۔" فلاسفر بولا۔ "یہ ہمیں صرف فطرت کے خارجی نظام سے آگاہ کرتی ہے۔ ہمارا یہ سنسار کن تتووں سے بنا ہے۔ اس دنیا میں کتنی دھاتیں ہیں کس قسم کی چٹانیں۔ کون سے پیڑ۔ پھل پھول۔ پیے جھاڑ۔ جھنکار۔ کونسے جانور۔ شیر ببر۔ گینڈا۔ زراف ہاتھی۔ چیتا۔ بھیڑیا۔ کون سے ستارے۔ سیارے۔ دم دار تارے۔ بجلی۔ گرج کڑک چمک۔ بارش۔ برف آندھی سیلاب۔ طوفان۔"
سیٹھ جی ڈر کر بولے۔
"باپ رے۔ بہت غل غپاڑہ ہے۔ تمہاری اس فزکس میں۔ بہت شور کرتی ہے۔ یہ تو۔"
"تو پھر۔ ؟ پھر آپ کیا پڑھنا چاہتے ہیں۔" فلاسفر نے بالم کر پوچھا۔
سیٹھ جی بولے۔ "مجھے تم پہلے انگریزی سکھا دو۔"
فلاسفر بولا۔ "ٹھیک ہے پہلے ہم انگریزی کے الفابیٹ یعنی حروف تہجی کے ہجے کرنا سیکھیں گے۔ لیکن فلسفے کی رو سے اگر ہم ہجے کے مسئلے پر صحیح طور پر غور کرنا شروع کریں۔ تو ہمیں سب سے پہلے حروف تہجی کی فطرت کو سمجھ لینا ہوگا۔ اور یہ بھی کہ وہ ہماری زبان سے کس طرح ادا ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ انگریزی

vowel کے حروف دو طرح کے ہوتے ہیں - ایک کو واول کہا جاتا ہے - جو لاطینی شبد vox سے vocis یعنی ایک آواز سے نکلا ہے -

اور دوسروں کو کانسونینٹ کہا جاتا ہے - جو پھر لاطینی کے (con) یعنی (sonare) یعنی سننے سے نکلا ہے - کیونکہ یہ کانسونینٹ واول کے ساتھ ملکر مختلف آوازیں پیدا کرتے ہیں - انگریزی میں پانچ واول ہیں - AEIOU

اے - ای - آئی - او - یو - پہلا واول ہے "اے" - یہ منہ کھول کر اس طرح ادا کیا جاتا ہے -"

فلاسفر نے منہ کھول کر کہا - "اے" سیٹھ جی نے فوراً اسی طرح منہ کھول کر کہا -

"اے - اے - اے ٹھیک ہے -؟"

فلاسفر بولا - "ای کی آواز نچلے جبڑے کو اوپر کرنے اور اوپر کے جبڑے کو نیچے کرنے اور عین اسی وقت ہونٹوں کو کانوں کی طرف کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے - دیکھئے اس طرح - "ای - ای"

سیٹھ جی نقل کرتے ہوئے بولے -

"ای - ای - ای - گنگا مائی کی سوگند - یہ تو بہت ہی آسان ہے -"

فلاسفر صاحب آگے چلے بولے -

"آئی کی آواز پہلے منہ کو اے بولنے کی طرح اوپر اور پھر اوپر کے جبڑے کو نیچے لیجاتے ہوئے۔ زبان کو ڈھیلا چھوڑ دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ آ - ای - "

سیٹھ - "اے - ای - آئی - آئی - رام دہائی کیا گجب کی سائنیں نے ترقی کی ہے - بالکل آئی جبان سے نکلتی ہے"

"او کا حرف - " فلاسفر آگے چلے - " او کا حرف منہ کھول کر ہونٹوں کا گول دائرہ بناتے ہوئے ادا ہوتا ہے - او - او - او -

فلاسفر نے ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے او - دہرایا - بالکل اسی طرح سیٹھ جی نے بھی ہونٹوں کو گول مٹول کرتے ہوئے کہا - " او - او - او - بالکل ٹھیک - اے ای - آئی - او - کمال کر دیا تم نے فلاسفر صاحب - "

"دیکھئے - " فلاسفر بولا - " او کہتے وقت آپ کا منہ بھی او کی شکل کا گول ہو جاتا ہے - "

"او - او - " سیٹھ جی منہ کھول کر اپنے ہونٹوں کو اور بھی گول کرتے ہوئے بولے -

"اجی ایکدم گول ہو جاتا ہے - میرا منہ بالکل گول مٹول -"

"یو U ، کی آواز جب پیدا ہوتی ہے - جب ہم دانتوں کو ٹھیک طرح سے بند کر کے ہونٹ ذرا سے کھول کر - یوں کہتے ہیں - یو - یو - "

یہ کہکر فلاسفر جیب ہو گیا۔ ڈبیا کھول کر چٹکی میں نسوار بھر نے لگا۔

سیٹھ جی نے فلاسفر کی طرح منہ بنایا بولے۔ "یو۔ یو۔ یو سپیر ٹھیک۔۔ ہائے رام۔ میں نے تم سے پہلے ہی کیوں نہ شکشا لے لی۔ آج تک ساری انگریزی پڑھ کر جنٹلمین ہو گیا ہوتا۔"

فلاسفر نے نسوار نتھنوں میں ٹھونس کر ڈبیا بند کرتے ہوئے کہا۔ "کل سے ہم کانسونینٹ شروع کریں گے۔

سیٹھ جی خوش ہو کر بولے۔

"کیا وہ بھی اتنے ہی اچھے اور آسان ہیں جتنے یہ بول ہیں۔" (دوول)

فلاسفر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"جی ہاں۔ مثال کے طور پر کانسونینٹ ڈی کو لے لو۔ اس کے بولنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اپنی زبان کی نوک کو اوپر کے دانتوں کی اندرونی سطح سے ٹکراؤ۔ ڈی۔"

سیٹھ جی بولے۔ "ڈی۔ ڈی۔"

سیٹھ جی خوشی سے ہنسنے لگے۔

"ہی۔ ہی۔ ہی۔ سچ مچ ایسا کرنے سے بس یہی شبد نکلتا ہے۔ ڈی۔ ڈی۔ یہ تو عجوبہ ہے۔ جی عجوبہ۔" پھر کچھ اداس ہو کر بولے۔

"جانے میرے ماں باپ نے مجھے کیوں نہیں پڑھایا۔ اتنی عمر ہو گئی ڈرو نہ آئی۔"

"اور حرف آر (R)" فلاسفر کہنے لگا۔ "زبان کو تالو سے اس طرح رگڑتے ہوئے پیدا ہوتا ہے۔ کہ گلے میں حلق ہوا تالو سے ٹکرا کر تھر تھری پیدا کرتی جائے۔ آر۔ رر رر۔"

سیٹھ جی زور سے ہوا نکالتے ہوئے تالو پر رگڑتے ہوئے بول پڑے۔ "آر رر رر رر رر۔ بھگوان قسم۔ تم نے تو چمتکار کر دکھایا۔ آر رر ہائے اب تک میرا سارا وقت کیسی بے فضول باتوں میں ضائع ہوتا رہا۔ آر۔ رر۔"

فلاسفر نے آہستہ سے سر ہلایا بولا۔

"یہ سب باتیں میں آپکو بتا سکتا ہوں۔"

سیٹھ جی بولے۔

"بے شک۔ بے شک۔ آپ بتا سکتے ہو۔ پر سب سے پہلے مجھکو ایک بات بتا دو۔"

اتنا کہہ کر سیٹھ جی چپ ہو گئے۔ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ جب دیکھ کر اچھی طرح سے اطمینان کر لیا کہ کمرے میں کوئی نہیں ہے۔ تو فلاسفر کو ایک کونے میں لیجا کے بڑی رازداری سے اس سے کہنے لگے۔

"میں ایک۔ ایک۔ بڑے گھر کی استری کو دل دے بیٹھا ہوں۔

ایک چٹھی اس کو لکھنی ہے۔ تمہاری مدد چاہیئے۔ جب وہ ادھر آدیگی۔ میں یہ چٹھی اس کے چرنوں میں رکھ دوں گا۔"

"بہت اچھا۔"

"ایسا ہی کرتے ہیں ناں۔" سیٹھ جی نے شبہے کی نگاہوں سے فلاسفر کو دیکھ کر پوچھا۔

"بھگوا دھوجی اور مادھوجی دونوں بولتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر ایسا ہی کیا جاتا ہے۔"

"ٹھیک بولتے ہیں۔" فلاسفر نے سر ہلا کے کہا۔

"اچھا۔ تو اگر آپ چاہیں تو میں اس چٹھی کو منظوم کر دوں۔"

سیٹھ گھبرا کے بولے۔ "نہیں نہیں۔ منجوم نہیں۔"

"تو کیا یہ چٹھی نثر میں ہوگی۔" سیٹھ جی اور بھی گھبرا گئے۔ جانے یہ چٹھی کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ بولے۔

"نہیں۔ نہیں۔ نثر بھی نہیں ہوگی۔ ایکدم نہیں۔"

فلاسفر بولا۔

"یا تو نظم میں ہوگی یا نثر میں۔"

"یہ کیوں۔؟" سیٹھ نے پوچھا۔

"اس لئے سیٹھ جی۔ کہ ہم اپنا مدعا صرف دو طریقوں سے ادا کر سکتے ہیں۔ یا تو نظم میں یا نثر میں۔"

"بس دو ہی۔" سیٹھ جی کا شبہ بڑھنے لگا۔ "یا نظم ہو

یا نثر ہو۔ ؟"

"ہاں ۔ جو چیز نظم میں نہیں کہی گئی ہے۔ اسے نثر کہتے ہیں۔ اور جو نثر میں نہیں ہے وہ نظم ہو گی"

سیٹھ جی نے گھور کر فلاسفر کی طرف دیکھا۔ پھر بولے۔

"تو جب میں بولتا ہوں۔ ؟ تو یہ کیا بولتا ہوں۔ ؟"

"نثر۔"

سیٹھ جی ایکدم حیرت زدہ ہو گئے۔ بولے۔

"ہیں۔ جی۔ ؟ یہ نثر ہے۔ ؟ یعنی جب میں اپنے نوکر سے کہتا ہوں۔ میری پگڑی لے کر آ۔ یا میں ٹہلی سے کہتا ہوں۔ میرے اشنان کا پانی رکھ دے۔ تو کیا یہ نثر ہوتی ہے۔ ؟"

"ہاں۔"

"باپ رے۔ تو اس حساب سے میں گویا پچھلے بیالیس برس سے نثر بولتا آیا ہوں۔ اور آجتک۔ مجھے پتہ نہیں چلا میں کیا بول رہا ہوں۔ (خوشی سے تالی بجاتا ہے) کیسے شکریہ ادا کروں آپ کا فلاسفر صاحب۔ آپ کی شکشا کا۔ ؟"

"دھنیہ ہو تم۔ دھنیہ ہو تم۔"

پھر ایک دم سیٹھ کو کچھ یاد آ گیا۔ فوراً لہجہ بدل کر بولے۔

"ہاں پر۔ میں بات تو کر رہا تھا اس چٹھی کی۔ میں اس کو

تب پڑھتا ہوں ۔

" پیاری راج کماری - تمہاری خوبصورت آنکھیں مجھے تیری محبت میں گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی ۔ "

فلاسفر نے تھوڑے گمبھیر لہجہ میں دہرایا - " پیاری راجکماری - تمہاری خوبصورت آنکھیں - مجھے تیری محبت میں گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی ۔ "

" ہاں بالکل یہی - " سیٹھ جی نے صاد کیا - بالکل یہی - پر اب اسکو کچھ اس طرح سے کہہ دو - کچھ ایسا پالش کر دو - کہ چمک جائے - ایسا بنا دو - جیسے جنٹلمین لوگ کہتے ہوں گے اس کو انہی جبان سے ۔ "

فلاسفر سوچ سوچ کر بولا -

" تو یوں کیوں نہ کہیں - اے دلربا شہزادی - تیری نگاہوں کے تیر نظر نے میرے دل و جگر کو نشانہ بنا کر میری آتش شوق کو اس قدر بھڑکا دیا - "

سیٹھ جی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا -

" نہیں - نہیں - اور کچھ نہیں - بس تم اسی کو ٹھیک کر دو - پیاری راج کماری - تمہاری خوبصورت آنکھیں مجھے تیری محبت میں گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی - "

" کچھ تھوڑا سا اس کو بڑھائیں نہیں - ؟ " فلاسفر نے

پوچھا۔

"بالکل نہیں۔" سیٹھ ضد پر آ گئے۔

"بس اسی کو ٹھیک کر دو۔ جیسے انٹلیجنٹ لوگ بولتے ہیں۔" فلاسفر غور کرتے ہوئے بولا۔

"بہر حال۔ اس ایک بات کو بھی کئی طریقوں سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ پیاری راج کماری تمہاری محبت بھری گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی۔ تمہاری مجھے آنکھیں یا۔ گھلا گھلا کر تمہاری محبت بھی مار ڈالیں گی۔ آنکھیں مجھے تمہاری۔ یا محبت بھی تمہاری خوبصورت آنکھیں مار ڈالیں گی۔ مجھے گھلا گھلا کر پیاری راج کماری۔ یا محبت مجھے پیاری تمہاری آنکھیں خوبصورت راج مار ڈالیں گی کماری کر گھلا گھلا۔ یا۔ مجھے گھلا پیاری خوبصورت کر راج آنکھیں۔ کماری مار محبت، ڈالیں گھلا گی۔"

"کونسا اچھا ہے۔" سیٹھ نے پوچھا۔

"وہی پہلے والا جو تم نے کہا۔" فلاسفر نے جواب دیا۔ سیٹھ خوش ہو کر بولے۔

"بہت خوب۔" پھر تالی بجا کر بولے۔

"تو گویا پڑھے لکھے بغیر جو بات ہم نے پہلے کہہ دی وہی سب سے اچھی نکلی۔ اجی۔ واہ۔ واہ فلاسفر صاحب۔

تم بہت اچھے آدمی ہو۔ بہت بڑے فلاسفر ہو۔ بس آج سے ہم نے تم کو رکھ لیا۔ کل بھی آنا۔ روج آیا کرو۔ بس ہم تم سے روج سبق لیں گے۔ یہ لو پچاس روپیہ ایڈوانس۔"

فلاسفر صاحب پچاس روپیہ جیب میں رکھ کر چل دیئے۔

ان کے جانے کے بعد ہی سیٹھ جی کی بیوی رکمنی آگئی۔

بولی۔ "اشنان کر لیا۔؟"

"ہاں کر لیا۔"

"تو یہ کپڑے اتار دو۔ اور دھوتی پہن کے پوجا کے کمرے میں چلو۔"

"آج سے پوجا بند۔" سیٹھ جی گرج کر بولے۔

رکمنی سہم گئی۔ بولی۔ "کیا ہوا ہے تمکو۔؟"

"جنٹلمین لوگ پوجا نہیں کرتے۔" سیٹھ جی نے جواب دیا۔

"تو پھر وہ کیا کرتے ہیں۔؟"

"دل ہی دل میں بھگوان کو یاد کر لیتے ہیں۔ سو ہم ہم کر لیں گے۔ آج سے پوجا پاٹ بند۔"

یہ کہہ کر سیٹھ جی اپنا گون سنبھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

رکمنی ماتھے پہ ہاتھ مار کے چپ چاپ دیکھتی رہ گئی۔

پانچواں باب

پربھا کی بے وفائی کا دیوکمار کو غم ضرور تھا۔ لیکن پربھا کے غم سے بھی زیادہ اسے ہریش کی بے وفائی کا غم تھا۔ مگر جوانی کا زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں غم زیادہ دیر تک دل میں نہیں ٹکتا۔ بہت جلد پربھا کی جگہ سندھیا نے لے لی۔ سندھیا اس سے پہلے اکثر ہریش کے سنگ دیکھی جاتی تھی۔ لیکن جونہی ہریش اور پربھا کا جوڑا کالج میں اکٹھا دیکھا جانے لگا۔ دیوکمار اور سندھیا دونوں ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے۔ کالج والوں کی اصطلاح میں اسے ری بونڈ (Rebound) مارنا کہتے ہیں۔ جذبہ ایک اشتہار کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے پن سے ٹانک دیا جاتا ہے۔ کبھی اس لڑکی پر کبھی اس لڑکے پر۔ لیکن اکثر عشق کی بدلا بدلی ہوتی رہتی ہے۔

زندگی ہیں - وہ جان مار ایک ہی مرکز پر کولہو کے بیل کی طرح چلنے والا عشق آجکل پاپولر نہیں رہا - ایسے احمقوں کی نہ پہلے کمی تھی - نہ آج ہے جو زہر کھا کر - یا گاڑی کے نیچے کود کر خودکشی کر لیتے ہیں - بعد میں ان کی محبوبہ یا عاشق رو دھو کر صبر کر لیتے ہیں - اور دو چار سال گزر جانے کے بعد کسی دوسرے سے بیاہ رچا کر آٹھ بچے پیدا کر لیتے ہیں -

پہلے دس پندرہ دن نود یو کمار ہرلیش سے خفا رہا - اور دوستوں میں ذکر کرتا رہا کہ وہ ہرلیش کو جان سے مار دے گا - دو چار بار وہ گھر سے اپنے باپ کا پستول لا کر اپنی پتلون میں رکھ کر کالج میں گھومنے لگا - اور اپنے دوستوں کو وہ پستول دکھا کر ان پر رعب جماتا رہا - اڑتی اڑتی یہ خبر ہرلیش کے کان میں پہنچ گئی - مگر ہرلیش اور پربھا اس سے مطلق ہراساں نہ ہوئے - قتل کی دھمکی نے انہیں ایک دوسرے کے اور زیادہ قریب کر دیا - اور کالج میں بیشتر وقت انکا ایک دوسرے کے ساتھ کٹنے لگا خطرے نے عشق میں ایک نئی لذت پیدا کر دی تھی - اور چند دنوں تک ہرلیش اور پربھا اپنے آپکو بالکل کسی فلمی ٹریجڈی کے ہیرو ہیروئین کی طرح سمجھنے رہے - پھر سندھیا دیو کمار کے پاس آگئی -

سندھیا یوں دیکھنے میں پربھا سے زیادہ گوری تھی - اور اس کی کمر بھی پربھا سے زیادہ پتلی تھی مگر وہ اپنے حسن اور بناؤ

نگھار پر زیادہ توجہ نہیں دیتی تھی۔ کیونکہ وہ سپورٹس گرل تھی۔ ہاکی
بہت عمدہ کھیلتی تھی۔ موٹر بہت اچھی چلاتی تھی۔ تیراکی کی ماہر تھی۔
اور موقعہ دیکھ کر اپنے عاشق کو برابر کا ایک دھپ بھی لگا دیتی
تھی۔ بڑی ہنس مکھ اور بے باک تھی۔ اس کی خوبصورتی پربھا
کے حسن کی طرح جان لیوا اور دیرپا اثر کرنے والی تو نہ تھی۔ مگر
ایک عجیب قسم کی دلکشی اس میں ضرور تھی۔ جو کھلی فضاؤں کی یاد
دلاتی تھی۔ اس پر وہ بے حد چنچل اور کھلنڈری تھی۔ اور کالج
والوں کی اصطلاح میں بے حد عمدہ کمپنی تھی۔ سب سے اچھی بات
اس میں یہ تھی۔ کہ وہ کسی کو اپنی جان کا روگ نہ سمجھ کر عشق کے
بجائے محض ([illegible] A) کی قائل تھی۔

سندھیا کے خیال میں افیر عشق سے بہت بہتر ہوتا
ہے۔ اس میں ہائے واویلا اور آہ و زاری نہیں ہوتی اور اگر ہوتی
بھی ہے۔ تو مرچ مصالحہ کی طرح کھانے کا ذائقہ بہتر کرنے کے لئے
دونوں فریق ایک دوسرے کی خامیاں جانتے ہیں۔ ایک دوسرے کی
محدود صلاحیتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اور مجبوریوں سے آگاہ
ہو کر افیر کرتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے خطوط بازی۔ شعر و شاعری اور
رونے دھونے سے گریز کیا جاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کو خوش کرنے
اور ایک دوسرے کی محبت سے خوش ہونے کے امکانات کا فائدہ
اٹھایا جاتا ہے۔ کیونکہ زندگی چار دن کی ہے۔ اس لئے عشق کو ایک

دن سے زیادہ نہیں دبایا جا سکتا ہے۔ پھر تو وہی میاں بیوی ہوں گے۔ بچے ہوں گے۔ نوکری ہو گی۔ گھر ہو گا۔ بیماریاں ہوں گی۔ ذمہ داریاں ہوں گی۔ پریشانیاں ہوں گی۔ ہزار طرح کے کھڑاک ہوں گے۔ اور جب گہرے سے گہرے اور سچے سے سچے عشق کے بعد بھی یہی سب کچھ ہونا ہے۔ تو جوانی میں عشق کا روگ کیوں لگایا جائے۔ کالج کی زندگی کے یہ جو دو چار دن بے فکری کے ملتے ہیں۔ انہیں ہنس بول کر گزار لیا جائے یہی بہتر ہے۔ زہر کھانے کے لئے دوسرے لوگ رہیں ہم کہاں منع کرتے ہیں۔

سندھیا کو شاعری سے نفرت نہیں تھی۔ وہ ہندی کویتا کے کئی سنکلن خرید چکی تھی۔ اور اردو شاعری کے سننے کے لئے خاص طور پر مشاعروں میں جاتی تھی۔ اور گھر پر اپنے بستر پر اوندھے لیٹ کر شاعری کا مطالعہ کرنا بھی اسے کبھی کبھی اچھا لگتا تھا۔ لیکن بس یہیں تک۔ لیکن جہاں کہیں دیوکمار نے آنکھیں گھمائیں۔ ٹھنڈی سانس لی۔ اور سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

لوٹا خوشی نے آگ لگائی بہار نے
برباد اس طرح تو کسی کا جہاں نہ ہو

یا

اب گل سے نظر ملتی ہی نہیں
اب دل کی کلی کھلتی ہی نہیں

اے فصلِ بہاراں رخصت ہو
ہم لطفِ بہاراں بھول گئے

تو وہ فوراً پلٹ کر کہتی۔ اب۔ ؟ پیارے کمار۔ آخر تم چاہتے کیا ہو۔ ؟ ہاں ہاں۔ ؟

آخر یہ شعر سنا کر تم مجھ سے چاہتے کیا ہو۔ اس سے تو یہ کہیں بہتر ہے۔ کہ تم مجھے کیبز بو یا لونگ میں لے چلو۔ وہاں کسی نیم تاریک ٹھنڈے کونے میں بیٹھ کر مجھے کوکو کولا یا آئس کریم آفر کرو۔ ہو سکے تو موقعہ دیکھ کر میری کمر میں ہاتھ ڈال دو۔ اور اگر ہماری میز کسی کھمبے کے پیچھے ہوئی تو سب کی نظر بچا کر تم مجھے چوم بھی سکتے ہو۔ بیکار میں یہ پرانی ہوئی غزلیں۔ دوسروں کے اشعار سنا کر مجھے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

اس پر کبھی کبھی دیو کمار جھلا کر کہتا۔ "میں تو موڈ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تم نہیں جانتیں اس قسم کی شاعری اس قسم کا موڈ پیدا کرنے کے لئے بہترین ہوتی ہے۔"

"شاعری کے بجائے میرا موڈ آئس کریم یا ہیمبرگر کھانے سے زیادہ کھلتا ہے۔ یا پھر لان میں دوڑ لگانے سے جب میں دوڑتی ہانپتی۔ تھک کر تمہاری گود میں گر پڑوں۔ تم مجھے پیار کر سکتے ہو۔ مگر مجھے یوں بور نہ کرو مائی ڈارلنگ۔"

ایسے موقعوں پر دیو کمار کو ہمیشہ بہت یاد آتی تھی۔

اس کا آہستہ آہستہ میٹھے زہر کی طرح اثر کرتا ہوا حسن شعر سنتے وقت پربھا کی آنکھیں کبھی خوابیدہ ہو جاتیں کبھی خوشی سے چمکنے لگتیں کبھی آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتیں۔ مگر پربھا تو اب ہریش کے پاس تھی۔ یوں اب دیوکمار نے ہریش سے صلح کر لی تھی۔ اور ہاتھ ملا کے آہستہ سے طنزیہ آمیز لہجہ میں کہا تھا۔

بیسٹ آف لک Best of luck ویسے سچی بات تو یہ ہے دوست۔ کہ میں بھی پربھا سے اوب گیا تھا۔

"اور میں سندھیا سے۔" ہریش نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔ "عین وقت پر تم میری مدد کو آ گئے۔ کیسے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

دونوں کھوکھلی سی ہنسی ہنس دیئے تھے۔ جس کے اندر خلوص کی گرمی مفقود تھی۔ مگر پربھا کے متعلق دیوکمار کا یہ فقرہ ہریش کو بہت برا لگا۔ اس نے باتوں ہی باتوں میں پربھا سے ذکر کر دیا۔ ادھر سندھیا کے متعلق جو ہریش نے کہا تھا۔ وہ دیوکمار نے سندھیا کو جا سنایا۔ اس پر یہ دونوں لڑکیاں اپنے پرانے عاشقوں سے اور بھی بدظن ہو گئیں۔ اور پربھا نے دیوکمار سے اور سندھیا نے ہریش سے ہیلو تک کہنا بند کر دیا۔

کچھ دنوں بعد سدھیا نے نوشہر جھیل کے کنارے
پہاڑیوں کے دامن میں اپنے کالج کی لڑکیوں کی ہاکی کلب
کی ایک پک نک رکھی۔ اس دن اتفاق سے ہرلیش نے کالج کی
ڈرامیٹک کلب کی پک نک اور ریہرسل بھی وہیں رکھ دی۔
ہرلیش ڈرامیٹک کلب کا سیکریٹری تھا۔ میک اپ کا ماہر تھا۔
اور مزاحیہ اداکاری میں اس کے جوہر خوب کھلتے تھے۔
اس دن جھیل کے کنارے اچھی خاصی رونق ہوگئی۔
لڑکیوں کی ہاکی کلب کی ممبر سبھی لڑکیاں آگئی تھیں۔ اور ان کی
وجہ سے ایک خاصی تعداد ان کے رقیبوں کی بھی تھی۔
پر بھاہرلیش کی وجہ سے آگئی تھی۔ اور سدھیا کے
بلانے پر دلو کمار بھی آیا تھا۔ ڈرامیٹک کلب میں بھی ریہرسل کرنے
والی چار لڑکیاں تھیں۔ اور سات دوسری ممبر تھیں پھر ان کے
لواحقین اور عاشق۔ موٹر گاڑیاں۔ نوکر چاکر جھیل کے کنارے
میلے جیسا سماں تھا۔ خوبصورت بدن والی لڑکیاں نکینی پہن کر
گھوم رہی تھیں۔ جن کے بدن اتنے خوبصورت نہیں تھے۔ وہ
خوبصورت ساڑھیاں زیب تن کئے بڑے بڑے رنگین چھاتوں

کے نیچے دوربین لگائے۔ پہاڑیوں کے دامن میں مٹرگشت کرتے ہوئے لڑکے لڑکیوں کے جھنڈوں کو دیکھتی جاتی تھیں۔ یا اٹھلا کے اپنے عاشقوں سے بات کر لیتی تھیں۔ کچھ جوڑے پانی میں تیراکی کی مہارت بہم پہنچا رہے تھے۔ کہیں پر تاش چل رہی تھی۔ کہیں پر بیڈمنٹن۔ دوپہر ہوتے ہوتے جب گھروں سے گاڑیاں لنچ لے کر آنے لگیں تو نوکر نوکرانیوں کی بھی ایک خاصی تعداد جمع ہو گئی۔ جن کے اپنے معاشقے تھے۔ جھگڑے فساد تھے لاگ لپٹ کی باتیں تھیں۔ اور چھوٹی سچی محبت کی الٹی سیدھی کہانیاں تھیں۔

آج خلاف معمول پربھا اور ہریش دونوں بہت اداس تھے۔ چنانچہ جب لنچ کا وقت ہوا تو دونوں لنچ لے کر ایک چھوٹے سے کنج میں الگ لیجا بیٹھے۔ اس کنج کے چاروں طرف گھنے پیڑوں اور جھاڑیوں کے گہرے سائے تھے۔ اور بیچ میں ایک چھوٹی سی خاموشی تھی۔ ہریش نے غالیچہ نیچے بچھا دیا۔ اور پربھا کھانا پروس رہی تھی۔ اس کی پلکیں بار بار کسی اندرونی غم سے بوجھل ہو کے اس کے گلابی رخساروں پر گر پڑتی تھیں۔ آج وہ ہریش سے نگاہیں ملانے کی ہمت اپنے آپ میں نہیں پا رہی تھی۔

"اتنے سارے کھانے کا کیا ہو گا۔ ہ" ہریش نے کسی

قدر بیزاری سے کہا۔
"بھوک تو بالکل نہیں ہے۔"
"کچھ تو کھاؤ۔ اس دکھ کے باوجود زندہ تو رہنا ہے کسی
نہ کسی طرح۔" پربھا نے آہ بھر کے کہا۔
"اور روسٹ چکن کی ایک پلیٹ ہرلش کے سامنے رکھ دی۔"
"تم بھی تو کچھ کھاؤ۔" ہرلش نے اپنی ٹفن باسکٹ سے شاہی
کباب آگے بڑھائے۔
"یہ بادام کی کھیر ہم نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے۔" پربھا
نے تین چار انواع و اقسام کی ڈشیں رکھنے کے بعد ایک بڑی بھری ہوئی
قاب کی طرف اشارہ کیا۔
"ہوں۔" ہرلش نے ایک ڈش چکھتے ہوئے کہا۔
"یہ پلاؤ بے حد عمدہ ہے مگر حلق سے نیچے نہیں اترتا۔"
"اور یہ ہرن کی چاپیں ہمارے منن باورچی نے خاص طور پر
تمہارے لئے تیار کی ہیں۔" پربھا نے اسے کسی قدر فخر سے بتایا۔
"اور یہ تیتر کا قورمہ .... ذرا سا تو چکھو۔ تم تو
کچھ کھا ہی نہیں رہے ہو۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔"
یہ کہتے کہتے خود پربھا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور شاہی ٹکڑے
کی پلیٹ سے ذرا سا ایک ٹکڑے کا ٹکڑا توڑ کر اسے منہ میں رکھ کر بولی۔
"ہرلش مجھے یہاں سے لے چلو۔"

"کیا تمہارے پتا جی کسی طرح نہیں مانتے ۔ ؟"

ہرلش نے پوچھا ۔

"نہیں ۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا ہے ۔ ماں جی نے تو تمہاری بہت سفارش کی ۔ مگر وہ کسی طرح نہیں مانے ۔ کہتے ہیں میری لڑکی تو کسی بڑے گھر میں جائے گی ۔"

ہرلش نے آہ بھر کے ہرن کی ایک چانپ اٹھائی ۔

"اب کیا ہوگا ۔ ؟" ہرلش نے رندھے ہوئے گلے سے کہا ۔ "کسی دوسرے موقعے پر یہ ہرن کی سنہری خستہ چانپ کس قدر لذیز معلوم ہوتی ۔ مگر ابھی اس کا مزا زبان پر راکھ کا سا ہے ۔"

"رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوگا ۔ کوئی پریکٹیکل بات کرو ۔" پربھا خفا ہو کر بولی ۔

"میں بالغ ہوں ۔ میں تمہارے ساتھ کہیں بھاگ سکتی ہوں ۔"

"کہاں جائیں گے ہم ۔ ؟"

پربھا کی آنکھیں سامنے کی ہری بھری پہاڑی کی چوٹی پر جم گئیں ۔ اشارہ کرتے ہوئے بولی ۔

"ہم وہاں ایک گھر بنا لیں گے ۔"

"تمہارا مطلب ایک جھونپڑی سے ہے ۔"

ہرلش نے پہاڑ کی چوٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

"ہاں - میں تمہارے ساتھ ایک جھونپڑی میں بھی رہ لونگی ۔"
پربھا مٹھیاں بھینچ کر بولی ۔

ہرش کی نگاہیں وہیں پہاڑ کی چوٹی پر ایک جھونپڑی تلاش رہی تھیں - آہستہ سے بولا ۔

"بلا شبہ اس چوٹی کا منظر کس قدر دلفریب ہوگا ۔ قدموں تلے یہ وادی نیچے یہ تولسر کی نیلی جھیل مرغزاروں میں بھیڑ بکریاں چرتی ہوئیں - اور میں تمہارا سر اپنی گود میں رکھے ہوئے بنسی بجاتا ہوا ۔"

"صبح سویرے کھڑکی کھولکر واش بیسن پر دانت صاحب کرتے ہوئے - باہر کی کھلی ہوا ۔"

پربھا کی آنکھیں خوابیدہ ہوگئیں ۔

"جھونپڑی میں کھڑکی نہیں ہوتی - " ہرش نے یاد دلایا ۔

"اور واش بیسن بھی نہیں ہوتا — اور دانت صاف کرنے کے لئے جنگل سے سواک توڑ کر لانا پڑے گی ۔"

پربھا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا - اور جھرجھری سی لے کر بولی ۔

"شام کو البتہ ذرا ڈر لگے گا - اتنی اونچائی پر - جب چاروں طرف اندھیرا ہو جائیگا - تو میں اکیلی تمہاری راہ دیکھتی ہوئی کٹیا کے دروازے پر کھڑی رہوں گی - اور تمہیں بھیڑ بکریوں کے گلے کو ہنکاتے دیکھ کر فوراً دوڑ کر تم سے لپٹ جایا کروں گی ۔"

"پھر کبھی کبھی برسات کی بوندا باندی والی ٹھنڈی میٹھی راتوں میں نم چولہے کے قریب روٹیاں سنکیتی ہوئی شعلوں کی روشنی میں اپنے گلنار چہرے کو لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"مگر مجھے تو کھانا پکانا نہیں آتا ـــ" پربھا بولی۔

"ویسے بھیڑ بکریاں چرانا مجھے بھی نہیں آتا ہے۔" ہرلش نے سوچ کر کہا۔

"مگر کیا فکر ہے۔ سیکھ لیں گے ۔"

"مگر ـــ" پربھا نے کچھ دیر تک رک کر کہا۔

"اس جنگل میں ہم دونوں اکیلے کیسے رہیں گے۔ راتوں کو ڈر نہیں لگے گا۔"

"ڈر کس بات کا۔" ہرلش اسے اطمینان دلاتے ہوئے بولا۔

"کھانے کے بعد ہم دونوں اپنے بیڈ روم میں ٹیبل لیمپ کی مدھم مدھم روشنی میں ایک دوسرے کو کہانیاں سناتے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔"

"اس جھونپڑی میں بیڈ روم ہوگا۔؟"

پربھا نے اپنے شبہے کا اظہار کیا۔

"اور اتنی بلندی پر۔ یعنی پہاڑ کی چوٹی پر ٹیبل لیمپ کے لئے بجلی کہاں سے آئیگی۔؟"

ہرلش نے جواب دینے سے پہلے مرغی کی ایک ٹانگ اٹھائی

جو بے حد عمدہ روسٹ کی گئی معلوم ہوتی تھی۔ وِنا اس روسٹ کو غور سے دیکھ کر بولا۔

"مگر جانِ من۔ جہاں سچی محبت کی روشنی ہو۔ وہاں اگر بجلی کی روشنی نہ ہو تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا ہم اپنے اندازے سے کچھ دور چلے گئے ہیں۔؟"

پربھا نے اس سے پوچھا۔ پھر اس نے چاندی کے ایک چمچے سے بادام کی کھیر نکال کر اسے ذرا سا چکھا۔ اور بولی۔

"ہمیں رومانی ہونے کے بجائے پریکٹیکل ہونا چاہیے۔ اور جنگل میں رہنے کی بجائے کسی شہر کا رخ کرنا چاہیے۔"

"باجر گھاٹ چلے جائیں۔" ہرلش نے تجویز پیش کی۔

"وہ بہت قریب ہے۔" پربھا بولی۔

"تو سورت۔؟"

"وہ بہت دور ہے۔"

"کوسی گنج کے بارے میں کیا کہتی ہو۔؟"

"ہاں وہ ٹھیک رہے گا۔ میں وہاں کبھی گئی بھی نہیں ہوں۔ سنا ہے وہاں مہاراجہ ہرلش وردھن کے زمانے کے پرانے مندر ہیں جن میں ننگی استریوں اور مردوں کے ننگے مت مجت کرتے دکھائے گئے ہیں۔ اور وہاں ایک فورٹ ہوٹل بھی ہے۔ ایسا میں نے سنا ہے۔"

"میں جا چکا ہوں۔ وہ ہوٹل پورا ایر کنڈیشنڈ ہے۔ اور خاص ڈنر

یہ بدیشی سیاحوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ سنگل روم کے پچاس روپیہ اور ڈبل روم کے پچانوے روپے چودہ آنے۔ بڑی تاریخی جگہ ہے۔ قریب ہیں چادروالشی کا جنگل ہے۔ جہاں باگھ چیتے کا شکار بھی ملتا ہے۔ اور تم جانتی ہو مجھے شکار کا کس قدر شوق ہے۔ گو آج تک موقع نہیں ملا۔"

"اور مجھے مصوری کا شوق ہے۔ تم شکار کھیلنے جایا کرو گے۔ اور میں دن بھر مندروں میں جا کر سٹیٹنگ کیا کروں گی۔"

"ہر شام کو ہم دونوں ہوٹل کے بار میں شمپین پیتے ہوئے۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے اور ڈکی کا آرکسٹرا ناچ کی دھن بجاتا ہوا۔"

"اور تم اس نیلے دھاری والے سوٹ میں۔" پربھا کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔

"اور تم اس ہلکی اودی باٹک ساڑی میں۔" ہرلیش پربھا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"ہاں کوسی گنج سب سے اچھا رہے گا۔" پربھا غور کر کے بولی۔

"چلو وہاں چلیں۔"

"ٹھیک ہے کل ہی چل دیں گے۔"

"ذرا ۔۔۔ کتنا خرچ ہوگا۔ اس کا اندازہ بھی کر لیں۔"

پربھا ایک لمحہ کے لئے سوچ کر بولی۔

"بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ ہمیں ہر بات میں پریکٹیکل ہونا چاہیئے۔" ہرلش سر ہلا کر بولا۔

"میں ایک دن وہاں ٹھہرا تھا۔ میرے ایک سو تیس روپیہ خرچ ہوئے تھے۔"

"مگر اس سمے میں تمہارے ساتھ نہیں تھی۔ میں تمہیں فضول خرچی نہ کرنے دونگی۔"

"بالکل نہیں کرنے دوگی یہ تو میں مانتا ہوں۔ چلو تم ہی حساب کتاب کرو۔"

"ایک ڈبل روم تو لینا پڑیگا جس کے ساتھ باتھ روم اٹیچ ہو۔ میں اپنا باتھ روم کسی دوسرے کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی۔ سوائے تمہارے۔"

"بالکل درست ہے۔ ایک ڈبل روم معہ باتھ روم بچانوے روپیہ چودہ آنے ہر روز۔"

"سو روپیہ سمجھو نہ۔" پربھا بولی۔

"سو روپیہ روز۔ مہینے کے تین ہزار تو یہی ہو گئے۔" ہرلش نے کہا۔

"مگر اس میں کھانا بھی تو شامل ہے۔" پربھا نے سوچ سوچ کر کہا۔

"مگر شمپین تو تم بھول گئیں۔"

"شمپین ہم نہیں پیئیں گے۔"

"ہنی مون میں پی جاتی ہے۔" ہریش نے اصرار کیا۔

"چلو چار سو روپیہ لگا لو مہینے کے۔" پربھا نے جھوٹ دیدی۔

"ہو گئے تین ہزار چار سو روپیہ۔"

"اب پانچسو روپیہ میری شاپنگ کے لگا لو۔" پربھا نے دوسرا مہرا آگے بڑھایا۔

"اب کیا میں پانچ سو کی بھی شاپنگ نہیں کرونگی۔" پربھا نے اس انداز سے ہریش کی طرف دیکھا جیسے ابھی وہ اس کی تجویز کی مخالفت کریگا۔

ہریش نے اپنے ہونٹ بھینچ کر ابرو سیکڑ کر پانچسو روپیہ کی رقم پر غور کیا۔

بولا۔ "میرے خیال میں پانچ سو روپیہ بہت کم ہیں ڈارلنگ تمہیں کم سے کم ایک ہزار کی شاپنگ تو ضرور کرنا چاہیئے۔"

"نہیں۔" پربھا ہریش کے نہ لڑنے سے کچھ مایوس سی ہو گئی۔ بولی۔

"نہیں ہریش پانچ سو بہت ہیں کسی نہ کسی طرح پانچسو ہی میں کام چلا لوں گی۔"

ہریش نے سوچ سوچ کر کہا۔ "سب ملا کر ساڑھے چار ہزار روپیہ مہینے کا خرچ آئیگا۔ جب کہیں جا کے ہم بہت ہی غریبانہ طور پر کوسی

گنج میں نہ سکیں گے۔"

"محبت سچی ہو تو غریبی بھی کھلتی نہیں۔" پربھا نے اسے یاد دلایا۔

"تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔"

"اب سوال یہ ہے۔ کہ ہم ساڑھے چار ہزار روپیہ کہاں سے لائیں گے ہر ماہ۔۔۔۔۔؟"

پربھا نے پوچھا۔ اور پُر امید نظروں سے ہرلیش کی طرف دیکھا جیسے اس سوال کا جواب اس کے پاس ہو۔

"ہاں یہ بھی ایک سوال ہو سکتا ہے۔" دونوں خاموشی سے غور کرتے رہے۔ آخر ہرلیش نے پربھا سے پوچھا۔

"تم اس (KIDNAPPING) کے لئے اپنے باپ سے کچھ نہیں لے سکتیں۔؟"

"واہ اغوا تم کرو۔ اور میں اپنے باپ سے اغوا کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کے لئے کہوں۔۔۔۔۔؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" ہرلیش بولا۔ "یہ غلط بات ہو گی۔ اسی کارن میں اپنے باپ سے بھی کچھ مانگ نہیں سکتا۔"

"کچھ اور سوچیں۔" پربھا نے تجویز پیش کی۔ ہرلیش نے سوچ سوچ کر کہا۔

"شاید ان لوگوں کو متدروں کے لئے گائیڈ کی ضرورت

پڑیگی ۔ حالانکہ چار گائیڈ وہاں پہلے سے موجود ہیں ۔ مگر چار ہیں تو پانچواں کیوں نہیں ہو سکتا ۔"

پربھا نے خوشی سے تالی بجائی ۔ "بہت عمدہ خیال سوچا ہے تمہیں ۔ تم ایک ٹورسٹ گائیڈ ۔ اور میں اسی ہوٹل میں RECEPTIONIST بن جاؤنگی ۔"

"گائیڈ کو پندرہ روپیہ روز ملتے ہیں ۔ ساڑھے چار سو تو یہی ہو گئے ۔"

"اور RECEPTIONIST کو کیا تنخواہ ملتی ہے ۔؟" پربھا نے پوچھا ۔

"پانچ سو روپیہ سے کیا کم ملتی ہوگی ۔" ہریش نے جواب دیا ۔

"تقریباً ایک ہزار تو یہی ہو گئے ۔" پربھا نے جوڑ کر اپنے آپ سے کہا ۔

"باقی کے ساڑھے تین ہزار ۔" ہریش سوچنے لگا ۔

پربھا نے سوچ سوچ کر کہا ۔ "ہم اس ہوٹل کے مقابلے میں ایک سستا سا لاجنگ ہاؤس کھول دیں گے ۔ ایک امریکن ہوٹل کی طرح ....!"

"سرمایہ کہاں سے آئیگا ۔"

پربھا نے ہونٹ چبائے ۔ کندھے اچکائے بال جھٹکائے پھر ایک دم تُنس ہو کر بولی ۔

"یہ پریکٹیکل نہیں ہے۔"

"میرے خیال میں۔" ہرلیش نے شروع کیا۔ اور پھر خود ہی چپ ہو گیا۔

پربھا بولی۔ "میرے خیال میں تو فی الحال ہم جہاں رہتے ہیں۔ اور جیسے رہتے ہیں۔ ویسے رہیں۔ اور کسی بہتر موقع کا انتظار کریں۔۔۔۔"

ہرلیش کے چہرے سے غور و فکر کی ساری لکیریں ایکدم مٹ سی گئیں۔ بے حد ہشاش بشاش ہو کر کہنے لگا۔

"ہاں یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ ذرا یہ پپیتے کا حلوہ تو چکھو۔"

ہرلیش نے حلوے سے چاندی کا چمچ بھر کے پربھا کے منہ میں ڈال دیا۔ دونوں مسرور نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس ذہنی ورزش نے انہیں بے حد تھکا دیا تھا۔ اب اس سے فارغ ہو کر وہ بہت سکون محسوس کر رہے تھے۔

مگر بہت دیر کے بعد جب پربھا کھانا کھا کر سنڈ ہو چکی تو بولی۔

"یہ ہر روز جو اغوا کے کیس ہوتے ہیں۔ لڑکے لڑکیوں کے۔ وہ آخر کیسے ہوتے ہیں۔؟"

"وہ لوگ سوچتے نہیں۔" ہرلیش نے نیپکن سے اپنی

انگلیاں پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

"بالکل نہیں سوچتے۔"

مگر ان کی خاموش پر لطف تنہائی سے پرے خاردار جھاڑیوں کے گھیرے کے دوسری طرف دیوکمار کان لگائے ان کی گفتگو سنتا رہا۔ اور ان کی باتیں سن کر اس نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کیا۔ کہ اب وہ ہریش کو زک دے سکتا ہے۔ اگر سیٹھ ڈھیرول اپنی لڑکی کی شادی کسی بڑے گھر میں کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ ہریش کو زک دینے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ وہ پربھا سے شادی کرے گا۔ وہ پربھا کے لئے اپنے گھر سے پیغام بھجوائیگا۔ دیوکمار سے بڑا گھر اس شہر میں اور کس کا ہو سکتا ہے ڈھیرول فوراً یہ رشتہ منظور کر لیں گے۔ پربھا اس کی ہو جائیگی۔ منگنی کے دن وہ ہریش کی صورت دیکھنا چاہے گا۔

جھاڑیوں کے دوسری طرف کسی دوسرے کونے میں۔ بالو اور چمپیلی بھی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ جب گفتگو ختم ہو گئی۔ تو دونوں نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالو اور چمپیلی میں کافی دنوں کے بعد من مناؤ ہوا تھا۔ کیونکہ جب چمپیلی نے دیکھا کہ سیٹھ ڈھیرول کے انکار کے باوجود پربھا اسی خوشدلی سے ہریش سے ملتی ہے

تو اس نے بھی دوبارہ بالو سے اتفاق کر لیا۔ اس وقت پوری بات چیت سن کر وہ ایک آہ بھر کے بولی۔
"اگر یہ دونوں کوسی گنج بھاگ جاتے تو ہم بھی ان کے ساتھ بھاگ جاتے۔"
"ہم دونوں تو اب بھی بھاگ سکتے ہیں۔" وہاں کوسی گنج کے ہوٹل میں دونوں نوکری کر لیں گے۔
"یعنی جیسے تم یہاں ہریش بابو کی بیراگیری کرتے ہو۔ ویسے ہی اس ہوٹل میں کرتے رہو گے۔"
"اور کیا۔"
"اور میں جس طرح یہاں جھاڑو بہارو دیتی ہوں۔ ویسے ہی وہاں کرتی رہوں گی۔"
"بالکل۔"
"تو پھر بھاگ جانے میں مزا کیا ہے۔ ہم یہیں کیوں نہ رہیں۔ اور ایک دوسرے سے ملتے رہیں۔؟"
چمیلی نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔
بالو کا سر نیچا ہو گیا۔ بولا۔
"یہ بھی تم ٹھیک کہتی ہو۔"
چمیلی بولی۔ "اصل میں اغوا کا مزا تو بڑے لوگوں ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔" وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی دیر تک انگوٹھے سے مٹی

کر بیٹھتی رہی۔ بالو بولا۔

"ہاں جب تک حالات کا اغوا نہ ہو۔ انسانوں کے اغوا سے کیا فائدہ۔؟"

جمیلی آہستہ سے بولی۔ "چلو انہوں نے کھانا کھالیا ہے۔ چل کر جھوٹی ڈشیں اٹھالیں۔"

چھٹا باب

کئی دن سے سیٹھ ڈھیرومل کو اپنے نئے ڈریس کا انتظار تھا۔ آج ڈرائینگ روم میں بیٹھے بیٹھے بار بار تاؤ کھا رہے تھے۔ اور اوھوجی اور یادھوجی پر اپنا غصہ اتار رہے تھے۔

"یہ کمبخت ٹیلر ابھی تک نہیں آیا۔ کیا میں سارا دن اس کم بخت رحمان ٹیلر کے واسطے ادھر ہی بیٹھا رہوں گا۔ کیا مجھکو کوئی کام نہیں ہے۔ اس دنیا میں یہ کمبخت ٹیلر۔" سیٹھ جی دانت پیس کر بولے۔

"یہ الو کا پٹھا اگر اس سمے مجھکو دکھائی پڑ جائے تو میں اسکے ......"

انہوں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ سامنے سے رحمان ٹیلر

چھے عدد شاگرد پیشہ لوگوں کے ہمراہ سیٹھ جی کا نیا ڈریس اٹھائے داخل ہوا۔ انہیں دیکھکر سیٹھ جی کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔ جھم جھاتے ڈریس کو دیکھ کر باچھیں کھل گیئں۔ ہنستے ہوئے مسرت آمیز لہجہ میں بولے۔

"ہیں جی۔ ؟ تم آگئے۔ میں ابھی اودھو جی مادھو جی سے کہہ رہا تھا۔ کہ جرور ہمارے رحمان ٹیلر ماسٹر صاحب کو کسی جروری کام سے شہر سے باہر جانا پڑ گیا ہوگا۔ نہیں تو وہ ٹیم سے چوکنے والے نہیں ہیں۔"

رحمان نے بناوٹی ٹھکے لہجہ میں کہا۔

"سیٹھ جی بیس شاگردوں کو دن رات کام پر بٹھلائے رکھا۔ جب جا کے کہیں آپ کا ڈریس تیار ہوا۔"

"پر وہ جوڑی دار جو اس دن تم نے بھیجا تھا۔ اتنا تنگ اتنا تنگ تھا۔ کہ دو جگہ سے پہنتے ہی پھٹ گیا۔"

سیٹھ جی شکایت کرتے ہوئے بولے۔

"پہن کر چار قدم چلے تو پنڈلیاں دکھنے لگیں۔ ابھی تک یہاں درد ہوتا ہے۔"

سیٹھ جی پاجامہ اونچا کر کے اپنی پنڈلیاں رحمان ٹیلر کو دکھا کر اس سے داد رس کے طالب ہوئے۔

"اجی یہ کپڑا ہی ایسا ہے۔ جو آپنے خریدا ہے جانے کہاں

سے۔ اس کی خاصیت یہ ہے۔ کہ پہلے تو سکڑتا ہے۔ بعد میں لپکتا ہے۔ آخر میں پھٹ جاتا ہے۔

سیٹھ جی نے اس کے بعد اپنے دونوں پاؤں آگے کر کے کہا۔ "اور ان سلیم شاہی جوتوں پر کار چوب کا کام تو بہت اچھا ہے۔ مگر جوتے بھی تنگ ہیں۔ نوک کے پاس چبھتے ہیں۔ بہت چبھتے ہیں۔"

"آپ کے پاؤں کا زور پڑنے سے نوک بھی پھیل جائیگی۔" رحمان ٹیلر نے سیٹھ جی کے بھاری فیل نما پاؤں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"مگر پاؤں میں درد جو ہوتا ہے۔"

سیٹھ جی کے لہجہ میں شکایت آنے لگی۔ رحمٰن نے مسکرا کر کہا۔ "اجی فیشنیبل جنٹلمین بننے کے لئے تھوڑی سی تکلیف گوارا کرنی پڑیگی۔"

اتنے میں سیٹھ جی کی نظر سنہری دھاری والے کوٹ پر گئی۔ جسے رحمٰن ٹیلر نے میز پر رکھا تھا۔ سیٹھ جی اس کوٹ کو دوبارہ غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"ماسٹر جی کیا یہ کپڑا وہی تو نہیں ہے۔ جس کا کوٹ تم نے پچھلی دفعہ میرے لئے تیار کیا تھا۔؟"

"بالکل وہی ہے۔" رحمان نے کمال اطمینان سے جواب دیا۔

سیٹھ جی نے ذرا توقف کے بعد کہا۔

"تو کیا تم نے میرے کپڑے بیں سے۔"

"آپ کے کپڑے میں سے۔ ؟" رحمان ٹیلر فوراً ان کی بات کاٹ کر بولا۔

"اجی سیٹھ جی۔" وہ اپنی آواز میں حقارت لاتے ہوئے بولا۔ "آپ نے اپنے کوٹ کے لئے جو کپڑا بھیجا تھا۔ وہ آدھا گز کم نکلا۔ تو میں نے اپنے کپڑے میں سے آدھا گز کاٹ کر آپ کے کوٹ میں لگا دیا۔ اس سے میرا کوٹ ذرا چھوٹا پڑ گیا۔ دیکھئے نا۔؟" رحمان انھیں اپنا کوٹ دکھانے لگا۔ "دراصل میرے کوٹ میں آپ کا کپڑا نہیں۔ بلکہ آپ کے کوٹ میں میرا کپڑا شامل ہے۔"

سیٹھ جی مارے گھبراہٹ کے ہکلانے لگے ۔۔۔ "آ۔ آ۔ آ۔ م۔ م۔ ٹھیک۔ ٹھیک ہی کہتے ہو گے آپ جی۔"

اور پھر فوراً بات کا رخ بدل کر بولے۔

"اب یہ بنا سوٹ کیسا سلا ہے۔"

"سوٹ نہیں۔ اسے ڈریس کہیئے۔"

اور واقعی عجیب و غریب ڈریس تھا۔ اسے چار شاگرد اپنے بازوؤں پر لئے مؤدب کھڑے تھے۔ ایک صاحب کے ہاتھ میں کامدار چوب کی شیروانی تھی۔

دوسرے کے ہاتھ میں چوڑی دار۔

تیسرے کے ہاتھ میں طلائی کام کا ایک چوغہ تھا۔

اوپر سے یاہ۔

اندر سے سرخ ۔ چوتھا شاگرد ایک بندھی بندھائی راجپوتی پگڑی پر کلغی لگائے نہایت احتیاط سے ہاتھ میں تھامے کھڑا تھا۔ ان کے پیچھے دو شاگرد کھڑے تھے۔ اور وہ دو قدِ آدم آئینے اپنے ساتھ لائے تھے۔

رحمان ٹیلر اپنی باریک مونچھوں کو بل دیتا ہوا فخریہ انداز میں کہنے لگا۔

"یہ ڈریس ہے جناب۔ ایسا ڈریس ہے۔ جسے پہن کر آپ بالکل ہندوستانی راج دوت دکھائی دیں گے۔ کسی بدیشی ملک کو جانے والے سرکاری سفیر سمجھے جائیں گے۔ ذرا اس کپڑے کی نرمائی۔ ہاتھ کی سلائی۔ ڈیزائن کی صفائی دیکھ کر آپ حیرت میں رہ جائیں گے۔ اور پہن کر اصلی جنٹلمین دکھائی دیں گے۔"

سیٹھ جی پر شوق انداز میں ڈریس کی طرف دیکھ کر بولے۔ "تو جلدی کرو۔ جلدی کرو۔۔۔۔ مجھکو ابھی پہنا دو۔ ابھی جنٹلمین بنا دو۔"

رحمان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔ بولا۔ "ایسے کاموں میں جلدی نہیں کی جاتی سرکار۔ اس کے پہننے پہنانے کا بھی ایک طریقہ ہے۔"

اتنا کہہ کر اس نے تالی بجائی اور بولا۔

"شاگرد۔۔۔۔ سیٹھ جی کو ڈریس پہنا دو۔"

تالی کی آواز سنتے ہی دو شاگرد آگے بڑھے۔ اور سیٹھ جی کا پاجامہ اتارنے میں مصروف ہو گئے۔ دو شاگردان کا ڈرسنگ گون اتارنے میں لگ گئے۔ دو شاگردوں نے انہیں پیچھے دھکیل کر ایک دیوان پر بٹھا دیا۔ سب سے پہلے انہیں چوڑی دار پہنایا گیا۔ پھر شیروانی۔ پھر شیروانی کے بٹن لگائے گئے پھر کندھوں پر راجپوتی چوغہ فٹ کیا گیا۔ سب سے آخر میں راجپوتی پگڑی مع کلغی ان کے سر پر رکھدی گئی۔ اس کے بعد ٹیلر ماسٹر نے پھر تالی بجائی تو فوراً ایک شاگرد قد آدم آئینہ اٹھائے آگے بڑھ گیا۔ اور سیٹھ جی کو ان کی شبیہ مبارک آئینے میں دکھانے لگا۔ ٹیلر ماسٹر نے پھر تالی بجائی تو فوراً دوسرا شاگرد دوسرا آئینہ اٹھائے حاضر ہوا۔ اور سیٹھ جی کو ڈریس کا پچھلا حصہ دکھانے لگا۔ سیٹھ جی اپنا آگا پیچھا دیکھ کر خوشی سے پھولنے لگے۔ تو فوراً ایک شاگرد نے ماسٹر کا اشارہ پاکر آگے بڑھ کر کہا۔

"سرکارِ عالی۔۔۔۔ بندہ بخشش کا ہے سوالی۔"

سیٹھ ڈھیرو مل رشتہ خطمی ہوتے ہوئے بولے۔

"کیا کہا تم نے ہمکو؟"

سرکارِ عالی۔!

پھر فوراً جیب سے بٹوہ نکال کر اس میں سے ایک نوٹ نکال کر اسے دیکھا۔ اور اودھوجی۔ مادھوجی کو دیکھ کر بولے۔ دیکھ لو۔ یہ ہے اس ڈریس کی حیثیت۔ اسے پہنتے ہی میں سیٹھ سے سرکارِ عالی بن گیا۔"

اس پر دوسرے شاگرد نے آگے بڑھ کر کہا۔"

"حضور والا مدار مجھ پر بھی کرم ہو جائے۔"

"کیا کہا حضور والا مدار۔ اوہو ہو۔ یہ خطاب تو پہلے سے بھی اونچا ہے۔" سیٹھ جی جوش میں آ کر بولے۔

"ذرا ٹھہرو۔ ذرا ٹھہرو۔" سیٹھ جی بٹوے میں جھانک کر بولے۔ اور بٹوے میں سے دو نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہنے لگے۔

"یہ حضور والا مدار کی طرف سے۔"

تیسرا چوتھا دونوں شاگرد ایک ساتھ آگے بڑھ کر کورنش بجاتے ہوئے بولے۔

"آپ کی بے حد عنایت ہے۔ اب ہم انعام کی خوشی میں رئیس اعظم سیٹھ ڈھیرو مل کی شان میں ساری عمر قصیدے گائیں گے۔ زندہ باد سیٹھ ڈھیرو مل رئیس اعظم۔"

زندہ باد۔

"ہیں جی - ہیں - ؟ رئیس اعظم - اور جندہ باد بھی - لوگ تو کھالی انقلاب جندہ باد ہوتے ہیں - پھر تم نے تو ہمکو بھی جندہ باد بنا دیا - اس خوشی میں تم یہ بٹوہ ہی لے جاؤ نا - ؟" سیٹھ جی نے اپنا بٹوہ شاگردوں کی طرف پھینک دیا - جسے احمق ٹیلر نے لپک کر اچک لیا - اور کورنش بجا لاتے ہوئے - ڈرائنگ روم سے باہر جانے لگا - جب وہ اپنے شاگردوں کے ہمراہ رخصت ہو گیا - تو سیٹھ جی اپنی راجپوتی کلغی کو اپنی پگڑی پر لہراتے ہوئے دیکھ کر بولے - "ادھو جی میں کیسا لگتا ہوں -

"بالکل مہاراجہ لگتے ہو سرکار -"

"تو چلو شہر کو چلیں - میں چاہتا ہوں - لوگ مجھکو اس نوے ڈریس میں دیکھ کر جندہ باد بولیں - اور تم دونوں بھی میرے ساتھ لگے رہو - تاکہ لوگوں کو معلوم ہو - کہ میں تمہارا مالک ہوں -"

ادھو جی مادھو جی دونوں سر جھکا کے ہاتھ جوڑ کے بولے "ستیہ بچن مہاراج -"

"تو جلدی سے موٹر تیار کراؤ -" سیٹھ جی نے مادھو جی کو حکم دیا -

"اور تم ادھو جی - تم جمیلی کو یہاں بلا لاؤ -" اسے ایک دو باتیں سمجھانے کی ہیں - اچھا - ٹھہرو - رہنے دو - وہ ادھر ہی آ رہی ہے اے جمیلی -"

جمیلی مٹکتی ہوئی ڈرائینگ روم کے باہر سے سیڑھیوں کی طرف

جا رہی تھی۔ کہ سیٹھ جی کی آواز سن کر اندر چلی آئی۔ بولی۔ "آئی سیٹھ جی۔" مگر اندر آتے ہی اس نے سیٹھ جی کو جو ہئیت کذائی دیکھی تو پہلے تو دم بخود رہ گئی۔ چند لمحہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھورتی رہی۔ جیسے اسے اپنی نگاہوں پر اعتبار نہ آرہا ہو۔ پھر ایک دم ہنس پڑی۔

"اوہ۔ ہی۔ ہی۔ ہی۔"

"چھنال۔" سیٹھ جی ایکدم خفا ہو کے بولے۔

"کیوں کھڑی ہنستی ہے۔" چمیلی آہستہ سے سیٹھ جی کے چاروں طرف گھوم گئی۔ پھر ناک پہ انگلی رکھ کر زور زور سے ہنسنے لگی۔ "اوہ۔ ہی ہی ہی۔ کس سرکس سے تم نے یہ کباڑ اٹھا کر پہن لیا ہے۔ ہی ہی ہی۔"

"کیا کہا تو نے۔" سیٹھ جی گرج کر بولے چمیلی اپنی ہنسی کو روکنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ "میں کہتی ہوں۔ کہ۔ ہی۔ ہی ہی۔"

"اری احمق کیا تو مجھ پر ہنستی ہے۔؟"

سیٹھ جی نے حیران ہو کر اس سے پوچھا۔

"نہیں مالک ..... ایسی بے وقوفی میں نہیں کر سکتی۔ مگر۔" چمیلی نے ہنسی روکنے کے لئے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔ مگر ہنسی اس کی ہتھیلی کے چاروں کونوں سے پھوٹ پڑی۔ "ہی ہی ہی۔" ہنستے ہنستے چمیلی نے اپنا پیٹ پکڑ لیا۔

وہ ہنستے ہنستے دہری ہوئی جا رہی تھی۔ سیٹھ جی

اس کے قریب گئے۔ بولے "اب ہنسے گی تو کان کھینچ کر گدھے کے برابر کر دوں گا۔"

چمیلی ایکدم ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "شما کرو مالک۔ پھر۔ ہی ہی ہی۔ یہ ہنسی میں روک نہیں سکتی۔ ارے کیسے بدھو لگتے ہو تم۔ ہو ہو ہو۔ ہی ہی ہی۔"

سیٹھ جی ایکدم برہم ہو کر بولے۔

"اب ہنسی تو ایسا دھپ دوں گا۔ کہ دن میں تارے نظر آ جائینگے۔" سیٹھ جی کا غصہ چڑھتا دیکھ چمیلی نے کسی نہ کسی طرح اپنی ہنسی کو روک دیا۔ اپنے اوپر غصہ پا کر آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "لو۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ مالک دیکھو تو بالکل ٹھیک ہوں۔ اب نہیں ہنسوں گی۔"

چمیلی کے ہونٹ بند تھے۔ مگر لگتا اس کا سارا جسم ہنس رہا ہے۔ سیٹھ جی قہر بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔ "بدجبان۔ اپنی لگام کو جبان دے۔ اور سن آج میرے واپس آنے سے پہلے اس ہال کی صفائی ٹھیک سے ہو جائے آج کچھ۔" مگر اس سے آگے سیٹھ جی کچھ نہ کہہ سکے۔ کیونکہ چمیلی پھر قہقہہ مار کر ہنسنے لگ گئی تھی۔

"پھر وہی بے ہودگی۔"

چمیلی نے ایکدم زور سے ہنس کر کہا۔ اور اب جیسے اس

کی ہنسی کے سارے باندھ ٹوٹ گئے ہوں۔ وہ بولی اور ہنستے ہنستے بولتی گئی۔

"دیکھو مالک۔ مجھے دھپ مار دو۔ یا گالی دیدو۔ یا گلا گھونٹ دو۔ مگر پہلے مجھے اچھی طرح سے ہنس لینے دو۔ نہیں تو میرا پیٹ پھٹ جائیگا۔ ہی ہی ہی۔ ہی ہی ہی۔"

سیٹھ جی مایوس ہو کر سر ہلا کے بولے۔ "ایسی بے وقوف چھوکری ہیں نے آج تک نہیں دیکھی۔ میری بات نہیں سنتی کھڑی ہٹی ہٹی سنہس رہی ہے۔

چمیلی جب اچھی طرح سے ہنس لی۔ تو اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو کسی طرح قابو میں کر کے بولی۔ "اب بولو مالک کیا حکم ہے۔"

سیٹھ جی نے رنجیدہ لہجہ میں سر ہلا کے کہا۔

"عورت ذات ہو اس لئے جانے دیتا ہوں۔ خیر۔ اب یاد رکھو آج گھر میں کچھ مہمان آنے والے ہیں۔ اس لئے گھر کو صاف ستھرا رکھو۔"

چمیلی بھڑک کر بولی۔ "مزاق ختم ہے سیٹھ جی۔ مگر مجھے تو تمہارے دوست دیکھ کر غصہ آجاتا ہے۔ ادھر میں گھر کی صفائی سے فارغ ہوتی ہوں۔ ادھر تمہارے مہمان آ کر پھر سے اتنی ہی گندگی پھیلا دیتے ہیں۔"

"تو کیا میں تیرے چونچلوں کی کھاطر اپنے دوستوں

کو گھر میں گھسنے نہ دوں۔ ؟"

چمیلی بولی۔ " سب تو نہیں۔ ہاں پر کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو اس گھر میں آنے کے قابل نہیں ہیں۔ "

چمیلی نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔ کہ سیٹھانی داخل ہوئیں۔ سیٹھ کو دیکھتی رہیں۔ چپ چاپ۔ پھر ایک دم زور کی چیخ مار کر انہوں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

سیٹھ جی بڑے اکڑے ہوئے انداز میں سیٹھانی کے قریب جاکے بولے۔ " کیوں۔ کیوں کیا ہوا ہے۔ ؟"

" مجھے ہوا ہے۔ ؟" سیٹھانی چیخ کر بولیں۔

" تم کہو تمہیں کیا ہوا ہے۔ ؟ اور یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے ؟ کیا چاہتے ہو۔ سارے شہر میں مذاق اڑے۔ لوگ تمہیں دیکھیں اور ہنستے ہنستے دہرے ہوتے جائیں۔ "

" اور میں تم سے کہتا ہوں۔ رکمنی۔ صرف وہی لوگ ہنسیں گے جو اندر سے مجھ سے جلتے ہیں۔ "

" خیر .... یہ کوئی نئی بات نہیں دیکھ رہی ہوں۔ " سیٹھانی افسردہ لہجہ میں بولیں۔

" تمہاری ان نت نئی حرکتوں اور فیشنوں نے اس بڑھاپے میں تمہیں سارے شہر میں نکھٹو بنا دیا ہے۔ "

" کون لوگ مجھے نکھٹو سمجھتے ہیں۔ ؟"

"سب معقول لوگ۔ معلوم نہیں اس گھر کو ان دنوں کیا ہوگیا ہے۔ یہ گھر اب گھر تو رہا نہیں۔ فینسی ڈریس شو معلوم ہوتا ہے۔ کہیں سارنگیاں بج رہی ہیں کہیں گھونگھرو کھنک رہے ہیں۔ کہیں زور زور سے لڑنے جھگڑنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ ارے یہ گھر ہے کہ کھنگڑ خانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔؟"

چمیلی آگے بڑھ کے بولی۔ "مالکن بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ تم ایسے گندے مندے لوگوں کو گھر میں گھسنے کی اجازت دیتے ہو۔ کہ میں اور جمنا۔ اور ترجی۔ تینوں گھر کی صفائی کرتے کرتے مری جاتی ہیں۔ پھر بھی ان بد قدموں کے پیروں کی کالکھ فرش سے نہیں چھوٹتی۔"

"رکمنی ——" سیٹھ جی گرج کر بولے۔

"یہ تیری چمیلی اب بہت بڑھ چڑھ کے باتیں کرنے لگی ہے۔"

"تو کون سی بات غلط کہتی ہے۔"

سیٹھانی چمک کر بولیں۔ "میں پوچھتی ہوں تمہیں شرم نہیں آتی۔ اس عمر میں تمہیں ناچنے گانے کا شوق چرایا ہے۔؟ اب۔؟ جب چند سالوں میں تم بلیا کھٹی لے کر چلا کرو گے۔"

"ہونہہ ——" سیٹھ نے غصے سے نتھنے پھلا کر کہا۔

"اور ایک بڑا ڈانس ماسٹر آتا ہے۔ اس زور سے پاؤں ٹپکتا ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ گھر کی دیواریں

گر جائیں گی۔ یا چھت نیچے آن پڑے گی۔" سیٹھانی نے پاؤں زور سے ٹیک دیا۔

سیٹھ جی غصے سے بولے۔ "چپ رہو جی۔ بہت سن لیا۔"

چمیلی نے سیٹھانی کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے کہا۔ "وہ سرادہ گنگا ماسٹر آتا ہے مالکن۔ ہر وقت نتھنے پھلائے ہوئے۔ سور کا سا منہ بنائے ہوئے ....." چمیلی کہتے کہتے گنگا ماسٹر کا سا منہ بنا کر سیٹھ کے سامنے گنگا ماسٹر کی نقل کرتے ہوئے بولی۔" اے مالک میں کہتی ہوں۔ اس عمر میں تم لٹھیا چلاؤ گے۔ کس کو مار ڈالنے کا ارادہ ہے۔"

سیٹھ جی غصے سے کبھی چمیلی کو دیکھتے کبھی اپنی سیٹھانی کو۔ دونوں عورتیں ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئیں۔ سوچا غصے سے نہیں۔ نرم پڑ کے ہی ان بے وقوفوں کو سمجھانا چاہئے۔ اس لئے دھیرج سے بولے۔" میں کہتا ہوں۔ جس بات کی تم کو سمجھ نہیں ہے۔ اس میں تم دونوں کاہے کو دخل دیتی ہو۔"

سیٹھ کو نرم پڑتے دیکھ کر رکمنی کی آواز اور بھی اونچی ہو گئی۔ بولیں۔

"اور میں کہتی ہوں۔ تم اس خرافات کو چھوڑ کر اپنی جوان بیٹی کی شادی کی فکر کیوں نہیں کرتے۔"

چمیلی نے طنز آمیز مسکراہٹ استعمال کرتے ہوئے بڑے کٹیلے لہجہ میں کہا۔

"سنا ہے مالک آجکل فلاسفی بھی سیکھ رہے ہیں۔"

"فلاسفی سیکھنے میں کیا ہرج ہے۔؟"

سیٹھ نے پوچھا۔ "پھلاسفی پڑھ کر اگر میں دو چار عقل کی باتیں سیکھ لوں گا تو تیرا کیا بگڑ جائے گا۔؟" "ہاں جی۔؟"

"میرا تو کچھ نہیں جائے گا۔" جواب میں سیٹھانی اپنی انگلیاں نچاتے ہوئے بولیں۔

"پر تم اب جو چوکرتے بچے نہیں ہو کہ نیکر پہن کر اسکول کے ڈسک پر بیٹھکر پہاڑے یاد کرنے لگو۔ وہ سمے گزر گیا۔"

"علم حاصل کرنے کے لئے اگر اسکول بھی جانا پڑے،" سیٹھ جی بڑی مضبوط آواز میں بولے۔ "یا ماسٹر کی مار بھی کھانا پڑے۔ تو کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔"

"پر فلیفہ ہی کیا ہے۔؟" سیٹھانی چڑکر کہنے لگی۔ "آخر یہ دھن دولت تم نے ایک الٹا اکھشر پڑھے بغیر کمائی ہے۔ تو اب پڑھ کر تمہیں کیا مل جائے گا۔"

"تم دونوں تو ایک دم زاہل (جاہل) ہو۔ سیٹھ جی زچ ہو کر بولے۔

"اب تم کو کیا بتاؤں۔ یہ جو تم اس سمے بات کر رہی ہو۔ جانتی ہو کیا ہے۔؟"

"عقل کی بات ہے اور کیا ہے۔؟" رکمنی بولی۔

سیٹھ جی سر ہلا کے بولے ۔ "نہیں نہیں ۔ تم میرا مطلب نہیں سمجھیں ۔ میرا مطلب یہ پوچھنے سے ہے ۔ کہ یہ بول جو اس سمے تم بول رہی ہو ـــــ یہ کیا ہیں ۔ ؟"

"یہ سمجھ داری کے بول ہیں جو تمہارے پلے نہیں پڑتے ۔" رکمنی نے تیزی سے کہا ۔

سیٹھ جی نے پھر مایوسی سے سر ہلایا ۔

"اوں ہوں ۔ تم سمجھی نہیں ۔ میں تم سے پوچھ رہا ہوں ۔ کہ اب جو میں بول رہا ہوں ۔ تو یہ کیا ہے ۔ ؟ کیا اس کو بولتے ہیں ۔ ؟"

"بکواس ۔" سیٹھانی نے قطعیت سے جواب دیا ۔

"ارے تیرے کو پلے کچھ پڑتا ہی نہیں ۔ رکمنی ۔" سیٹھ جی کچھ صبر سے کام لیتے ہوئے بولے ۔

"دیکھ میرا مطلب جبان سے ہے ۔ بھاشا سے ہے ۔ تو جانتی ہے ۔ جو ہم اس سمے بولے ہیں ۔ اسکو بھاشا میں کیا کہوے ہیں ۔ ؟"

"کیا کہوے ہیں ۔ ؟"

"نشر ۔ نشر کہوے ہیں ـــــ" سیٹھ جی نے فاتحانہ انداز میں جواب دیا ۔

سیٹھانی کی تیوری پر بل پڑ گئے ۔

وہ شبہے کی نظروں سے سیٹھ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نثر۔؟"

"ہاں نثر۔ اور جو بول نثر میں نہ ہووے۔ وہ تو جوڑ جوڑ کرکے نظم میں ہووے ہیں۔ اور جو نظم نہ ہووے تو وہ نثر کہلا دیوے۔ اور تم بولو چمیلی۔"

"سیٹھ جی نے چمیلی کی طرف دیکھ کر کہا۔ جو حیرت سے انہیں شاید پاگل سمجھ کر تکے جا رہی تھی۔

"بولو چمیلی کیا تم یو کہہ سکتی ہو۔؟"

"اِیں۔؟" چمیلی کے منہ سے نکلا۔

"کیا تم یو۔ کہہ سکتی ہو۔"

"میں سمجھی نہیں۔؟" چمیلی نے آہستہ سے پوچھا۔ سیٹھ جی اسے سمجھانے لگے۔ "اچھا تم کھالی "یو" کہو۔ پھر ہم تم کو سمجھا دیں گے۔"

"لو بولتی ہوں۔" چمیلی نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کے کہا۔

"یو۔"

"بولتے تو تم نے بول دیا۔ پر بولا کیا۔؟" سیٹھ جی نے پوچھا۔

"یو۔" چمیلی نے جواب دیا۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔ پر یہ بتلاؤ جب تم یو کہتی ہو۔ تو کیا کرتی ہو۔؟"

"وہی کرتی ہوں۔ جو تم کہتے ہو۔"

"اوہنہ۔" سیٹھ جی پریشان ہو کر بولے۔

"کیسے بے وقوفوں سے پالا پڑا ہے۔ سنو چمیلی جب تم یوکہتی ہو۔ تو اگر تم ان پڑھ گنوار لڑکی نہ ہوتیں۔ اگر تم نے ہجے کی سائینس پڑھی ہوتی۔ تو تم کو معلوم ہوتا۔ کہ جب تم یو بولتی ہو۔ تو تمہارا نچلا جبڑا تھوڑا سا اوپر کو آوے ہے۔ اور اوپر کا جبڑا تھوڑا سا نیچے کو جاوے ہے۔ اور ہونٹ یوں سکڑیں ہیں۔ یو یو یو یو۔"

رکمنی اور چمیلی دونوں نے یو یو کر کے سیٹھ کی طرف دیکھ کر پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کیا پاگلوں کی سی باتیں کرتے ہو۔؟" رکمنی بولی۔

"اس بے ہودگی کا جواب ہے۔" چمیلی نے صاد کیا۔

"میری صلاح سے تو۔" رکمنی بولی۔ اس فلاسفی کے ماسٹر کو اور ان نخنیوں گویوں کو چھٹی دیو۔ اور اپنا کام کرو۔ جیسے ہمیشہ سے کرتے تھے۔

"اور اس بندر کو جسکو تم گنڈ کا ماسٹر بولتے ہو۔ اس کو بھی سلام کرو۔" چمیلی نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

سیٹھ جی کو غصہ آگیا۔ ایکدم بھڑک کر بولے۔" اری احمق تم نہ کچھ جانے نہ بوجھے۔ بیچ میں کھواہ مکھواہ (خواہ مخواہ) اڑنگا لگا دے ہے۔ تجھکو کیا معلوم گنڈ کا کیا چیز ہووے ہے۔؟"

سیٹھ جی نے ادھر ادھر دیکھ کر میز پر سے دو رول اٹھالئے۔

ایک اپنے ہاتھ میں رکھ کر اور دوسرا جمیلی کے ہاتھ میں دیکر بولے۔
"اب دیکھ میں تجھے پریکٹس کر کے دکھاتا ہوں۔ مگر پہلے قاعدہ سمجھ لے۔ شروع میں آڑا وار۔ اس طرح۔" سیٹھ جی نے وار کر کے سمجھایا۔
"پھر ترچھی دھار۔ تیری طرف سے یوں۔"
سیٹھ جی نے رول سے ترچھی دھار کی ترکیب سمجھائی۔
"پھر تیسرے نمبر پر۔ میری طرف سے کھٹک کی مار۔ یوں۔ سمجھ گئی۔ اس قاعدے سے چلنے پہ کوئی مجھکو مار نہیں سکتا۔ چاہے بیس آدمی سامنے آجاویں۔ تمکو یقین نہیں ہے۔ تو آجا سامنے میدان میں۔ اور اس رول سے مجھے مار کے دکھا۔"
جمیلی نے لکڑی کے رول کو اپنے ہاتھ میں تول کر کہا۔
"کون ہیں۔؟"
"اچھا تو سیٹھ آجاؤ میدان میں۔"
اتنا کہہ کر جمیلی سیٹھ جی پر پل پڑی۔ اور ایک گنوار جاٹن کی طرح رول اٹھا اٹھا کر مارنا اور سیٹھ جی کو روئی کی طرح دھنکنا شروع کر دیا۔ سیٹھ جی نے پہلے تو اپنے سارے سیکھے ہوئے حربے آزمائے آخر میں چلاتے ہوئے سارے ہال میں گشت کرتے ہوئے پھرے۔ مگر جمیلی برابر ٹھکائی کرتی رہی۔ آخر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کر کے سیٹھانی نے سیٹھ جی کی گلو خلاصی کرائی۔
سیٹھ جی اپنی پھولی ہوئی سانس میں تقریباً گردنکھے ہو کر

بولے۔

"ارے ایسے مارنے کو تھوڑی کہا تھا۔ حرام زادی۔"

چمیلی بولی۔ "آپ نے ہی تو کہا تھا مار کے دکھاؤ۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ پر تو قاعدے تو چلی نہیں۔" سیٹھ جی شکایت

کرنے لگے۔ "پہلے میں آڑا وار چلا۔ اس کے بعد تو نے ترچھا وار

چلنا تھا۔ وہ تو چلی نہیں۔ اور سیدھی کھٹک کی مار پر پہنچ گئی۔ اور

لگی مجھے دھننے۔ یہ کوئی گتکے کا قاعدہ ہے۔؟"

"واہ مارنے میں بھی کوئی قاعدہ ہوتا ہے۔"

چمیلی نے اتنا کہہ کر لکڑی کا ڈول پھر میز پر رکھ دیا۔ اور

اپنے سر کے بال جو رخساروں پر لٹک آئے تھے۔ ٹھیک کرنے لگی۔ سیٹھ

جی کی پٹائی کر کے اسے بڑا لطف آیا تھا۔ سیٹھ جی ابھی تک ہانپ رہے

تھے۔ اور ممکن ہے بات بڑھ جاتی اور وہ زیادہ جز بز کرتے۔ مگر اتنے

میں مادھو جی نے آکر اطلاع دی۔ کہ گھوڑا گاڑی آگئی ہے۔ سیٹھ جی

جلدی سے اپنے آپکو سنبھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے

ساتواں باب

"نناوتہ دلو کمار میں کیا خرابی ہے۔؟"
سیٹھ ڈھیر دل نے رکمنی سے پوچھا۔
"لڑکا نوجوان ہے۔ خوبصورت ہے۔ امیر باپ کا بیٹا ہے۔ باپ رائے بہادر ہے انگریزوں کے زمانے کا۔ سارے شہر میں اس کے دھن دولت کی دھوم ہے۔ نناوتہ اس میں کیا خرابی ہے"۔
"خرابی تو کوئی نہیں ہے۔" رکمنی نے منہ لٹکا کے کہا۔
"مگر لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔"
"پر بھا کون ہوتی ہے۔ بیچ میں بولنے والی۔؟" ڈھیر دل ایک دم بھڑک کر بولے۔
"اتنے بڑے گھر میں اس کا بیاہ کر رہا ہوں۔ اور وہ خود

یہ رشتہ مانگ رہے ہیں۔ ورنہ الٹا لڑکی والوں کو خوشامد کرنا پڑتی ہے۔

رائے بہادر ہے باپ اس کا رائے بہادر۔"

"میری بیٹی کو رائے بہادر کے ساتھ تو شادی کرنا نہیں ہے۔"

"تم تو پاگل ہو۔" ڈھیر دل حقارت سے بولے۔

"ایسا اچھا رشتہ تو سارے شہر میں کہیں نہیں ملے گا۔ میں نے تو ہاں کر دی ہے۔ اگلے مہینے مہورت نکال کے منگنی کر دوں گا۔"

"جب سے پربھا نے سنا ہے رو رہی ہے۔"

رکمنی سمجھانے لگی۔ "آج کل لڑکی کی مرضی بھی دیکھی جاتی ہے۔"

"پربھا میں تو عقل نام کو نہیں ہے۔ اس دوکاندار کے لونڈے ہرلش میں کیا رکھا ہے؟"

"دوکاندار تو تم بھی تھا ہو۔" رکمنی غصے سے بولی۔

"کیا ہوا جو اتنے بڑے ٹھیکیدار بن گئے۔ پر اپنی اوقات مت بھولو۔ دوکاندار تو میرا باپ بھی تھا۔ پھر تم نے کیوں مجھ سے شادی کی۔ میں کہتی ہوں لڑکی کا دل مت توڑو۔"

"نہیں پربھا کو وہیں شادی کرنی ہوگی۔ جہاں میں ہاں کر دونگا۔"

رکمنی کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ اتنے میں چمیلی نے اندر آ کے خبر دی۔

"نیچے دیوان جی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"انہیں یہیں بھیج دو۔" سیٹھ ڈھیر دل کے چہرے پر مسرت کی چمک آ گئی۔ رکمنی کے چہرے پر بیزاری کی لہریں دوڑنے لگیں۔ کیٹیلے لہجہ

ہیں پوچھنے لگی۔

"یہ دیوان جی آج کل روز روز کیوں تمہارے پاس آتے ہیں۔"
سیٹھ جی اپنی سیٹھانی کو ہاتھ کے اشارے سے سمجھاتے ہوئے بولے۔

"آہستہ سے بات کر بے وقوف کچھ معلوم بھی ہے کس کی بات کرے ہے تو۔؟ کون ہیں وہ دیوان جی کچھ معلوم بھی ہے۔ ہندوؤں کے جمانے میں وہ دیوان تھے۔ مغلوں کے جمانے کے جاگیر دار۔ پھر انگریجوں کے جمانے میں بھی ان کے پرکھے دیوان رہے۔ آج بھی وہ دیوان جی کہلاتے ہیں۔ جاگیر داری ختم ہوگئی۔ ریاستیں ختم ہوگئیں۔ تو کیا ہوا۔ خاندانی شرافت تو ختم نہیں ہوئی۔ آج بھی شہر کی سب سے بڑی حویلی انہی کی ہے۔ اور دو درجن دوکانیں باجار میں انکی ہیں۔"

لچھمی نے بات کاٹ کر کہا۔ "پر میں نے سنا ہے وہ سب کی سب گروی رکھی ہیں۔"

سیٹھ جی سنی ان سنی کر کے بولے۔

آج بھی جب دیوان جی چیف منسٹر سے ملنے جاویں ہیں۔ تو وہ اٹھ کر سلام کرے ہے۔ اور کرسی پیش کرے ہے۔ اتنا بڑا جنٹلمین جب آگے بڑھ کر خود مجھ سے برابری سے ملے ہے اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے اپنا دوست بتاوے تو مجھے شرم آجاوے۔

"تم کو تو شرم آجاوے۔ پر اس موئے کو تو پیسہ مانگتے ہوئے شرم نہ آوے۔

"رکمنی تیکھے لہجہ میں بولی۔ "جب دیکھو قرض مانگنے کے لئے کھڑا ہے۔"

"ایسے آدمی کو قرضہ دینا خود میری عزت ہے۔" سیٹھ جی نے فخریہ لہجہ میں کہا۔

"پھر وہ تو ایک ایک پیسہ چکا دینے والا آدمی ہے۔ ایسا وہ مجھکو بولتا ہے۔" سیٹھ جی نے آخری فقرہ کچھ اپنے آپ کو سمجھا دینے والے انداز میں کہا۔

رکمنی نے کہا۔ "کب سے وہ ایسا بول رہا ہے۔ پر آج تک دیا کیا اس نے۔؟"

سیٹھ جی سر ہلا کے یقین آمیز لہجہ میں کہنے لگے۔ "تم نہیں جانتی اس کو وہ خاندانی دیوان ہے۔ وہ ضرور قرضہ ادا کریگا۔"

رکمنی پاؤں ٹیک کر بولی۔ " اور میں بولتی ہوں۔ وہ ایک پیسہ ادا نہیں کریگا۔

سیٹھ جی بیزار ہو کے بولے۔

" استری کا تریا ہٹ مشہور ہے۔ اب تم سے کون بحث کرے۔؟"

" بحث کرنے کی جگہ کہاں ہے۔؟ ساری دنیا جانتی ہے۔

وہ روپیہ اینٹھنے کے لئے تم سے دوستی کر رہا ہے۔"

اتنے میں سیٹھ جی کو سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ منہ پر انگلی رکھ کر بولے۔

"شش۔ چپ ہو جاؤ۔ وہ آرہا ہے۔"

رکمنی دانت پیس کر بولی۔ "جو رقم تم نے پہلے دی تھی وہ کھا پی گیا ہوگا۔ اس لئے آرہا ہے۔"

اتنے میں دیوان جی گہرے بھورے رنگ کے سوٹ میں ملبوس عمدہ بانکی ٹائی لگائے ہوئے اندر آ گئے۔ چال میں بانکپن آنکھوں سے ذہانت اور تعیش پسند طبیعت دونوں ہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ عمر کوئی تیس برس کی ہوگی۔ مگر چالیس کے لگتے ہوں گے۔ آتے ہی انہوں نے بڑے تکلف سے جھک کر رکمنی کو آداب کیا۔ مگر رکمنی نے آداب کا جواب دینے کی بجائے منہ پھیر لیا۔ چہرے پر شکن تک آئی ہو۔ وہ اسے خوشدلی سے نظر انداز کرتے ہوئے بڑی بے تکلفی سے سیٹھ جی کی طرف بڑھے۔ جواب ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو چکے تھے۔ اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"کیوں ڈھیرومل مزاج کیسا ہے۔؟"

دیوان جی کا ہاتھ اپنے کندھے پر محسوس کر کے سیٹھ ڈھیرومل تو بلاشبہ خطمی ہو گئے۔ انگ انگ خوشی سے جھوم اٹھا۔ میٹھے ملائم لہجہ میں بولے۔ "آپ کی مہربانی ہے دیوان جی۔"

"اوہ آپ کی سیٹھانی - ؟" دیوان جی نے آنکھوں کے کونوں سے رکمنی کو تاکا جو منہ پھیرے بیٹھی تھی -

اپنا ذکر سنکر رکمنی نے جلدی سے پلٹ کر دیوان جی کی طرف دیکھا اور بولی -

"مجھے کیا ہوا - میں بالکل ٹھیک ہوں -" اور پھر جلدی سے منہ پھیر لیا -

دیوان جی نے دوسرا وار بھی خالی دیا - گھوم کر سیٹھ جی کی طرف اپنی ساری توجہ مرکوز کر دی - سیٹھ جی کے نئے بے ڈھنگے مگر قیمتی لباس کو دیکھ کر بولے -

"ارے سیٹھ - کیا جچ رہے ہو - اس نئے ڈریس میں -"

"ہو گئے شروع -" سیٹھانی نے ذرا ہٹ کر اپنی راز دار ملازمہ چمیلی سے آہستہ سے کہا -

واقعی دیوان جی اب شروع ہو گئے - اپنی پتلی چھڑی گھماتے ہوئے - اس کی نوک سے سیٹھ جی کی شیروانی کی طرف اشارہ کر کے بولے -

"اس شیروانی کی تراش کا جواب نہیں - شہر میں آج تمہارے ایسا بانکا مشکل سے ملے گا -"

چمیلی نے یہ سنکر سیٹھانی سے کہا -

"لگا رہا ہے مکھن -"

دیوان جی بولے۔ "میرے یار۔ ذرا گھوم جاؤ۔ دیکھیں تو پیچھے سے کیسے لگتے ہو۔؟"

رکمنی نے سرگوشی کرتے ہوئے چمیلی سے کہا۔ "جیسا بھوت سامنے سے ہے ایسا ہی پیچھے سے ہے۔"

سیٹھ جی فخر سے پھول گئے۔ صوفے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور دو تین بار دیوان جی کے کہنے پر چاروں طرف گھوم گئے۔

دیوان جی نے بے حد سنجیدہ ہو کر بار بار سیٹھ جی کی طرف دیکھا۔ جیسے انتہائی غور و فکر سے کام لے کر سیٹھ کے ڈریس کا جائزہ لے رہے ہوں۔ پھر ہونٹ سکوڑ کر ماتھے پر شکن لاتے ہوئے بولے۔

"غضب کا ڈریس سلوایا ہے۔ کیا فٹ آیا ہے۔ تمہارے جسم پر۔ کس سے سلوایا ہے۔؟"

ڈھیر و مل نے کہا۔ "آپ ہی کے بھیجے ہوئے درزی نے تو سیا ہے۔"

"اچھا وہی۔؟" دیوان جی نے بناوٹی حیرت آمیز لہجہ میں کہا۔

چمیلی آہستہ سے بولی۔

"کچھ اس سے کمیشن مارا ہوگا۔"

نگران عورتوں کی باتیں سیٹھ اور دیوان جی نے نہیں سنی کیونکہ وہ دونوں ذرا پرے ہٹ کر کھڑکی کے قریب کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے چوری چوری بے حد آہستہ سے سرگوشی کر لیتی تھیں۔ اور پھر ان دونوں

مردوں کی باتیں سننے میں ہمہ تن گوش ہو جاتی تھیں۔

دیوان جی نے ٹہل ٹہل کر چھڑی گھماتے ہوئے کہا۔

"میں آج ہی چیف منسٹر صاحب سے تمہارے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔"

"چیف منسٹر صاحب سے۔؟"

ڈھیرو مل نے ذرا اونچی آواز میں کہا۔

تاکہ رکمنی اچھی طرح سے سن لے۔

رکمنی نے ایک بار ان دونوں کی طرف دیکھ کر بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ جیسے وہ بتا رہی ہو کہ میں سب جانتی ہوں۔"

ڈھیرو مل نے پھر دہرایا۔ "چیف منسٹر صاحب سے۔"

"جی ہاں۔ کل رات انہوں نے مجھے کھانے پر مدعو کیا تھا۔"

دیوان جی ایسی لاپرواہی سے بولے جیسے چیف منسٹر کے ہاں کھانا کھانا ان کے روزمرہ میں شامل ہو۔

"کھانے پر بلایا تھا۔" ڈھیرو مل نے پھر بآواز بلند کہا۔

تاکہ اب تک اگر رکمنی نے نہ سنا ہو۔ تو اب سن لے اور جان لے کہ دیوان جی کتنے بڑے آدمی ہیں۔ مگر رکمنی نے مطلق التفات نہیں کیا۔

"ہاں۔ دیوان جی بولے۔" میں نے چیف منسٹر سے تمہاری بات چلائی۔ تو بولے۔ ایک دن انہیں بھی کھانے پر لے آؤ۔"

پھر غرور نگاہوں سے اپنی بیوی اور ملازمہ کی طرف

دیکھا۔ جو قریب کی ایک کھڑکی سے لگ کر کھڑی تھیں پھر جب ان کو بظاہر متوجہ نہ پایا۔ تو دیوان جی کی طرف جھک کر بولے۔

"آپ کی بڑی مہربانی ہے دیوان جی۔"

"اس میں کیا مہربانی ہے۔ سیٹھ جی۔ کیا تم میرے دوست نہیں ہو۔"

دیوان جی ایک سگار سلگاتے ہوئے بولے۔

"نہیں۔ نہیں۔ یہ آپ کی مہربانی ہے۔" سیٹھ جی اصرار کرتے ہوئے بولے۔

"آپ مجھے اپنا دوست مانتے ہو۔"

"نہیں۔ میں وہ سلوک نہیں بھول سکتا۔ جو تم نے ...؛"
دیوان جی کے لہجہ میں بے حد نرمی آنے لگی۔

سیٹھ فوراً بات کاٹ کر بولے۔ "کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ جراسی بات ہے۔"

مگر دیوان جی کسی طرح نہ مانے۔ سر ہلا کے بولے۔

"کیسے بھول سکتا ہوں پچھلے دنوں ایک دو دفعہ جو تم نے"

"جانے دو۔" فوراً سیٹھ جی بیچ میں بول اٹھے۔

"کیوں شرمندہ کرتے ہو۔"

"نہیں دوست۔" دیوان جی نے بے حد کھرے اور سچے لہجہ میں مضبوطی سے کہا۔

"نہیں دوست میں معاملے کا کھرا ہوں۔ اور کھرا ہی رہنا بھی چاہتا ہوں۔ آج میں سب حساب صاف کر کے ہی جاؤں گا۔"

سیٹھ جی نے یہ سنتے ہی فاتحانہ انداز سے رکمنی کی طرف دیکھا۔ اور ذرا سا اس کی طرف جھک کر اسے کہنی مارتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"اب بولو۔ کیا کہا تھا میں نے۔؟"

دیوان جی بولے۔ "اگر مجھے کسی کا قرضہ دینا ہوتا ہے۔ تو جب تک میں اسے ادا نہ کر لوں۔ مجھے چین نہیں آتا۔"

سیٹھ جی نے دوسری بار رکمنی کو کہنی ماری بولے۔

"اب کہو۔"

دیوان جی نے سیٹھ سے کہا۔ "تو آؤ ذرا حساب کتاب ہو جائے۔"

سیٹھ جی نے سرگوشی کرتے ہوئے رکمنی سے کہا۔ "دیکھ لیا تم نے۔؟ کیسی چھوٹی طبیعت پائی ہے تم نے۔؟"

دیوان جی نے پوچھا۔ "اس کا حساب تو رکھا ہے نا۔؟ جو اب تک میں نے تم سے لیا ہے۔"

"جی۔ جی۔ جی ہاں۔" سیٹھ جی کسی قدر ہچکچاتے ہوئے بولے۔ "مگر میں نے کھاتے میں درج نہیں کیا ہے۔ تاکہ منیم جی کی نظر نہ پڑے۔"

"یہ بہت اچھا کیا تم نے۔" دیوان جی فوراً بول پڑے۔
"مگر ایک الگ کاپی میں لکھ رکھا ہے۔" سیٹھ جی نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا۔

"تو نکالو اسے۔"

سیٹھ جی نے اپنی میز کی دراز کھولی۔ اور نوٹ بک کے صفحے الٹنے لگے۔

دیوان جی نے کہا۔ "بولو۔"
سیٹھ نے کہا۔ "آں۔ وہ دس اگست کو صبح نو بجے تین سو روپیہ۔"

"ہوں۔"

"اور بارہ اگست کو پھر دو سو روپیہ۔"

"ہاں۔"

"بیس اگست کو ایک سو روپیہ۔"

اب رکمنی اور چمیلی دونوں سیٹھ جی کے قریب آگئیں۔ اور دھیان سے سننے لگیں۔ مگر دیوان جی کے چہرے پر کسی گھبراہٹ کا سایہ نہ تھا۔ ایسی طمانیت سے سن رہے تھے جیسے آج ہی پائی پائی چکا کے جائیں گے۔

سیٹھ کہہ رہے تھے۔ "پھر آٹھ ستمبر کو رگھوناتھ صراف کو نو سو روپیہ دیئے۔ آپ کے حساب میں۔؟"

دیوان جی کے چہرے پر سوچ کی شکنیں ابھر آئیں۔ چند لمحوں کے بعد صاف ہوگئیں۔ مسکرا کر بولے۔

"بالکل ٹھیک"

"تمہارے درزی کو چار سو روپیہ۔"

"وہ بھی ٹھیک۔"

"تمہارے بنیئے کو سات سو روپیہ۔" سولہ اکتوبر کو۔

دیوان جی بولے۔ "سولہ نہیں پندرہ اکتوبر کو۔"

سیٹھ جی نے دوبارہ اپنی نوٹ بک کے اندراج کو غور سے دیکھا۔ کچھ شرمندہ سے ہوکر بولے۔

"جی ہاں۔ پندرہ اکتوبر ہی ہے۔ میں نے غلط پڑھا۔ مگر کیا یاد رہا آپ کو۔؟"

دیوان جی نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں لیا ہوا قرضہ کبھی نہیں بھولتا۔"

سیٹھ جی نے دکھنی کی طرف دیکھ کر باآواز بلند کہا۔ "یہی تو خاندانی شرافت ہے۔"

"آگے چلو۔" دیوان جی تحکمانہ انداز میں بولے۔

سیٹھ ڈھیرومل نے جلد ہی جلد ہی گننا شروع کیا۔ "ڈیڑھ سو روپیہ نو آنے تمہارے بھاجی والے کو۔ ایک سو چوہتر روپے دس آنے دودھ والے کو۔ چھہتر روپیہ آٹھ آنے پھل والے کو۔ اور — اور۔

رام تمہارا بھلا کرے۔" کہہ کر سیٹھ ڈھیروبل نے جو ورق الٹا تو اسے کورا پایا۔ اطمینان کا سانس لے کر بولے۔ "بس یہی ہے۔"

"کل ملا کے کتنے ہوئے۔؟" دیوان جی نے پوچھا۔

سیٹھ جی نے ورق الٹ پلٹ کرتے ہوئے نوٹ بک کے ایک صفحے پر پنسل سے حساب کر کے بتایا۔

"کل ہو گئے تین ہزار روپیہ۔ اور۔"

"گیارہ آنے۔" دیوان جی بول پڑے۔

"تین ہزار گیارہ آنے بالکل ٹھیک حساب ہے۔ اب اس میں پانچسو روپیہ اور جوڑ لو جو مجھے آج چاہیئیں۔ تو یہ کل ملا کے ہو گئے۔ ساڑھے تین ہزار روپیہ گیارہ آنے۔ یہ رقم میں تم کو اس ماہ کے آخر تک ادا کر دوں گا۔"

اب رکمنی کی باری تھی۔ اس نے اپنے پتی کو کہنی مار کے کہا آہستہ سے۔

"کیوں کیسی رہی۔؟"

سیٹھ نے گھور کر رکمنی کی طرف دیکھا۔ آہستہ سے بولے۔

"چپ رہ۔"

دیوان جی جلدی سے بول پڑے۔ "اور دیکھو سیٹھ ڈھیر ول اگر یہ چھوٹی سی رقم۔ جو اس وقت میں نے تم سے مانگی ہے۔ تم اگر کسی وجہ سے نہ دے سکو۔"

دیوان جی کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی سیٹھ جی جلدی سے بول اٹھے۔

"نہیں۔ نہیں دیوان جی ایسی کوئی بات نہیں۔"

رکمنی نے آہستہ سے کہا۔ "وہ ہمیں انگلیوں پہ نچا رہا ہے۔"

سیٹھ جی نے پلٹ کر اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھی۔ اور رکمنی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شش۔"

دیوان جی نے چاندی کی موٹھ والی چھڑی گھماتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے اگر تم یہ رقم اس وقت ادا کرنے سے قاصر ہو۔ تو میں کسی دوسرے سے۔"

دیوان جی نے فقرہ نا تمام چھوڑ دیا۔

سیٹھ جی فوراً گھبرا کر بولے۔ "نہیں دیوان جی۔ یہ تو سوچیں ہی نہیں آپ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"سوچنا تو ہمیں ہے جو تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔" رکمنی دانت پیس کر آہستہ سے بول پڑی۔

"چپ ہو جاؤ بے وقوف۔" سیٹھ جی دیوان جی سے ذرا الگ ہو کر اپنی بیوی سے کہنے لگے۔

رکمنی نے بڑی بیزاری سے سر ہلا کے کہا۔ "جب تک یہ ہم سے آخری پائی نہیں نچوڑ لے گا۔ اسی طرح ہمیں بے وقوف بناتا رہیگا۔"

دیوان جی نے سیٹھ جی کو اپنی بیوی کے سامنے ششش و پنج میں گرفتار دیکھ کر کہا۔

"اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔" صاف صاف بول دو۔ اس شہر میں ایسے دوست بہت ہیں۔ جو مجھے قرض دینے میں عزت محسوس کریں گے۔

مگر میں پہلا چانس تمکو دینا چاہتا ہوں۔"

سیٹھ جی ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔ "آپ کی مہربانی ہے۔ بڑی مہربانی ہے۔ دیکھتا ہوں۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

سیٹھ جی کمرے سے باہر جانے لگے۔ لیکن رکمنی رانے میں انہیں روک کر بولی۔

"کیا تم پھر احمق بننے والے ہو۔؟"

سیٹھ جی آہستہ سے بولے تاکہ کہیں دیوان جی سن نہ لیں۔

"یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئینگی۔ تم نے سنا نہیں۔ دیوان جی مجھکو ایکدن چیف منسٹر کے گھر پر کھانے پر بلانے والے ہیں۔"

اتنا کہہ کر سیٹھ جی تو کمرے سے باہر نکل گئے۔ رکمنی نے مایوس ہو کر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر دیوان جی بولے۔

"کیا بات ہے سیٹھانی جی۔؟ آپ کچھ خوش معلوم نہیں ہوتیں۔ آپ کو کوئی تکلیف ہے۔"

سیٹھانی منہ بنا کر بولیں۔ "ہاں جی۔"

"کیا تکلیف ہے ۔؟"

"میری گردن پر ایک سر ہے ۔" رکمنی نے تلخی سے کہا۔ "اور اس سر میں عقل ہے ۔ بس یہی تکلیف ہے ۔"

دیوان جی اشارہ سمجھ گئے۔ مگر بات کو صاف اڑا گئے۔ لہجہ بدل کر بولے ۔

"اور آپ کی لڑکی کہاں ہے پربھا ۔؟ بہت دن سے ان کو نہیں دیکھا ۔ کہاں ہیں ۔"

رکمنی بے حد رکھائی سے بولی ۔ "میری لڑکی جہاں پر ہے ۔ ہاں بہت ٹھیک ہے ۔"

"وہ کیا کرتی ہیں آجکل ۔؟"

"جو کرتی ہیں ٹھیک کرتی ہیں ۔"

اتنے میں سیٹھ ڈھیر ومل نوٹوں کی ایک گڈی لئے ہوئے داخل ہوئے ۔ اور دیوان جی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولے ۔

"یہ لو دیوان جی پورے پانسو ۔"

دیوان جی نے نوٹوں کی گڈی کو ایک نظر سے دیکھا پھر گنے بغیر جیب میں ڈال لیا ۔ پھر کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے بولے ۔

"اگر سیٹھانی جی اور آپ کی لڑکی پربھا مشہور فلم استاد کنڈولنی کا ناچ دیکھنا چاہیں ۔ تو میرے پاس پرسوں رات کے شو کی سیٹیں ہیں ۔"

رکمنی نے جل کر کہا۔ "آپ اپنی سیٹیں اپنے پاس ہی رکھیں۔
دھنیہ واد۔" اتنا کہہ کر رکمنی نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور جلدی
سے منہ پھیر لیا۔

دیوان جی نے ذرا سا رخ بدل کر سیٹھ جی کے قریب ہوتے
ہوئے کہا۔

"کیا میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔ کہ ہورا گڑھ کی رانی۔ ۔ ۔ ۔"
ہورا گڑھ کی مہارانی کا ذکر سنتے ہی سیٹھ ایکدم گھبرا گئے۔
دیوان جی کو پرے لیجاتے ہوئے بولے۔
"شش۔ ذرا ادھر آجاؤ۔ ہاں اب بتاؤ۔"
دیوان جی اور سیٹھ دونوں۔ رکمنی اور چمیلی سے اتنے فاصلے
پر چلے گئے۔ کہ جہاں سے رکمنی اور چمیلی ان کی باتیں نہیں سن سکتی تھیں
وہاں جاکے سیٹھ جی نے اطمینان کی سانس لی۔ اور بڑے دھیرے لہجہ میں بولے۔
"ہاں۔ اب بتاؤ۔"
"میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ ہورا گڑھ کی مہارانی صاحبہ نے میرے
کہنے پر، دربار بار اصرار کرنے کے بعد آپ کے یہاں کھانا کھانے کی دعوت
منظور کرلی ہے۔" سیٹھ جی کی آنکھیں اور ہونٹ دونوں خوشی
سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ان کے منہ سے اسی حیرت کے عالم میں بس
اتنا نکلا۔ "ہیں جی۔ ؟"
"جی ہاں۔" دیوان جی سگار کا گل جھاڑتے ہوئے بولے۔

اور میرے کہنے پر۔ اور میرے زور دینے پر بڑی مشکل سے انہوں نے ہیرے کی وہ انگوٹھی قبول کر لی ہے۔ جو تم ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے تھے۔"

سیٹھ کے پھولے ہوئے گالوں پر خوشی کی چمک آگئی۔

مگر وہ بہت نازک مزاج ہیں۔ اور بے حد حساس۔" دیوان جی نے انہیں بتایا۔

"وہ تو برابر انکار ہی کرتی جا رہی تھیں۔ اور کسی طرح اس انگوٹھی کو لینے پر تیار نہیں تھیں۔ وہ تو جب میں نے انہیں سمجھایا کہ پورے شہر میں ایسا خوبصورت ہیرا آپ کو اور کہیں نہیں ملے گا۔ تو بڑی مشکل سے قبول کرنے پر راضی ہوئیں۔"

سیٹھ جی چہک کر بولے۔ "پسند آیا میرا ہیرا۔"

بے حد۔" دیوان جی بولے۔ اور پھر بے حد رازداری کے انداز میں سیٹھ کی طرف جھک کر آہستہ سے بولے۔

"بلکہ میرا تو خیال ہے۔ کہ اس تحفے سے ان کے دل میں تمہارے لئے کچھ تھوڑا سا خیال ......"

سیٹھ جی نے چھت کی طرف آنکھیں اٹھائیں۔ اور دونوں ہاتھ لا کر بولے۔

"بھگوان کرے کچھ ایسا ہو جائے۔ ان کے دونوں گال پھڑک رہے تھے۔ اور دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا۔

دیوان جی نے دوا جمایا۔ "بہن نے چلتے چلتے ان کے کان میں یہ بات بھی ڈال دی۔ کہ یہ ہیرا کس قدر مہنگا ہے۔ پھر بہن نے یہ بھی کہا کہ اسے نذر کرنے والے کے لئے اس ہیرے کی قیمت کوئی معنی نہیں رکھتی؟"

سیٹھ جی کا منہ لٹک گیا۔ ایک دم گھبرا کر بولے۔ "ایں۔؟ یہ کیا کہا آپ نے۔؟"

"یعنی تو۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اس کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ ان تحفوں کے مقابلے میں جو آگے چل کر مہارانی صاحبہ کی خدمت میں تمہاری طرف سے پیش کئے جائیں گے۔"

"ہیں جی۔" سیٹھ جی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ پھر وہ سوچنے لگے۔ کیا اس کے بعد بھی۔ اس قیمتی ہیرے کے نذر لینے کے بعد بھی مجھے مزید ایسے ہی قیمتی تحفے دینے پڑیں گے۔ محبت اور دولت کی اس خاموش جنگ میں دولت کا پلڑا بھاری دیکھ کر دیوان جی جو چند لمحوں سے سیٹھ جی کے چہرے سے اس خاموش جنگ کا لطف لے رہے تھے ایکدم بول پڑے۔

"میرا مطلب تھا۔ اس ہیرے کے تحفے کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ تمہارے اس دل کے مقابلے میں۔ جو تم ان پر نچھاور کرنے جا رہے ہو۔"

اطمینان کا ایک لمبا سانس لے کر سیٹھ نے کہا۔ "ہا۔ ہا یہ بات ہوئی نا۔ بالکل۔ بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔" سیٹھ جی یہ سوچ کر ایکدم خوش ہو گئے۔ کہ اب کوئی ہیرا نہ دینا پڑیگا۔ صرف دل ہی دینا پڑیگا۔

دیوان جی کی عقل مندی سے متاثر ہو کر بولے۔
"دیوان جی۔ میں کیا کہوں۔ بہت شرم آتی ہے۔ جب میں آپ کو ایسا کام کرنے کو بولتا ہوں۔"
"نہیں۔ نہیں۔ اس میں کیا بات ہے۔"
دیوان جی سیٹھ جی کے کندھے کو تھپکتے ہوئے بولے "دوست کی مدد دوست نہیں کریگا۔ تو کون کریگا۔ جب سے تم نے بتایا ہے مجھے۔ کہ تمہارا دل مہارانی صاحبہ پر آگیا ہے۔ اور جبکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ۔ کہ۔ کہ میرا مہارانی سے ایک خاص۔ ایک خاص گویا کہ ایک خاص رشتہ ہے۔ تو میں تمہاری مدد کرنے سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔
جب یہ دونوں اس طرح سے گھل مل کر باتیں کر رہے تھے۔ سیٹھانی دور ایک صوفے پر بیٹھی بنائی کر رہی تھیں۔ اور سیٹھ کیلئے ایک سویٹر تیار کرتی جاتی تھیں۔ ان دونوں کی گفتگو ہوتے دیکھ کر سیٹھانی نے اپنے قریب کھڑی جمیلی سے رازدارانہ لہجہ میں کہا۔
"یہ دونوں ادھر کیا مسکوٹ کر رہے ہیں۔؟ جا کے سن تو ذرا۔"
جمیلی ایک جھاڑن ہاتھ میں لے کر فرنیچر کو صاف کرنے کے بہانے سے آہستہ آہستہ ادھر چلی۔ جدھر دیوان جی اور سیٹھ جی دونوں مصروف گفتگو تھے۔ وہ دونوں ایک ستون کی آڑ میں کھڑے تھے۔

جس کے عقب میں پہنچ کر جمیلی بھی ان کی گفتگو سن سکتی تھی۔ مگر وہ فرنیچر صاف کرنے کے بہانے سے دھیرے دھیرے ان کے قریب پہنچنا چاہتی تھی۔ تاکہ ان دونوں کو کوئی شبہ نہ ہو۔

دیوان جی نے ایک خاص فرحت کے انداز میں سیٹھ کی پیٹھ تھپکی اور آنکھ مار کر بولے۔

"بہت اونچے جا رہے ہو سیٹھ۔ پہلے تم نے انہیں پھول بھیجے پھر ان کے اعزاز میں ایک قوالی کی محفل برپا کی۔ اور اب یہ ہیرے کی انگوٹھی۔ ٹھیک ہے وہ مہارانی ہیں تو کیا ہوا۔ اور بیوہ ہیں تو کیا ہوا۔ آخر کو تو وہ ایک عورت ہے۔ اور ہر عورت کی جان ہیروں پر جاتی ہے۔ بس اسی طرح لگے رہو۔ اور پیسے کی پرواہ مت کرو۔"

سیٹھ نے سر ہلا کے روایتی عاشقوں کے انداز میں جرأت آمیز لہجہ میں کہا۔

"اجی دیوان جی اگر مہارانی جی کا پریم مجھے پراپت ہو جائے تو روپیہ چاہے کتنا ہی خرچ ہو جائے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

"وہ دن دور نہیں۔" دیوان جی ہنس کر بولے۔

"جب تم خود اپنی اس کوٹھی میں انہیں اپنے سامنے بٹھا کے کھانا کھلا سکو گے۔ پھر۔ جی۔ بھر کے آنکھیں سینک لینا۔"

ٹھیرو بل خوش ہو کر بولے۔ "میں نے بھی سب طے کر لیا ہے۔ اس شام میری گھر والی اپنی بہن کے گھر چلی جائے گی۔" "ہاں ایسے موقعوں

گھر والی کا گھر میں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔" دیوان جی ہنس کر بولے۔ "مزا بھی نہیں آتا۔"

پھر لہجہ بدل کر بولے۔ "ہیں اس دن کے لئے اپنا خاص باورچی دعوت کے لئے بھجوا دوں گا۔ وہ جانتا ہے مہارانی صاحبہ کو کھانے میں کیا پسند ہے گوردبھوشن مہاراج سے بھی کہہ دوں گا۔ اور میر صاحب سے بھی۔ ناچ گانے کا عمدہ پروگرام ہونا چاہیئے۔ یہ پانچسو روپیہ ان لوگوں کو ایڈوانس میں دیدونگا۔"

دیوان جی نے اتنا کہہ کر اپنے کوٹ کی جیب کو تھپتھپایا ڈھیرومل اشارہ سمجھ گئے۔ فوراً اپنے بٹوے سے مزید پانسو روپیہ کے نوٹ نکالتے ہوئے بولے۔

"نہیں۔ دیوان جی۔ انہیں تو اپنے لئے رکھیئے۔ اور ان پانسو سے دعوت کا کام چلایئے۔ مگر کسی کو۔"

سیٹھ نے اتنا کہا تھا۔ کہ انہوں نے نفیس ستون کے پیچھے چمیلی کو کھڑے دیکھا فوراً پلٹ کر سیٹھ ڈھیرومل نے چمیلی کے کان اینٹھے۔

"کیا ٹوہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔ چھنال۔"

پھر دیوان جی سے مخاطب ہو کر بولے۔ "آؤ دیوان جی۔ اپنے کام پر چلیں۔"

اتنا کہہ کر سیٹھ جی نے دیوان جی کو آنکھ ماری دیوان جی اشارہ سمجھ چکے تھے۔ مسکرا کے سیٹھ جی کے ساتھ ہولئے۔ اور دونوں

ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد رکمنی چمیلی کے قریب آئی۔ چمیلی نے مالکن کے سوالیہ چہرے کو دیکھا۔ اور بولی۔

"کچھ ٹھیک طرح سے سن نہیں پائی مالکن۔ مگر کچھ گڑبڑ وہ ضرور کر رہے ہیں۔ اور تم کو اس سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔"

"تب تو ضرور کوئی عورت بیچ میں ہے۔" رکمنی نے اپنے اندیشے کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"اور یہ پہلا موقعہ نہیں ہے۔ خیر...... میں نبٹ لونگی۔ ابھی تو مجھے پربھا کی فکر ہے۔ کالج میں ایک لڑکا اسے پسند آگیا ہے۔ ہریش نام ہے اس کا۔ شکل صورت اچھی ہے۔ کھاتے پیتے گھر کا ہے۔ اس کی ماں میری سہیلی ہے۔ یہاں آ بھی چکی ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ پربھا کے پتاجی پر ایک ہی دھن سوار ہے۔ انہوں نے پربھا کے لئے کوئی دوسرا ہی لڑکا پسند کیا ہے۔ کیونکہ اس لڑکے کا باپ رائے بہادر ہے اور بہت دھن والا ہے۔ اور بڑے خاندان کا ہے۔ سیٹھ جی کو آجکل خاندان کا مرض ہو گیا ہے۔ اب میں ہریش کے گھر والوں کو اچھی طرح جانتی پہچانتی ہوں پر وہ بیچارے خاندانی نہیں ہیں۔ ہماری طرح دوکاندار ہیں۔"

حالانکہ چمیلی سب باتوں سے واقف تھی۔ مگر اس وقت جان بوجھ کر انجان بن گئی۔ جب اس نے سیٹھانی کی باتوں سے سب بھانپ لیا کہ رکمنی کا جھکاؤ دیو کمار کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ ہریش کی طرف ہے۔ اور

اور جب اس لئے بار بار رکمنی کے منہ سے ہریش کے لئے تصدیقی کلمات
سن لئے تو بھولی بن کر بولی۔ "کون ہریش۔ سیٹھ ہرچند کا بیٹیا۔؟"

"ہاں وہی۔" رکمنی حیران ہو کر بولی۔

"مگر تو کیسے جانتی ہے۔"

"وہیں تو۔۔۔ ان کے گھر ہی ہیں تو۔۔۔ وہ کام کرتے ہیں۔"

ڈرتے ڈرتے چمیلی نے اطلاع بہم پہنچائی۔

"وہ کون۔؟" سیٹھانی نے پوچھا۔

چمیلی شرما کے بولی۔ "بالو۔"

"بالو کون۔؟" سیٹھانی حیرت زدہ ہو کر بولی۔ وہ رکمنی
کے لال ہوتے ہوئے چہرے سے کچھ اندازہ نہ لگا سکی۔ کیونکہ اس کا
ذہن اس وقت اپنے ہی معاملہ میں الجھا ہوا تھا۔ ادھر اس موقعے کو
غنیمت سمجھ کر چمیلی اپنے دل کا راز بھی رکمنی سے کہہ دینا چاہتی تھی۔
تاکہ ایک تیر سے دو شکار ہو جائیں۔ یعنی اگر کہیں پرسجا ہریش کی بات
پکی ہو جائے۔ تو اس کا اور بالو کا ٹانکا بھی جڑ جائے۔

چمیلی نے قدرے توقف سے کہا۔ اس پر سیٹھانی نے زور
دے کر پوچھا۔

"بالو کون ہے۔"

چمیلی نے پھر لجا کر آنچل کا سہارا لیا۔ اور پلو کو اپنے انگوٹھے
پر موڑتے ہوئے کمزور آواز میں بولی۔

"جن سے — مجھے — وہ ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"وہ جو سب کو ہوتا ہے ان دنوں۔"

سیٹھانی کو ایکدم چھینک آگئی۔ چھینک مار کر بولیں۔

"زکام۔"

"نہیں جی۔ پریم۔" چمیلی لجا کر بولی۔

"اوہ۔" اب رکمنی کی سمجھ میں آیا۔ تو وہ چمیلی کے شرمانے کا مطلب سمجھ کر مسکرانے لگیں۔

"وہ تیرے بابو وہاں کیا کام کرتے ہیں۔"

چمیلی نے ذرا فخریہ لہجہ میں بیان کیا۔

"وہ ہریش بابو کے خاص نوکر ہیں۔ اور ہریش بابو ان کو اتنا چاہتے ہیں۔ کہ ان کو کبھی اپنے سے الگ نہیں کرتے۔"

"تب تو بہت ہی اچھا ہے۔ تو ابھی ہریش کے گھر چلی جا۔ اور اسے یہاں بلا لا۔ مجھے اس سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ جلدی جا کے بلا لا۔ میں ذرا دیکھتی ہوں رسوئی میں کیا ہو رہا ہے۔"

اتنا کہہ کر مالکن کمرے سے نکل گئیں۔ چمیلی کا چہرہ خوشی سے کھلا رہ گیا۔ اس نے عین وقت پر اپنے اور بابو کے تعلقات پر روشنی ڈال کر گویا ایک طرح سے سیٹھانی کو اپنا ہمراز اور ہمدرد بنا لیا تھا۔ اب وہ جا کے بابو کو جب یہ خوشخبری سنائیگی۔ تو بابو کسقدر

خوش ہوگا۔ اسے گلے سے لگائے گا۔ اس لئے اس نے مالکن کے جاتے جاتے یہ بھی کہدیا۔

"ابھی جاتی ہوں مالکن۔ اگر یہ کام ہوگیا۔ تو بڑے مزے آئیں گے۔ ایک ساتھ دو گھر بس جائیں گے۔

مالکن نے دروازے سے پلٹ کر چمیلی کی طرف دیکھا۔ اور مسکرا کر بولیں۔

"تو بڑی ہوشیار ہے چمیلی۔"

پھر آگے چلی گئیں۔ اور نظروں سے اوجھل ہوگئیں۔ مگر جاتے جاتے چمیلی نے ان کا جو چہرہ دیکھا۔ تو سمجھ گئی۔ کہ تیر نشانے پر لگا ہے۔ مالکن مخالفت نہ کریں گی۔ بلکہ جہیز بھی خود اپنی جیب سے دیں گی۔

آٹھواں باب

کمرے کی صفائی سے فارغ ہو کر چمپیلی نے ایک نظر پربھا کے کمرے میں ڈالی۔ پربھا اس وقت کہیں جانے کے لئے ساڑھی بدل چکی تھی۔ اور اب آئینے میں دیکھ دیکھ کر ساڑھی کی آخری سلوٹیں دور کر رہی تھی۔ اور اپنا سندر مکھڑا دیکھنے میں اسقدر محو تھی۔ کہ چمپیلی کو اس وقت اندر جا کے مخل ہونا ٹھیک معلوم نہ ہوا۔ ورنہ وہ اس سے کہنا چاہتی تھی۔ اور اسے خوشخبری دینا چاہتی تھی کہ وہ ہربنس کے گھر جا رہی ہے۔ اسے یہاں بلانے کے لئے۔

ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ پربھا کو بتائے بغیر ہی چلی جائے۔ یوں اچانک ہربنس کو اپنے گھر میں پا کر پربھا کتنی خوش ہوگی۔ چمپیلی اپنی چھوٹی مالکن کو یہ مسرت اچانک دینا چاہتی تھی۔

پھر اس نے سوچا پربھا کا یہ بناؤ سنگار کس لئے۔؟ کہیں چھوٹی مالکن باہر تو نہیں جا رہی ہیں۔ کسی سہیلی سے ملنے کے لئے۔ اس صورت میں اگر وہ پربھا کو بتائے بغیر ہریش کو بلانے چلی گئی۔ اور ہریش پربھا کی غیر حاضری میں یہاں آ گیا۔ تو پربھا کو کتنا صدمہ ہو گا۔ یہی سوچکر چمیلی پربھا کے کمرے کا پٹ کھول کر دبے پاؤں اندر چلی گئی۔ اور پربھا کے پیچھے غالیچے پر گھٹنے ٹیک کر اس کی ساڑی کی سلوٹیں ٹھیک کرنے لگی۔ پربھا کی دبی سی چیخ نکل گئی۔ پھر اس نے مڑ کے جو دیکھا۔ تو چمیلی کو ساڑھی ٹھیک کرتے پایا۔ منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ہائے تو نے تو مجھے ڈرا دیا چمیلی۔"

"چھوٹی مالکن کہاں جا رہی ہیں۔؟"

"بھول گئیں آج صبح شاپنگ سے واپس آتے ہوئے موسی سمتی دیوی مل گئی تھیں۔ انہوں نے آج گھر پر بلایا ہے۔"

"وہاں کا جانا گول کرو۔" چمیلی نے صلاح دی۔

"کیوں۔؟" پربھا نے چونک کر پوچھا۔

"ہریش بابو یہاں آ رہے ہیں۔" چمیلی نے بے حد بھولے پن سے کہا۔

"یہاں آ رہے ہیں۔؟" پربھا کی آواز میں حیرت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

"ہاں۔" چمیلی غالیچے سے اٹھ کر بولی۔

پھر چمیلی نے پربھا کی ساڑھی کی آخری غلط سلوٹ کو کمر کے خم کے قریب سے ٹھیک کیا۔ اور کولہے کی گولائی کے ابھار کو ساڑھی سے جھلکتے دیکھ کر بولی۔

"میں واری جاؤں۔ ہریش کے تو ہوش اڑ جائیں گے۔ تمہیں اس ساڑی میں دیکھ کر۔ کیسے بدن سے چپک گئی ہے......"

"مگر یہاں کیسے آسکتے ہیں وہ۔؟"

پربھا مضطرب ہو کر بولی۔" اس گھر میں تو وہ آہی نہیں سکتے......"

پربھا دیوکمار سے اس کی ہونے والی منگنی کا سوچ کے مہذب ہو گئی۔

چمیلی نے چہک کر کہا۔ "کیوں نہیں آسکتے۔ بڑی مالکن نے خود انہیں بلایا ہے......... میں ابھی انہیں لینے جارہی ہوں۔"

اتنا کہہ کر چمیلی پربھا کو حیران اور متعجب چھوڑ کر باہر چلی گئی۔

چمیلی سیڑھیاں اتر کے ابھی گھر سے باہر نکلی نہ تھی۔ کہ اسے سامنے سے بالو اور ہریش بالو آتے دکھائی دیئے۔ حیرت سے گال پر انگلی

دیکھ کر بولی۔ " لو میں ابھی آپ ہی کو بلانے جا رہی تھی۔ کہ آپ خود یہاں آگئے۔"

ہریش ایکدم جھنجلا کر بولا۔ " پرے ہٹ دغاباز۔ اب تیری جھوٹی باتوں میں ہم آنے والے نہیں۔"

ہریش کی ڈانٹ پر چمپیلی ایکدم سناٹے میں آگئی۔ حیرت زدہ ہو کر بولی۔

" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تو آپ کو ایسی عمدہ خبر سنانے ......؟"

" بس بس۔" ہریش اس کی بات کاٹ کر بولا۔

" اب تم اپنی چھوٹی مالکن پربھا دیوی سے کہہ دینا کہ اس نے اپنے مکر و فریب سے بھولے بھالے ہریش کا دل ہمیشہ کے لئے توڑ دیا ہے۔"

چمپیلی حیران ہو کر ہریش بابو کی طرف مڑ مڑ دیکھنے لگی۔ جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تو بالو سے مخاطب ہو کر بولی۔

" بالو۔ یہ ہریش بابو کیا کہہ رہے ہیں۔ تم ہی کچھ بتاؤ۔؟"

" میں تمہیں بتاؤں گا۔؟" بالو بے حد تلخ لہجہ میں بولا۔

" کمینی۔ جھوٹی۔ جعلساز۔ مکار۔"

" ارے تم دونوں کو آج ہو اکیا ہے۔؟ کیسی باتیں کر رہے ہو؟" چمپیلی بالکل بھونچکی ہو کر کہنے لگی۔ ...... " کل کیسی میٹھی میٹھی ......"

"بس بس ۔" بالو چلایا ۔

"بات مت کرو مجھ سے ۔ میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا ۔"

"اور نہ میں پربھا کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں ۔"

چمیلی نے سوچا ۔ صورت دیکھنا نہیں چاہتے تھے ۔ تو اس گھر میں آنے کی کیا ضرورت تھی ۔ مگر وہ چپ رہی ۔ جانے کیا بات ہے ۔ یہ دونوں کس بات پر خفا ہیں ۔ کہیں چھوٹی مالکن سے تو نہیں لڑ لیئے ۔ مگر نہیں ۔ ایسا تو نہیں ہوا ۔ کل تک دونوں بالکل ٹھیک تھے ۔

خیر ۔ اب مجھے سب سے پہلے پربھا کو خبر کرنا چاہیئے ۔ اس موڈ میں اگر ہریش بالو بڑی مالکن سے ملے تو جانے کیا کہہ بیٹھیں ۔ بہتر یہی رہے گا ۔ کہ پہلے پربھا سے بات چیت ہو کے من مناؤ ہو جائے ۔ پھر بڑی مالکن سے ملاؤنگی ۔ اس نے بالو کی طرف رس بھری نگاہوں سے دیکھکر بڑے ملائم لہجہ میں کہا ۔

"بالو ۔ ذرا ادھر تو آؤ ۔"

بالو ہریش بالو سے لگا لگا وہیں سے کڑک کر بولا ۔

"خبردار جو مجھ سے بات کی ۔"

چمیلی ہونٹ چبا کر اپنے آپ سے بولی ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ آج دونوں نے ساہی کا کانٹا نگل لیا ہے ۔ کیا منحوس صورت بنا رکھی ہے ۔"

چمیلی نے خاموشی سے ان دونوں کے بیزار چہروں کی نقل کی ۔ پھر بڑبڑاتی ہوئی یہ کہہ کر چلی گئی ۔

"جاتی ہوں ۔ چھوٹی مالکن کو خبر کرتی ہوں ۔ پر تم دونوں
اوپر تو آؤ ۔"

وہ سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرکے بولی ۔

ہریش انکار میں سر ہلا کر بولا ۔ "نہیں ہم یہیں اچھے ہیں ۔
تم اسے بلا کے لاؤ ۔"

"ہم ہرگز ہرگز اوپر نہیں جائیں گے ۔" بالو ہاتھ ہلاتے
ہوئے بولا ۔

چمیلی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا ۔ وہ انہیں نیچے ہال میں کھڑا
چھوڑ کر ۔ اوپر چلی گئی ۔ اس کے جانے کے بعد ہریش ڈرامائی انداز میں
ٹہل ٹہل کر بولنے لگا ۔

"وا ہ ری عورت ۔ جواب نہیں ہے اس تریا چرتر کا ۔ اپنے
ہی پریمی سے دھوکا ۔ ؟ اور پریمی بھی کیسا ۔ ؟"

ہریش نے بالو کو مخاطب کیا ۔ "جو اس پر جان چھڑکتا ہے ۔"
بالو نے بے بیاس وحسرت منہ لٹکا کے کہا ۔

"اب کیا بتاؤں ہریش بابو ۔ ان دونوں نے جو سلوک ہمارے
ساتھ کیا ہے ۔ بس دل خون ہوا جاتا ہے ۔"

"مگر ذرا غور تو کرو ۔ بالو ۔" ہریش نے ہاتھ پھینک پھینک
کر کہا ۔

"پریما کے لئے میں دیوانہ ہو رہا ہوں ۔ دل و جان سے اسے

چاہتا ہوں۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے زندگی کے ہر لمحے میں مجھے صرف اس کا خیال ستاتا ہے۔ صرف اسی کے بارے میں ہر دم سوچتا ہوں۔ میرا دل صرف اسی کے لئے دھڑکتا ہے۔ وہی میری حیات کا مرکز ہے۔ صرف اس کو دیکھنے کے لئے میرا دل ہر دم تڑپتا رہتا ہے۔ اور دیکھو ہوتا کیا ہے۔ دو دن سے میں نے اسے دیکھا نہیں۔ میری پریشانی کا اندازہ تم لگا سکتے ہو۔ اور ہوتا کیا ہے۔ دو دن کے بعد جب مجھے وہ ایک گلی کے نکڑ پر چتر ویدی پان والے کی دوکان کے قریب دکھائی دیتی ہے۔ اپنی اسی نوکرانی چمیلی حرامزادی کے ساتھ چلتے ہوئے۔ تو اسے یوں اچانک دیکھتے ہی میری حسرت بھری آنکھوں میں فوراً۔ اور چھلتے ہوئے دل میں سرور کی کیفیت چھا جاتی ہے۔

"ہرنیش کا لب و لہجہ تیز تر ہوتا گیا۔ اسے خود ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی عالی شان سٹیج پر کھڑا اپنے کردار کا پارٹ ادا کر رہا ہے۔ وہ ایک ہاتھ اونچا کر کے کہنے لگا۔

"میں بعد اضطراب و اشتیاق اپنے دل و جان نذر کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ اور وہ مجھے دیکھ کر اچانک منہ پھیر لیتی ہے۔ اور جلدی سے دوسری طرف نکل جاتی ہے۔ ؟ ایں۔ ؟"

"بالکل یہی میرے ساتھ ہوا۔" یالو بولا۔

"پربھا دیوی کے جاتے ہی اس کے پیچھے پیچھے آنے والی چمیلی نے اپنی نگاہیں مجھے دیکھ کر پھیر لیں۔ اور پربھا کے پیچھے پیچھے خاموشی

سے چلی گئی۔ جیسے اس نے مجھے دیکھا تک نہ ہو۔ بالکل جو سلوک پربھا نے
آپ کے ساتھ کیا۔ اس چمیلی نے میرے ساتھ کیا۔ ڈٹو وہی۔"

ہرلش نے پلٹ کر بالو سے پوچھا۔

"کیا تم نے پربھا ایسی مکار اور دھوکے باز چھوکری کہیں
دیکھی ہے۔؟"

"کیا آپ کو چمیلی ایسی بے وفا سنگدل کہیں نظر آئی ہے۔؟"

بالو نے جوابی حملہ کیا۔

ہرلش۔ ہائے وہ میرے نالے۔ شیون آہ و بکا۔ قربان گاہ
محبت پر ضائع۔ بالو۔ بالکل ضائع۔"

ہرلش۔ وہ میرے آنسو جو بیکار گئے۔

بالو۔ وہ پانی کی بالٹیاں جو میں چمیلی کی خاطر بھرتا رہا۔

ہرلش۔ ہائے وہ میرے احساس و جذبات کا ولور۔"

بالو۔ وہ میرا چھلکتی بوتیں چمیلی کے لئے پانی ڈھونا۔"

ہرلش۔ اور آخر میں یوں آنکھیں پھیر لینا۔؟"

بالو۔ ایسی بے وفائی جس کی سزا کے لئے اس ملک کا کوئی قانون
کافی نہیں ہے۔"

ہرلش۔ ایسی بے عزتی جسے ہم زندگی بھر بھلا نہیں سکتے۔"

تھوڑی دیر تک دونوں خشمگیں نگاہوں سے ایک دوسرے کو
خاموشی سے گھورتے ہوئے کھڑے رہے۔ پھر ہرلش نے تہدیدی انداز

میں ایک انگلی اٹھائی۔ اور اپنے نوکر کو دھمکاتے ہوئے بولا۔
"خبردار۔ جو آئندہ تم نے کبھی میرے سامنے پربھا کا نام لیا۔"
"کون میں۔ ؟" بالو۔ ؟ ایک طنزیہ تبسم اپنے ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولا۔

"یہ کبھی نہیں ہوگا۔ سرکار۔ میری زبان جل جائے گی۔ جو اس کا نام نہ لے گی۔ نہ پربھا کا۔ نہ چمیلی کا۔"
"اور میرے سامنے پربھا کی کسی بات کی طرفداری کبھی نہ کرنا۔" ہریش نے مزید ہدایت کی۔
"میں۔ ؟ اور اس کی طرفداری کرونگا۔ ؟"
"ہاں میں تم سے کہتا ہوں۔ آج کے بعد اس کے حق میں ایک بات بھی میرے سامنے نہیں کہی جائے گی۔"
بالو نے اب آتے ہی سر ہلایا۔ "بے شک نہیں کہی جائیگی۔ ہریش کچھ دیر خاموش رہا۔ ٹہلتا رہا۔ پھر سوچ سوچ کر خود ہی اپنے سے کہنے لگا۔
"میرے خیال میں آجکل اس گھر میں دیوان جی کا بہت آنا جانا ہے۔ اور دیوان جی۔ اس قسم کی لڑکیوں کو خاص طور پر پسند آجاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کچھ لڑکیاں ایسی بے وقوف ہوتی ہیں۔ جو انہیں دیکھتے ہی ریجھ جاتی ہیں۔ مگر میں آج پربھا کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہ انکار صرف اس کی طرف سے نہیں ہوگا۔ اگر وہ میری محبت کی پروا نہیں کرتی ہے تو میں بھی نہیں کرتا۔"

بالو بولا۔ "جو آپ پربھا کے لئے سوچتے ہیں۔ وہی میں بھی چمیلی کے لئے سوچتا ہوں۔ ڈٹو وہی۔"

"تو آؤ اس پختہ فیصلے پر ہاتھ ملاؤ۔"

بالو نے فوراً اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ بالو اور ہریش دونوں نے زور زور سے ہاتھ ملا کر جھلائے۔ پھر ہریش نے کہا۔

"اب پربھا۔ کبھی نہیں۔"

بالو بولا۔ "اور چمیلی۔ ختم۔"

دونوں چپ ہو گئے۔ ہریش پھر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے بولا۔

"ایسا کرو۔ بالو۔ ذرا میرا دل مضبوط کرنے کے لئے میرے سامنے پربھا کی برائی تو کرو۔"

بالو نے چند لمحوں کے لئے توقف کیا۔ پھر بولا۔

"اب صاحب کیا بتاؤں۔ یوں تو آپ کا داس ہوں۔ جو چاہو کہلوا لو۔ پر سچ بات یہ ہے کہ آج تک میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ کہ آخر آپ نے اس لڑکی میں کون سی بات دیکھی جس پر آپ اس قدر ریجھ گئے۔ اول تو اس کی آنکھیں چھوٹی ہیں۔

"چھوٹی۔؟" ہریش نے سوال کیا۔ پھر خود ہی غور کرتے ہوئے بولا۔ "ہاں ذرا چھوٹی تو ہیں۔ مگر ایسی چھوٹی بھی نہیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو کافی بڑی معلوم ہوتی ہیں۔ بڑی اور روشن جیسے چراغ جلتے ہوں۔

ان کے اندر ...."

"اور ہونٹ بھی۔" بالو ہونٹ پکڑ کر بولا۔

"کچھ۔ میرا مطلب ہے۔ دہانہ کچھ بڑا معلوم ہوتا ہے۔"

"بڑا۔" ہریش نے پوچھا۔ پھر سوچ کر بولا۔

"بڑا تو ہے کسی قدر۔ مگر اس کے ہونٹوں میں جو بات پائی جاتی ہے۔ وہ دوسرے ہونٹوں میں۔ میرا مطلب ہے۔ اس کے ہونٹ ایسے رسیلے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر۔"

"اور جناب اس کا قد بھی کوئی خاص اونچا نہیں ہے۔؟"

"ہاں اونچی تو وہ نہیں ہے۔" ہریش نے خیال کیا۔ "مگر ٹھگنی بھی نہیں ہے۔ عام لڑکیوں کی طرح۔ بوٹا سا قد ہے۔ اس پر جب چلتی ہے تو۔ نسیم بادِ بہاری کا گماں ہوتا ہے۔"

"اور عقل بھی۔؟"

"نہیں بالو۔ عقل کی کمی کی شکایت تم نہیں کر سکتے۔ کیسے عمدہ طنزیہ جملے کستی ہے۔ میں تو لاجواب ہو کے رہ جاتا ہوں۔"

"مگر اس کی گفتگو۔؟"

"بے حد کیپ ہوتی ہے۔"

"پھر آؤٹ ڈور لائیٹ کا اسے کوئی شوق نہیں۔"

"یہی تو سب سے اچھی بات ہے اس میں گھوڑا مار کہ عورتیں مجھے کبھی پسند نہیں آتی۔ شکار پر جانے والیاں۔ ہر وقت اچھلتی کودتی

بات بات پر مردوں کی طرح قہقہے لگانے والیاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہشت ۔ !
" کبھی کبھی ایسے ناک بھوں چڑھاتی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا۔
کیا قصور ہوا آپ سے جس پر ۔ ؟"

" یہی تو ناز و ادا ہے ۔ انداز دلربائی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کیوں نہ ہو صاحب ۔ جو لڑکی خوب صورت ہو گی ۔ وہ اگر ناز و ادا نہ رکھے گی تو کیا بھینس رکھے گی ۔"

بالو نے ہتھیار ڈال دیئے ۔ مسکرا کر بولا ۔

" تو اس سے تو صاحب یہی لگتا ہے ۔ کہ آپ ابھی تک پربھا کی محبت میں گرفتار ہیں ۔"

" کون میں ۔ ؟" ہریش نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا ۔

" ہرگز نہیں ۔ اس بے وفا سے محبت کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے ۔ کہ میں جیتے جی مر جاؤں ۔ اب تو بالو میں اس سے ایسی نفرت کرونگا جیسی میں نے اس سے ٹوٹ کر محبت کی تھی ۔"

" مگر یہ ہو گا کیسے ۔ " بالو نے ہنس کر کہا ۔

مگر ہریش بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا ۔ اس نے بالو کے تبسم آمیز لہجہ کو نظر انداز کر دیا ۔ بے حد غصے سے بولا ۔

" تم دیکھتے جاؤ ۔ میں کیسے اس سے انتقام لیتا ہوں ۔ میں اسے بتا دینا چاہتا ہوں ۔ کہ اس کی تمام حسین اداؤں کے باوجود میں اس سے کتنی نفرت کرتا ہوں ۔ "

یکایک ہریش چپ ہوگیا۔ کیونکہ پربھا دھانی ساڑی پہنے۔ نیا و
سنگار کئے سیڑھیوں سے نیچے اترتی اسے دکھائی دی۔ اس کے ساتھ چمیلی بھی
تھی۔ جو ہاتھ نچا نچا کر اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔ پربھا نے اس سے کہا۔
"ضرور تمہارے سمجھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔" اتنا کہنے کے بعد
اس نے ہریش کو دیکھا۔

اور سیڑھیاں اترنے میں اور بھی اٹھلانے لگی یوں لگتا تھا۔ جیسے
کوئی چنچل ندی سیڑھیوں سے نیچے اترتی ہوئی ہریش کے قریب آ رہی تھی۔
ہریش نے پربھا کو مسکراتے دیکھ کر بالو سے کہا۔
"شش۔ وہ آ رہی ہے۔ مگر میں اس سے ایک بات تک نہیں
کروں گا۔"

"میں بھی۔" بالو چمیلی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔
"ایک لفظ زبان سے نہیں نکالوں گا۔"
"بالکل چپ رہو۔"
"بالو نے کہا۔ "شش۔" اور فوراً اپنے منہ پر انگلی رکھ
دی۔

دونوں عاشق کمر پہ ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ خاموش خفگی
کے انداز میں تیوریاں چڑھی ہوئیں۔
پربھا نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "ہریش یہ میں چمیلی سے کیا سن
رہی ہوں۔ آخر بات کیا ہے۔؟"

ہرلیش نے منہ پھیر لیا۔

چمیلی نے بالو سے پوچھا۔ "تم ہی کچھ بتا دو۔" بالو نے بھی منہ پھیر لیا۔

پربھا ہرلیش کے قریب جا کر بڑے میٹھے لہجہ میں پوچھنے لگی۔

"کیوں خفا ہو ہرلیش۔؟"

"بالو کچھ تو بولو۔" چمیلی نے بالو کا دامن پکڑا۔

اس نے دامن جھٹک دیا۔

اس پر پربھا زور سے بولی۔ "ہرلیش جواب دو۔ میں کیا پوچھ رہی ہوں۔"

چمیلی ادا دکھا کر کہنے لگی۔

"کیا تمہاری زبان پر تالا پڑ گیا ہے۔ بالو۔؟"

ہرلیش نے طنزیہ نگاہوں سے پربھا کی طرف دیکھ کر بالو کو مخاطب کیا۔

"اس بے دفا کو دیکھو۔" بالو نے چمیلی کی طرف اشارہ کر کے اپنے مالک سے کہا۔

"اور اس دھوکے باز کو۔" پھر دونوں نے منہ پھیر لیا۔

پربھا نے فوراً کہا۔ "ارے میں سمجھ گئی۔ بات کیا ہے۔ آج صبح چیتر ویدی پان والے کی دوکان سے گزرتے ہوئے میں نے تم سے بات نہیں کی تھی ناں۔؟ اسی بات کا غصہ دل میں لئے بیٹھے ہو۔ ہے نا۔؟"

ہریش فوراً اس کی طرف مڑا۔ بولا۔ "دیکھا سچی بات زبان پر آگئی نا۔ اس سے یہ تو معلوم ہوگیا۔ کہ تم نے یہ حرکت جان بوجھ کر کی تھی۔"

"ہاں اور اسی لئے تم مجھ سے خفا ہو گیا۔؟"

یکایک ہریش نے ڈرامائی انداز میں ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ مکّار۔ بے وفا۔ دھوکے باز لڑکی۔ اب ہریش کا معصوم بھولا دل تیری حسین چال میں کبھی نہیں آئیگا۔ اب سب ختم ہے۔ اور بہتیرا اس کے کہ تم ہی بات۔"

پربھا نے اسے روک کر پوچھا۔ "یہ کس ڈرامے کے ڈائیلاگ تم دہرا رہے ہو۔ ڈرامیٹک کلب کے سیکرٹری ہو نا۔ اس لئے پوچھ رہی ہوں۔"

"یہ میری زندگی کے آخری ڈرامے کے ڈائیلاگ ہیں پربھا دیوی۔"

ہریش اس کی بات سے چڑ کر اور بھی ڈرامائی انداز میں بولا۔

"اب میں تمہیں اس بات کا موقع نہیں دوں گا۔ کہ تم دنیا سے کہہ سکو کہ ہریش کی محبت کو ٹھکرانے میں تم نے پہل کی۔ میں یہ موقع تمہیں نہیں دوں گا۔ میں خود ہی تمہاری محبت کو اپنے دل سے نکال پھینکونگا۔ چاہے اس کے لئے مجھے اپنی جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے۔ میں اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔"

بالو نے آگے بڑھ کر چمیلی سے کہا۔ "اور یہی بات میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ ڈٹو یہی۔"

بالو کی اس حرکت پر پربھا بے اختیار ہنس پڑی۔ اسے ہریش کی

خفگی بے حد مجیوں گو سچی معلوم ہوئی۔ اس لئے اس نے صفائی کی خاطر آگے
بڑھ کر ہربنش کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ اور بولی۔

"ارے کیا اس ذراسی بات کا تبنگڑ بنا دو گے تم۔؟ میں تم سے
اس سمے اس بات کی صفائی کرنا چاہتی ہوں کہ کیوں میں نے صبح تمہیں
دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا۔ وہ بات یہ ہوئی کہ۔"

ہربنش نے فوراً منہ پھیر کر کہا۔

"میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔"

چمیلی بالو سے لپٹ کر بولی۔ "میں تمکو بتاتی ہوں۔ "کیوں
ہم اسوقت تمہارے سامنے سے چپ چاپ گزر گئے۔ اور بات تک نہ کر سکے"
بالو نے اسے ڈانٹ دیا۔ "چپ رہو جی۔ مجھ سے بات کرنے
کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

پربھا نے ہربنش کا بازو پکڑ لیا۔ بولی۔

"سنو تو۔؟"

ہربنش اپنا بازو جھٹک کر بولا۔ "مجھ سے کچھ مت کہو۔"

چمیلی سے بالو نے اپنا پنڈ چھڑا لیا۔ ہاتھ کے اشارے سے دھتکارتے
ہوئے بولا۔

"اوں ہوں۔"

پربھا زور سے بولی۔ "ہربنش۔"

چمیلی بھی زور سے کہنے لگی۔ "بالو۔"

ہرلیش اور بالو دونوں ایک ساتھ بول پڑے۔ "نہیں۔"

"ذرا سنو تو۔" پربھا اپنے عاشق کی خوشامد کرنے لگی۔

"ہشت۔" ہرلیش نے اسے ڈانٹ دیا۔

"ذرا ٹھہرو تو۔" چمیلی پھر بالو کے قریب جانے لگی۔

"دھت۔" بالو خفا ہو کر بولا۔

"بس ایک بات۔" پربھا نے بے حد نرم لہجہ میں کہا۔

"پل کے پل میری بات سن لو۔"

ہرلیش نے سر ہلا کے تین بار کہا۔ "نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔"

چمیلی بولی۔ "بالو ذرا دھیرج دھر کے میری بات......"

بالو نے غرا کر کہا۔ "چھی۔"

اتنی منت سماجت کر لینے کے بعد بھی جب پربھا نے دیکھا کہ ہرلیش بالو بدستور ماش کے آٹے کی طرح اینٹھے جا رہے ہیں۔ تو اسے بھی غصہ آگیا۔ چمک کر بولی۔

"تو ٹھیک ہے جتنا میں تمہیں منانے کی کوشش کرتی ہوں۔ اتنا ہی تم اکڑتے جاتے ہو۔ تو ٹھیک ہے جاؤ۔ جو جی میں آئے کر دیں بھی تم سے نہیں بولوں گی۔"

یہ کہہ کر پربھا نے ہرلیش سے منہ پھیر لیا۔ اور خفا ہو کر بڑی ادا سے کھڑی ہو گئی۔ ہرلیش نے کنکھیوں سے اسے خفا ہوتے دیکھا۔ تو اس کا دل پسیج گیا۔ نرم نرم پڑتے ہوئے بولا۔

"نیسر۔ اگر تم بتانا ہی چاہتی ہو۔ تو اب تم بتا سکتی ہو۔"
پربھا نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔
"نہیں۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اتنا کہہ کر ہریش سے اور دو قدم دور چلی گئی۔ ہریش دل میں ڈرا۔ کہیں پربھا بالکل ہی ناراض نہ ہو جائے۔ اس لئے جھجکتے ہوئے پربھا کی طرف بڑھا اور کہنے لگا۔

"مگر میں اب سننے کے لئے تیار ہوں۔"
پربھا گردن ہلا کر بولی۔ "تم سننے کے لئے تیار ہو۔ مگر میں اب سنانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

مارے خفگی کے پربھا کے کانوں کے آویزے تک ہل رہے تھے۔ ہریش کو ایسا لگا۔ کہ اس نے کچھ زیادہ ہی غصہ دکھایا ہے۔ اس لئے اب اس کے احساس سے نادم ہو کے بولا۔

"آخر بتا دینے میں ہرج ہی کیا ہے۔"
"اب فائدہ بھی کیا ہے۔؟"
"بتا دو نا۔" ہریش اس کے قریب سرکنے لگا۔ پربھا دور ہوتی گئی۔ گردن زور سے ہلاتے ہوئے انکار میں بولی۔

"نا ں۔"
"پلیز۔"
"نو سر۔"

"چمیلی۔" بالو چمیلی کی طرف متوجہ ہوا۔
"وحدت۔" چمیلی نے پھٹکار سنائی۔
ہریش نے پربھا سے کہا۔ "اچھا وہ بات مت بتاؤ۔ مگر میری طرف دیکھ تو لو۔"
"چھی۔"
"میرے دل کا شک تو مٹا دو۔"
"بھاڑ میں جائے تمہارا شک۔"
"میں جھلس رہا ہوں۔"
"اور جھلسو۔" پربھا نے ہریش سے کہا۔
"جل کے خاک ہو جاؤ۔" چمیلی انگلیاں نچاتے ہوئے بالو سے کہنے لگی۔ ہریش نے آہ بھر کے کہا۔
"ٹھیک ہے پربھا یونہی سہی۔ اگر یہی تمہارے دل میں ہے۔ تو یہی ہو گا۔ آج کے بعد تم میری صورت کبھی نہ دیکھو گی۔ میں۔ میں یہ شہر ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ میں یہ ملک ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ دور کہیں بہت دور۔ کسی گوشۂ تنہائی میں۔ اکیلا روتے روتے مر جاؤں گا۔"

تو بالو بولا۔ "جدھر میرا مالک جائیگا۔ ادھر ہی میں بھی چلا جاؤنگا۔" بالو بھی ہریش کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ بالو اور ہریش دونوں کو گھر سے باہر جاتے دیکھ کر ایک ساتھ پربھا اور چمیلی چلائیں۔

"ہریش ۔"

"بالو ۔"

ہریش نے رک کر پوچھا۔ "ایں۔ ؟"

بالو پلٹ کر بولا۔ "ہمیں کس نے پکارا۔"

پربھا بھاگی بھاگی ہریش کے پاس گئی سہم کر بولی۔

"ہریش تم کہاں جا رہے ہو۔ ؟"

چمیلی نے کہا۔ "بالو۔ تم کہاں۔ ؟"

بالو بولا۔ "ہم جنگل میں جا رہے ہیں۔ شہر سے باہر۔ اکیلے مرنے کے لئے۔"

پربھا گھبرا کر بولی۔ "ہریش کیا تم سچ مچ مرنے کے لئے جا رہے ہو۔ ؟"

ہریش نے آہ بھر کے کہا۔ "ہاں میں مر جاؤں گا۔ اور تمہارے دل کی آرزو پوری ہو جائے گی۔"

پربھا بولی۔ "کون کہتا ہے۔ تمہارے مرنے سے میرے دل کی آرزو پوری ہو گی۔"

ہریش نے پلٹ کر پوچھا۔ "تو صبح کے وقت مجھے دیکھ کر جس طرح تم نے منہ پھیر لیا تھا۔ کیا اس کا کوئی اور مطلب بھی نکل سکتا ہے۔ ؟"

پربھا نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔

"مگر میری اس میں کیا خطا تھی۔ تم سنتے تو ہو نہیں۔ وہ بات

یہ ہوئی ۔"

پربھا ذرا رک کر بولی ۔ "کہ جس وقت چترویدی پان والے کی دوکان کے سامنے سے تم میرے قریب سے گزرنے لگے ۔ اسی وقت بغل والی گلی میں سے موسی سمتی مجھے آتی دکھائی دیں ۔ اور موسی سمتی کو تم نہیں جانتے ہو ۔ کتنی لگائی بجھائی کی عادت ہے ۔ میں نے تمہیں اسی لئے دیکھتے ہی منہ پھیر لیا ۔ ورنہ جانے گھر جاکر موسی سمتی پتاجی سے کیا کیا نمک مرچ لگا کے کہتیں ۔ ؟"

"بس اتنی سی بات تھی ۔ ؟" ہربنس کے دل کو اطمینان سا آنے لگا ۔

"اور کیا ۔ ؟"

"سچ ۔ ؟" بالو نے پوچھا ۔

"تو کیا میں جھوٹ بولتی ہوں ۔ " جمیلی نے جواب دیا ۔

ہربنس نے خوش ہو کر ایکدم پربھا کو لپٹا لیا ۔ پیار سے بولا ۔

"میری پربھا ۔"

اور بالو نے جمیلی کو گلے سے لگا کر کہا ۔

"میری جمیلی ۔"

دونوں جوڑے ایک دوسرے سے لپٹے محبت اور مسرت کے عالم میں خاموش کھڑے تھے ۔ کہ اتنے میں اوپر سے کسی کے کھانسنے اور پھر سیڑھیاں اترنے کی آواز آئی ۔ گھبرا کر دونوں جوڑے جلدی

سے الگ الگ ہو گئے۔ اور ان چاروں نے دیکھا۔ کہ بڑی سیٹھانی سر جھکائے کسی سے نظریں نہ ملائے بڑی تمکنت سے دھیرے دھیرے سیڑھیاں اتر رہی ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی دونوں جوڑے قاعدے اور قرینے سے الگ الگ کھڑے ہو گئے۔ پربھا نے اپنی ساڑھی کا پلو سر پر لے لیا۔ اور چمیلی نے بھی اپنا آنچل ٹھیک کر لیا۔ رکمنی کو سیڑھیاں اترتے دیکھ کر ہریش نے فوراً آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑے اور جھک کر پاؤں چھوئے۔ سیٹھانی نے بڑے پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

"اچھا ہوا بیٹا تم آ گئے۔" پھر پربھا کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"تو یہاں کیا کر رہی ہے۔ چل اوپر جا اپنے کمرے میں۔" اور پھر چمیلی کو ڈانٹ کر بولیں۔

"اور تم بھی چمیلی۔ چلو۔ جاؤ۔"

پربھا اور چمیلی۔ دونوں سیٹھانی کا اشارہ پاتے ہی سہم کر سکڑ گئیں۔ پھر اپنے عاشقوں کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے رکتی رکتی اوپر جانے لگیں۔ سیڑھیوں پر۔ سیٹھانی نے کہنا شروع کیا۔ "دیکھو بیٹا ہریش۔ سچی بات تو یہ ہے۔ کہ میں تمہیں جانتی ہوں۔ تمہارے گھر کے لوگوں کو جانتی ہوں مجھے یہ رشتہ پسند ہے۔ مگر ان کا کیا کروں۔ آجکل انہیں جنٹلمین بننے کا شوق چرایا ہے۔

خاندانی ہونے کا۔ کہتے ہیں میں اپنی لڑکی کسی دوکاندار کے بیٹے کو نہیں دونگا۔ اب کون ان سے یہ کہے۔ کہ آخر ہم لوگ کس راجہ مہاراجہ کی اولاد ہیں۔ کونسے بڑے خاندان سے آئے ہیں۔ میرے ماں باپ معمولی دوکاندار تھے۔ ان کے ماں باپ بھی ایسے ہی معمولی دوکاندار تھے۔ تمہارے ماں باپ کو بھی میں جانتی ہوں۔ اچھے کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ پر ہو تو تم بھی دوکاندار کے بیٹے۔"

"اس میں کیا شبہ ہے۔" ہریش بولا۔

"ہم سبھی لوگ معمولی مڈل کلاس گھروں سے آئے ہیں۔ آج کل لوگ لڑکا۔ لڑکی دیکھتے ہیں۔ سبھاؤ اور شرافت دیکھتے ہیں۔ کام کاج دھن دولت دیکھتے ہیں۔ سو ان سب باتوں کے متعلق میری ماتا جی آپ کی تسلی کرا چکی ہیں۔ رہا اونچا خاندان۔ سو جو چیز اپنے پاس ہے نہیں۔ وہ کہاں سے لائیں۔"

بالو یہ سنکر دھیرے دھیرے ہنسنے لگا۔ ہریش نے پلٹ کر ذرا غصہ سے اس کی طرف دیکھا۔ اور کڑے لہجہ میں بولا۔

"کیا بات ہے رے۔؟"

بالو نے مسکرا کر کہا۔ "ایک بات سمجھ میں آئی ہے۔ جس سے سیٹھ جی کا بھی اعتراض نکل جاتا ہے۔ اور اپنا مطلب بھی پورا ہو جاتا ہے۔"

یہ کہکر وہ پھر ہنسنے لگا۔ جانے کس بات پر اس کے دل

میں گدگدی ہونے لگی تھی۔

رکمنی بولی۔ "موا ہنسے جائیگا۔ بات نہیں نبائے گا۔"

بالو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "بات ابھی نبانے کی نہیں ہے۔ ٹھری سیٹھانی۔ دو چار روز میں ہم پھر حاضر ہوتے ہیں۔ مگر۔؟"

بالو رک گیا۔ ہربنس نے تنک کر کہا۔ "مگر کیا۔؟"

بالو پھر ہنسنے لگا۔ ابھی تو آپ میرے ساتھ چلئے۔ بعد میں نباؤں گا۔ یعنی ایسی ہی کوئی بات ہوگی مالکن۔ کہ جس سے سانپ مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مگر تھوڑا سا سمے دیجئے۔"

بالو ہربنس کو پکڑ کر گھر سے باہر لے گیا۔ رکمنی حیرت سے دونوں کو دیکھتی رہی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ کہ بالو کے کہنے کا کیا مطلب تھا۔

نواں باب

دوکانوں کو گروی رکھ کے دیوان جی نے جو روپیہ لیا تھا۔ وہ تو کب کا ختم ہو گیا۔ اب تو گروی کی میعاد بھی ختم ہونے والی ہے۔ وکیل کا نوٹس بھی آچکا۔ ایک ماہ کے اندر اندر اگر روپیہ ادا نہیں کیا۔ تو دوکانیں ضبط کر لی جائیں گی۔ حق ملکیت ہمیشہ کے لیئے ختم۔ بازار کی دوکانیں گیئں۔ تو دیوان جی کی رہی سہی ساکھ بھی ہمیشہ کے لیئے ختم ہو جائیگی۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو وہ مہینہ بھی ختم ہونے کو ہے۔ صرف دس دن باقی رہ گئے ہیں۔

ہو تو سکتا ہے۔ بستر پر پڑے پڑے رات کے سناٹے میں دیوان جی سوچتے ہیں۔ بس اب تو صرف ایک ہی ترکیب رہ گئی ہے۔ اگر کسی طرح سے مہارانی ہور اگڑھ سے شادی ہو جائے۔ تو پو بارہ ہیں۔

ورنہ بین کالے۔ گزشتہ چند ماہ سے دیوان جی اس کوشش میں مصروف ہیں۔ مگر افوہ۔ کس قدر آہستہ آہستہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑ رہا ہے۔ کہیں رانی جی کو شبہ نہ ہو جائے کہ میں ان سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ یا ان کی دولت کے پیچھے ہوں۔ ایک ذرا سا شبہ بھی آ گیا دل میں اور وہ مجھ سے اکھڑ گئیں۔ مگر دن بھی تو صرف دس باقی رہ گئے ہیں۔

کل کی دعوت پر انحصار ہے بہت سی باتوں کا۔۔۔۔۔

مچھلی نے کہاں تک کانٹا نگلا ہے۔ یوں دیکھنے میں رانی جی کبھی کامنی سی۔ کبھی بھولی سی۔ کبھی ناداں سی دکھائی دیتی ہیں لیکن روپیہ پیسے کے معاملہ میں بے حد کنجوس واقع ہوئی ہیں۔ اور بزنس کی بھی کس قدر پکی۔ اصل میں رانی جی نواب تک گھیری جا چکی ہوتیں۔ مگر ان کی والدہ بے حد ہوشیار ہیں۔ دیوان جی نے یوں تو انکی والدہ کو خوش رکھنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اور ان کی والدہ ان سے بہت خوش بھی نظر آتی ہیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ سب کچھ دس دن میں کرنا ہے۔ اس پر اس احمق ڈھیرومل کا جھنجھٹ ہے۔ جس کے ہاں آج رانی صاحبہ کی دعوت ہے۔ اور جنہیں ہر طرح مجھے یقین دلاتے رہنا چاہیئے۔ کہ اصل میں یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ اپنے لئے نہیں بلکہ سیٹھ ڈھیرومل کے لئے کر رہا ہوں اب اس چغد ڈھیرومل سے کوئی کیا کہے۔ کہاں مہارانی

ہورا گڑھ - کہاں ڈھیر وبل - مگر ڈھیر وبل کو اپنی دولت سے زیادہ اپنی جوانی پر ناز ہے - اس کا خیال ہے - کہ دولت کے آتے ہی جوانی بھی واپس آ جاتی ہے - چاہے عمر بچاس کے اوپر نکل جائے ......

مگر ڈھیر وبل کو سمجھانا فضول ہے - ایک طرح سے ڈھیر وبل کے عشق کی آڑ ہی میں تو دیوان جی کا عشق پروان چڑھ رہا ہے یوں تو دیوان جی کو اپنی زندگی میں آجتک کسی سے عشق نہیں ہوا - زندگی بھر صرف عورتوں سے کھیلتے رہے - اور اسے عشق کا نام دیتے رہے - مگر اب معاملہ دگرگوں ہے - اب تو انہیں اپنے خاندانی وقار اور وراثت دونوں کو بچانے کے لئے مہارانی ہورا گڑھ سے شادی کرنی ہی پڑیگی -

مہارانی ہورا گڑھ کا بیڈ روم حالانکہ اپنی والدہ کے بیڈ روم سے الگ تھا - لیکن ماں بیٹی رات کے وقت دونوں ایک ہی کمرے میں سوتی تھیں - اس وقت رات کے سناٹے میں بستر پہ لیٹے لیٹے مہارانی کی ماں دھیرے دھیرے اپنی بیٹی کو سمجھا رہی تھیں -

دس ماہ سے بنگلے کا کرایہ نہیں دیا ہے -

بھگوان کی کرپا ہے کہ شمالی ہند کے اس شہر سے مدھیہ پردیش بہت دور ہے - اور سبھی لوگ تمہاری سندرتا - تمہاری بنت چیت اور ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر تمہیں سچ مچ ہورا گڑھ کی مہارانی ہی سمجھ بیٹھے ہیں - اور اگر کہیں سچ مچ کی مہارانی یہاں آ جائے ۔"

"تو کون اسے مہارانی سمجھ لیگا۔ ؟" بیٹی ماں سے کہنے لگی۔ "مہارانی تو میں لگتی ہوں۔ اسے دیکھ کر لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ کسی جھونپڑے سے آئی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔" ماں بولی۔

"مگر مہارانی کا یہ سوانگ کب تک چلے گا۔ دس مہینے سے اس بنگلے کا کرایہ نہیں دیا ہے۔ وہ تو خیریت گزری کہ مالک مکان یورپ گیا ہوا ہے۔ پرسوں آنے والا ہے۔ آتے ہی سر پر سوار ہو جائیگا۔ اور کرایہ آئیگا کہاں سے۔ ؟"

"دیوان جی کی جیب سے اور کہاں سے ؟"

بیٹی نے فوراً کہا۔ "تو فکر کیوں کرتی ہے ماں۔"

"یہی تو مجھے بمبئی میں کہتی تھی۔ جہاں تو فلم ہیروئین بننے گئی تھی۔ تیرے اس فلمی چکر نے میری رہی سہی پونجی بھی ٹھکانے لگا دی۔ اب اگر تو نے دیوان جی ایسے امیر کبیر آدمی کو بھی اپنے ہاتھ سے جانے دیا۔"

"اس کی فکر مت کر ماں . . . . . . میں مرد کی نگاہ پہچانتی ہوں۔ بمبئی کی فلمی دنیا نے مجھے اتنا ضرور سکھا دیا ہے کہ کون کیا ہے۔ اور کیا نہیں۔ بس دو چار دن کی دیر ہے۔ دیوان جی خود میرے جال میں پھنس کر مجھ سے شادی کرنے کے لئے اتاولے ہو رہے ہیں۔ لٹکا تو میں رہی ہوں انہیں . . . . .

آخر ہور اگر بڑھ کی مہارانی کچھ تو ادائیں دکھائے گی کہ نہیں۔۔۔۔؟"

"بمبئی میں تو نے اپنے آپ کو سستا کر لیا تھا۔ یہاں آکر یکایک اسقدر اونچے اڑنے کی قابل ہو چلی ہو۔ بیچ کا رات نہ بچہ ٹوٹیا۔ پیسے ختم ہو رہے ہیں۔"

"تو فکر نہ کر ماں۔ بس دو چار دن کی دیر ہے۔ پنچھی خود ہی پنجرے میں آنیوالا ہے۔ پھر تیری بیٹی دیوان کی لاکھوں کی جائداد کی مالک بن جائیگی۔"

گھوڑی دوڑتی ہے روپیہ سے۔ انگریزی کا مقولہ ہے۔ دلیو کمار نے بستر پر پڑے پڑے سوچا۔ اب اگر ہریش بھی میری طرح امیر ہوتا۔ تو ڈھیروملی کو اسے اپنا داماد بنا لینے میں کیا اعتراض ہوتا۔ جبکہ ساری دنیا جانتی ہے اور ڈھیرومل خود بھی جانتا ہو گا۔ کہ اس کی بیٹی پربھا دل ہی دل میں ہریش پر جان دیتی ہے۔ مگر اس بات کے باوجود سیٹھ ڈھیرومل نے اپنی بیٹی کی منگنی مجھ سے کر دینے کا وعدہ میرے پتا جی سے کر دیا ہے۔ تو اب بدلہ لینے کا وقت آگیا ہے۔ دلیو کمار۔۔۔۔۔۔ شادی کے روز وہ ہریش کو ضرور بارات میں شامل کریگا۔ لیکن منڈپ پر ہریش کی صورت دیکھنے لائق ہو گی۔ اور سہاگ رات کو وہ پربھا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا چاہے گا۔ بس۔۔۔۔۔۔

چند دن کی بات ہے پھر اس کے دل کی مراد پوری ہو جائیگی۔ یہ تو نہیں ہے کہ اسے پر بھا سے حسین لڑکی نہیں مل سکتی۔ مگر انتقام سے میٹھا اللہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

دلیپ کمار نے مسکراتے ہوئے کروٹ بدل لی۔ اور سو گیا۔

دوسرے دن کھانے کے کمرے میں سیٹھ ڈھیر و مل شام سے ہی منڈرانے لگے تھے۔ اور بار بار بوکھلائے ہوئے۔ دعوت کی تیاریوں کو شک و شبے کی نگاہوں سے دیکھتے جاتے تھے۔ کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔ اس قدر گھبرائے ہوئے تھے۔ مہارانی ہور اگڑھ کی آمد سے۔ کہ انہیں ہر شئے غلط محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ دیوان جی نے شہر کے بہترین باورچی اس دعوت کے لئے بلائے تھے۔ اور صبح سے وہ خود بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔ اور اس وقت مہارانی ہور اگڑھ کو بہ نفس نفیس لانے کے لئے چلے گئے تھے۔ پھر بھی سیٹھ ڈھیرو مل کی تسلی نہ ہوئی تھی۔ وہ بار بار کھانے کے کمرے میں آکر دعوت کا سامان دیکھ جاتے تھے۔ اور بات بے بات اودھو جی پر برس پڑتے تھے۔

اتنے میں ایک نوکر نے آکر خبر دی۔ "دیوان جی نیچے سے اوپر آرہے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔"

یہ سنکر سیٹھ ڈھیر دل ایکدم گھبرا گئے۔ اور اپنے کپڑوں پر جو نظر ڈالی تو اپنے میلے دھوتی کرتے کو دیکھ کر ایکدم ان کے اوسان خطا ہوگئے۔ جلدی سے وسیع و عریض ڈرائینگ روم سے نکل کر اپنے بیڈ روم کی طرف بھاگے۔ اور چلتے چلتے پلٹ کر اودھو جی مادھو جی کی طرف دیکھ کر بولے۔

"ارے میں تو بالکل ہی بھول گیا۔ میں نے تو اب تک کپڑے تک نہیں بدلے۔ خیر...... تم ایسا کرو اودھو جی تم ان دونوں کو ہال میں بٹھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ اپنی دھوتی سنبھالتے ہوئے پھر بیڈ روم کی طرف بھاگے۔ یکایک رک کر پھر پلٹے۔ مادھو جی کو آواز دیکر بولے۔

"مادھو جی تم کہاں جا رہے ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔ میرا ڈریس مجھکو پہناؤ۔"

مادھو جی لپک کر سیٹھ جی کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔

اودھو جی نے دیوان جی اور مہارانی صاحب کو سیڑھیوں کے قریب اوپر آتے دیکھا کورنش بجا کر بولے۔ "آئیے۔"

اودھو جی نے مہارانی اور دیوان جی کو بڑے ڈرائینگ روم میں بٹھا دیا۔ اور خود آداب کر کے باہر چلا گیا۔

"اب تم واقعی مذاق کر رہی ہو۔" دیوان جی مسکرا کر بولے۔

"چونکہ تمہاری پہلی شادی کامیاب نہیں تھی۔ اس سے یہ

کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ دوسری بھی ناکام رہے گی۔ ؟"

مہارانی کو معلوم تھا۔ کہ وہ سب جھوٹ تھا۔ کہیں اس سلسلہ میں زیادہ سوال جواب نہ ہوں اس سے ڈر کر مہارانی نے جلدی سے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ بولی۔

"مجھے تمہاری فضول خرچیاں بھی بالکل پسند نہیں ہیں۔ کتنا روپیہ آجکل تم مجھ پر صرف کر رہے ہو۔ افوہ۔ میں تو پریشان ہو چلی ہوں۔ جانے تم اسے کیسے افورڈ (AFFORD) کر رہے ہو۔ ؟"

"غضب کرتی ہو۔ یہ پچیس پچاس ہزار روپے کے خرچ کو تم بے جا سمجھنے لگی ہو۔ یہ تمہارے قدموں پر سے وار دیئے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔ اکیلے پچیس ہزار کا تو یہ پینڈنٹ ہو گا۔"

مہارانی نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے جھلملاتے ہوئے زیوروں کی طرف اشارہ کیا۔ اتنے میں سیٹھ ڈھیر دل اپنے لباس کا خزانہ میں داخل ہوئے۔ یعنی بروکیڈ کی شیروانی۔ اس پر راجپوتی پگڑی اور پگڑی پر کلغی لال رنگ کا شال نما کپڑا کندھوں کے پیچھے لٹکتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ جیسے اودھو جی مادھو جی دونوں کونوں سے پکڑ کر اٹھائے ہوئے تھے۔ اس ہیئت کذائی میں ایک عجیب حماقت بھری مسکراہٹ والے گول مٹول چہرے کو ایک بے ہنگم بدن پر ڈولتے دیکھ کر اور اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر۔ مہارانی کسی قدر سراسیمگی کے عالم میں صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور اندر

آنے والے آدمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

دیوان جی نے فوراً اٹھ کر مسکرا کر کہا۔ "آئیے سیٹھ جی۔"

مگر سیٹھ ڈھیر ومل نے دیوان جی کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ وہ تو مہارانی جی کو کورنش بجالانے کی فکر میں تھے۔ اور اسی شاہی طریقے سے جس طرح میر صاحب نے انہیں سکھایا تھا۔ چنانچہ وہ مہارانی کے قریب پہنچ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ پھر سکھائے گئے آداب کے مطابق دو قدم آگے بڑھے۔ مگر تیسرا قدم نہ اٹھا سکے۔ کیونکہ سامنے مہارانی کھڑی تھیں۔ اس لئے سیٹھ ڈھیر ومل نے مہارانی کے سامنے ایک فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر بڑی رسانیت سے کہا۔

" ذرا ایک قدم پیچھے تو ہٹو۔ "

مہارانی جی چونک کر بولی۔ "جی۔ کیا فرمایا آپ نے۔ ؟"

" ذرا ایک قدم پیچھے۔ "

" میں سمجھی نہیں۔ ؟ "

" یہاں تیسرے قدم کے لئے جگہ نہیں ہے ذرا پیچھے تو ہٹو۔ "

مہارانی گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ تو سیٹھ ڈھیر ومل نے فوراً آگے بڑھ کر تیسرا قدم لیا۔ اور جھک کر کورنش کو مکمل کر دیا۔ اور پھر فاتحانہ انداز سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔

دیوان جی فوراً مسکراتے ہوئے بولے۔

"دیکھا مہارانی صاحبہ۔ ہمارے سیٹھ ڈھیر ومل کتنے وضعدار

آدمی ہیں ۔ ذاتی آداب تکلفات کا پورا خیال رکھتے ہیں ۔"

سیٹھ ڈھیر ومل نے پھر دیوان جی کی طرف مطلق توجہ نہیں کی۔ انہوں نے اپنے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیری ۔ کیونکہ انہیں اب مہارانی صاحبہ کو اپنے گھر آنے پر خوشامدید کہنا تھا۔ اور اس سواگت کے لئے ہی انہوں نے نہ صرف یہ ڈریس سلوایا ۔ بلکہ ایک تقریر بھی رٹ لی تھی ۔

پہلے تو دو تین مرتبہ کوشش کرنے کے بعد بھی ان کے منہ سے کوئی آواز تک نہ نکلی ۔ آخر کسی نہ کسی طرح جب حلق سے آواز نکلی ۔ تو پہلے تو ایکدم کمزور ۔ پھر ایکدم اس قدر بلند ۔ جیسے حلق میں پھنسا ہوا ڈاٹ ایک دم نکل گیا ہو ۔

" مہارانی صاحبہ ۔ آپ نے غریب خانے پر درشن دیکر جس طرح میری ہمت بندھائی ہے ۔ اس کا شکریہ یہ خاکسار کس منہ سے ادا کرے ۔ یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے ۔ کہ اس خاکسار کی دعوت قبول فرماتے ہوئے ۔ فرماتے ہوئے ۔ فرماتے ہوئے ۔ فرمایا کہ ۔ کہ میری خاک ۔ آپکا منہ ۔ یعنی میری قسمتی آپکی خوش انتہائی قدم رنجہ ۔ رنج رنج ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

دیوان جی نے جو سیٹھ ڈھیر ومل کو اپنی رٹی ہوئی تقریر بولتے دیکھا ۔ تو فوراً ہاتھ ہلا کر بولے ۔

" بس بس رہنے دو سیٹھ جی ۔ مہارانی کو بخوبی معلوم ہے کہ تم بے حد خوش ذوق اور خوش اخلاق انسان ہو ۔"

پھر ذرا الگ سے مہارانی کو مخاطب ہو کر سرگوشی میں کہنے لگے۔
"ایک دم مسخرا ہے۔ مسخرا۔"
مہارانی بھی سیٹھ ڈھیر ومل کی ہیبت کذائی دیکھ کر مسکرا دیں۔
سیٹھ جی اس مسکراہٹ پر نہال ہو گئے۔ باچھیں کھلنے لگیں۔
سیٹھ جی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دیوان جی نے مہارانی صاحبہ سے کہا۔
"اس شہر میں۔ یہ میرا بہترین دوست ہے۔"
"ہے ہے ہے!! ہے!!!" پوری بتیسی کھل گئی سیٹھ جی کی۔
مہارانی نے اپنا نازک ہاتھ آگے بڑھایا۔ کہنے لگیں۔ "بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"
سیٹھ ڈھیر ومل نے ہاتھ پکڑ کے فوراً ہی چھوڑ دیا۔ بولے۔
"میری قسمتی بھی بڑی خوش ہے۔ کہ۔ کہ۔ آپنے۔ آپنے۔ یعنی کہ۔ گویا کہ۔"
سیٹھ ڈھیر ومل پھر بھولنے لگے۔ جلدی سے دیوان جی انہیں ہاتھ کے اشارے سے ذرا الگ لے گئے۔ بولے۔
"کچھ بھی کہو۔ مگر اپنے دیئے گئے جواہرات کے بارے میں کچھ مت کہنا۔ مہارانی جی سے۔"
سیٹھ۔ "کیا میں اتنا بھی نہ پوچھوں کہ مہارانی صاحبہ کو یہ ہیرے پسند آئے کہ نہیں۔"

دیوان جی ـــ "ارے بالکل نہیں ۔ بالکل نہیں ۔ اس سے وہ خیال کرینگی ۔ کہ تم کتنے چھچھورے اور اتھلے ہو ۔"

پھر دیوان جی نے مہارانی کی سوالیہ نگاہوں کو اپنی طرف گڑی دیکھ کر جلدی سے انہیں کہا ۔

"سیٹھ جی مجھ سے کہہ رہے ہیں ۔ کہ وہ آپ کی آمد سے کسقدر خوش ہیں ۔"

مہارانی ۔ "عنایت ہے ۔"

سیٹھ جی نے زور زور سے دیوان جی سے ہاتھ ملاکر دیوان جی سے سرگوشی میں کہا ۔

"اچھا ہوا آپنے بتا دیا ۔ ورنہ میں تو پوچھنے والا تھا ۔"

دیوان جی نے مزید سرگوشی کی ۔ بولے ۔

"وہ تو آ نہیں رہی تھیں ۔ میں بڑی مشکل سے منا کے لایا ہوں ۔"

"سیٹھ جی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" ایسی مہربانی میں جندگی بھر یاد رکھونگا تمہاری ۔ ۔ ۔ ۔"

دیوان جی نے جب یہ دیکھا کہ مہارانی الگ کھڑی کھڑی ان کی سرگوشیوں سے پریشان ہو رہی ہیں ۔ تو فوراً بلند آواز میں بولے ۔

"سیٹھ جی بے حد شرمیلے ہیں ۔ مگر مجھ سے کھل گئے ہیں ۔ کہتے ہیں ۔ انہوں نے اپنی زندگی میں آپ جیسی حسین عورت نہیں دیکھی ۔"

اتنا کہہ کر انہوں نے سیٹھ جی کا ہاتھ زور زور سے دبا دیا سیٹھ نے بھی خوش ہو کر ان کا ہاتھ دبا دیا۔ مہارانی مسکرا کر بولیں۔
اتنے میں ایک ملازم نے اندر آکر کہا۔
"کھانا میز پہ لگ گیا ہے سرکار۔"
سیٹھ ڈھیرومل نے پھر کورنش کر کے کہا۔ (اور خیریت گذری کہ اب کے ان کے اور مہارانی کے درمیان خاصہ فاصلہ تھا) آئیے ڈائنگ ہال میں کھانا کھانے کو چلیں ڈائنگ ہال کا دروازہ ڈائنگ روم کے اندر ہی سے کھلتا تھا۔ جاتے سیٹھ جی نے چٹکی بجا کر ادھو جی سے کہا۔
"نیچے کے ہال میں دیکھو۔ اگر میر صاحب اور "بحر" نا روے والے گئے ہوں۔ تو ان کو بولو۔ ڈرائنگ روم میں آ کے بیٹھیں۔ اور وہ فقیحہ شروع کر دیں جو مہارانی صاحبہ کی شان میں۔"
مہارانی نے دیوان جی سے پوچھا۔
"یہ فقیحتا کیا ہے۔"
"غالباً قصیدہ ہوگا۔"
مہارانی جی ہنس پڑیں۔ سیٹھ بہت خوش ہوئے۔ کہ انکی کسی کارگزاری پر خوش ہو رہی ہیں۔ ان کی محبوبہ بلکہ ہونے والی محبوبہ مہارانی اور دیوان جی کو لیکر کھانے کے کمرے میں پہنچے تو میز میاں سے وہاں تک انواع و اقسام کے کھانوں سے سجی تھی۔
مہارانی نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ نے تو شاہی دعوت کر دی۔" اتنا کہہ کر میٹھی میٹھی نظروں سے کچھ اس طرح سیٹھ ڈھیرومل کی طرف دیکھا۔ کہ مارے مسرت کے سیٹھ جی کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ جلدی سے ایک کرسی پر بیٹھ کر بولے۔

"بیٹھئے بیٹھئے۔ شروع کیجئے۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔"

"واقعی۔" مہارانی بولیں۔ "اس میز کو دیکھ کر تو کسی کی بھی بھوک چمک اٹھے گی۔"

اتنا کہہ کر مہارانی نے ایک ڈش کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ سیٹھ ڈھیرومل نے آہ بھر کر کہا۔ "ہائے کتنے خوبصورت ہاتھ ہیں۔"

"اجی نہیں۔ ان ہاتھوں میں کیا خاص بات ہے۔"

ہاں۔ "اپنی ہیرے کی انگوٹھی دکھاتے ہوئے"

اگر آپ اس کی تعریف کرتے۔"

سیٹھ جی ایک دم گھبرا گئے۔ اپنے سامنے اپنے ہی تحفہ کی انگوٹھی چمکتے دیکھ کر اور دیوان جی کی بات یاد کر کے فوراً بات ملا کر بولے۔

"بھگوان نہ کرے میں کبھی تعریف کروں ان ہیروں کی۔" اب ان کی نظران کے دبے ہوئے پینڈنٹ پر پڑ رہی تھی۔ جو مہارانی کے گلے میں چمک رہا تھا۔

"ناں۔ ناں۔" وہ بڑے ہلکے پھلکے سنجیدگی سے کہنے لگے۔

"ناں جی۔ میں ان کا ذکر کبھی نہیں کروں گا۔"

دیوان جی جلدی سے ایک ڈش مہا رانی کی طرف بڑھا کر بولے۔

"اسے چکھیئے تو۔"

مہا رانی نے چاندی کے چمچے سے ذرا سا چکھ کر خوشی کے تاثرات اپنے چہرے پر پیدا کر کے اس حیرت اور مسرت سے سیٹھ ڈھیر دل کی طرف دیکھا۔ جیسے یہ ڈش خود انہوں نے تیار کی ہو۔

"اوں۔ ہوں۔ سیٹھ جی۔ یہ ڈش تو بے حد مزیدار ہے۔"

سیٹھ ڈھیر دل حسرت بھری نگاہوں سے مہا رانی کی طرف تکتے ہوئے بولے:

"سب سے مزے دار تو کوئی اور ہی چیز ہے یہاں پر۔"

مہا رانی شوخ نگاہوں سے بڈھے سیٹھ جی کو تاکتے ہوئے ہنس دیں۔ پھر دیوان جی سے مخاطب ہو کر بولیں۔ "آپکے دوست بڑے "وہ" ہیں۔"

سیٹھ ڈھیر دل بولے۔

"کاش مہا رانی جی آپ ہم کو وہ سمجھیں جو سچ مچ ہم ہیں۔"

دیوان جی نے فوراً برجستہ کہا۔

"گھبرایئے نہیں۔ مہا رانی صاحبہ آپکو بالکل وہی سمجھ رہی ہیں۔ جو در اصل آپ ہیں۔"

مہا رانی جی نے دیوان جی کے اس برجستہ طنز کا بے حد

لطف لیا۔ اس پر جب دیوان جی نے مہارانی کی طرف جھک کر ذو معنی لہجہ میں کہا۔

"میرے دوست تو بڑی چھپی ہوئی خوبیوں کے مالک ہیں"۔

"اور وہ بولو تو ہم ابھی آپکو دکھا دیں۔

"ہیں جی۔؟"

"ناں۔ ناں۔" مہارانی زور سے ہنس کر بولیں۔

"مجھے تو معاف ہی کیجیئے۔"

"دیکھا آپنے کسقدر خوش ذوق ہیں سیٹھ جی۔؟"

مہارانی نے سر ہلایا۔ اور کسی دوسری ڈش کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کہ اتنے میں سیٹھ ڈھیر ومل کے ہونٹوں سے پھر ایک آہ بلند ہوئی۔ جو آہ کے بجائے بھینس کے ڈکرانے سے زیادہ مشابہ تھی۔

"ہائے یہ ہاتھ۔" سیٹھ جی پھر بولے۔

مہارانی نے ان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ بولیں۔

"اچھی طرح دیکھ لیجیئے۔"

کانپتے ہاتھوں سے سیٹھ جی نے مہارانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اس پر اپنی انگلیاں پھیرنے لگے۔

عین اسی وقت ان کی بیوی رکمنی داخل ہوئی۔ اور میز پر نظر ڈال کر کمر پہ ہاتھ رکھ کر کڑک بولی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔؟"

سیٹھ ڈھیر ومل نے جو چونک کر دیکھا تو گھبرا کر مہارانی کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر ایسا لگا۔ جیسے سیٹھ ڈھیر ومل اسی کرسی پر ڈھیر ہو گئے ہوں۔ ان کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ مگر ان کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

رکمنی نے گرج کر کہا۔ "اُفوہ۔ کیسی شاندار دعوت کا کھانا سجا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی کی شادی ہے۔ آج۔" پھر وہ مہارانی کی طرف چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"بہت خوب مجھے گھر سے باہر بھیج دیا۔ کہہ یا میں اپنی بہن سے ملنے چلی جاؤں۔ تاکہ میرے پیچھے دوسری عورتوں کے سنگ گل چھرے اڑائے جائیں۔"

مہارانی ایکدم کھانا چھوڑ کر غصے میں تن کر کھڑی ہو گئیں۔ چلا کر بولیں۔

"کیا بکتی ہو۔؟"

دیوان جی کڑک کر بولے۔

سوچ سمجھ کر گفتگو کریئے سیٹھانی جی۔ آپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ دعوت سیٹھ جی نے نہیں کی۔ میں نے کی ہے۔ صرف آپ کا گھر چند گھنٹوں کے لئے سیٹھ جی سے عارضیاً لے لیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ڈرائنگ روم میں رنگ روغن ہو رہا ہے۔ محض اس لئے۔ ورنہ۔"

یکایک سیٹھ جی کو ہوش آیا۔ جلدی سے بول پڑے۔ "ہیں جی، ہاں جی۔ سچ سچ دیوان جی نے اسی لئے مہارانی صاحبہ کی دعوت ہمارے گھر میں رکھی ہے۔ ان سے ملو رکمنی یہ۔ آپ ہو لاگڑھ کی مہارانی ہیں۔ ان کی تشریف فرمائی سے میرے قدم رنجہ کی قسمتی خوش ہو گئی۔

سیٹھ پھر رٹی ہوئی تقریر کا ایک حصہ بولنے لگے۔ اور جب دستور بھولنے لگے۔

کہ رکمنی نے ڈانٹ کر کہا۔

"چپ رہو۔ میں سب جانتی ہوں۔ سب سمجھتی ہوں۔"

"آپ بالکل نہیں سمجھ رہی ہیں۔" دیوان جی نے سیٹھانی کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

رکمنی نے آزردہ ہو کر کہا۔ "نہیں دیوان جی۔ میں غلط نہیں سمجھ رہی ہوں۔ آپ غلط راستے پر لیجا رہے ہیں۔ میرے بھولے بھالے سیٹھ کو اپنے جال میں پھنسا کر۔ اس جنانی کو یہاں لاکر۔"

وہ بڑی نفرت سے مہارانی کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"ہوگی کوئی رانی مہارانی۔ میں نہیں جانتی۔ مجھے تو کسی فلم کی ایکٹریس لگتی ہے۔"

پھر مہارانی سے مخاطب ہو کر چیخی۔

"شرم نہیں آتی تمکو۔ میرے بڈھے گھر والے کو بیوقوف

بہلانے کے لئے یہاں آئی ہو۔ جو عمر میں تیرے باپ کے برابر ہے۔"
مہارانی نے ایک دم بھڑک کر کہا۔
"یہ کیا حماقت ہے۔" پھر شعلہ بار نگاہوں سے دیوان جی کی طرف مخاطب ہو کر بولیں۔
"تم مجھے کہاں لے آئے ہو۔ میں ابھی اسی دم جا رہی ہوں یہاں سے۔"
مہارانی نے گھور کر اپنے اصل عاشق کی طرف دیکھا۔ اور پلٹ کر چل دیں۔ دوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے دیوان جی بھی بھاگتے گئے۔
"ارے مہارانی صاحبہ سنئے تو۔ رکئے تو۔ ٹھہرئیے تو۔؟"
دیوان جی بھی کمرے سے باہر نکل گئے۔
ان دونوں کے جاتے ہی سیٹھ جی نے ہاتھ مل کر کہا۔
"یہ کیا ہو گیا۔ غضب ہو گیا۔ یہ تم نے کیا کر دیا رکمنی۔ عجیب عورت ہو۔ دو مردوں کے سامنے میری بے عزتی کر دی۔ اور اتنے اونچے خاندانی لوگوں کو گھر سے باہر نکال دیا۔"
"ہونہہ۔" رکمنی انگوٹھا دکھا کر بولی۔ "بڑے آئے خاندانی والے میرے ٹھینگے سے۔ میں کیا پرواہ کرتی ہوں۔ ہاں۔ اگر دوبارہ اس چڑیل نے اور اس کے بھڑوے نے میرے گھر میں قدم رکھے۔ تو۔ منہ جھلس دوں گی دونوں کا۔"
غصے میں دانت پیستی ہوئی رکمنی بھی کمرے سے باہر نکل گئی۔

سیٹھ ڈھیر ومل نے چاروں طرف دیکھا دونوں چمچے۔ اودھو جی۔ مادھو جی سر جھکائے ایسے کھڑے تھے۔ جیسے کسی نے ان کے سر پر پچاس جوتے مار دیئے ہوں۔ یہی حال کھانا پکانے والے نوکروں کا تھا۔ سب دم سادھے ہاتھ باندھے سر جھکائے چپ چاپ کھڑے تھے۔

سیٹھ جی بڑبڑاتے ہوئے اٹھے۔

"سب چوپٹ کر دیا۔ اس بے وقوف رکمنی نے۔ ابھی میں کھانا کھانے کے بعد مہارانی کو بخیر یا دے والے کی گجل سنانے والا تھا۔ کمال کا فضیحتہ لکھا ہے۔ اس نے۔ مگر۔" پھر بے بسی سے سر ہلایا اور بولے "سب چوپٹ ہو گیا۔"

دسواں باب

"مگر تم دیوان جی سے لڑ کیوں لیں۔" ماں نے اپنی بیٹی سے پوچھا۔
دونوں رات کی تنہائی میں بستر پر آمنے سامنے پڑی تھیں۔ دن بھر کے کام پر اس وقت نظر ثانی کی جاتی تھی۔ اور اگلے دن کا پلان بھی انہی لمحوں میں تیار ہوتا تھا۔

"وہ جانے کس احمق کے گھر مجھے لے گیا۔" مہارانی برافروختہ ہوتے ہوئے بولیں۔

"ایک موٹا بے ہنگم سیٹھ تھا۔ ایسی بری بری نظروں سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔"

"بری نظروں کی تو تم عادی ہو۔" ماں نے کہا۔
"ہر خوبصورت عورت کو مرد کی بری نگاہوں کا عادی ہونا پڑتا ہے۔"

یہ اس بات کا اعلان ہے۔ کہ ابھی تم جوان ہو۔ خوبصورت ہو۔ چاہے جانے کے لائق ہو۔"

"وہاں پر اس کی بیوی آگئی۔"

"وہ میں سن چکی ہوں۔ آگے کی بات کرو۔ دیوان جی سے کب صلح ہو گی۔؟"

"دو دفعہ ان کا ٹیلی فون آچکا ہے۔ مگر میں ڈانٹ کر ریسیور رکھ دیتی ہوں۔"

"مگر اب ہم بہت زیادہ ڈانٹنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اگر کسی کو معلوم ہو گیا۔ کہ تم ہورا گڑھ کی مہارانی نہیں ہو۔ اگر تم پر چار سو بیس کا مقدمہ چلایا جائے۔"

"کیسے چل سکتا ہے۔" مہارانی اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئیں۔"کیا میرے ماں باپ نے میرا نام بچپن ہی سے" مہارانی" نہیں رکھا۔؟"

"رکھا تھا۔"

"کیا میں ہورا گڑھ کی رہنے والی نہیں ہوں۔؟"

"ہو۔"

"تو پھر اگر میں اپنے آپ کو ہورا گڑھ کی مہارانی کہتی ہوں۔ تو کیا غلط کہتی ہوں۔"

ماں ہنسنے لگی۔

"مگر وہ دیوان جی۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پھر

رٹ لگائی۔

اپنے بالوں کی ایک لٹ کو کان کے پیچھے گھیٹتے ہوئے بڑے بیزار لہجہ میں مہارانی نے کہا۔

"وہ جائیگا کہاں۔؟"

کل صبح اس کا پھر ٹیلی فون آئیگا۔ کرونگی صلح۔ ہو جائیگی شادی۔ ماں تم گھبراتی کیوں ہو۔ اسی ہفتے تم ایک لکھ پتی داماد کی ساس بن جاؤ گی۔"

ماں نے بستر سے اٹھ کر اپنی بیٹی کا منہ چوم لیا۔

ﮈو دن سے رکمنی نے سیٹھ جی سے بات نہیں کی تھی۔ سیٹھ بھی خاموش احتجاج پر تلے ہوئے تھے۔ روز رات کو رکمنی سے بات کئے بغیر خوابگاہ میں آکر کروٹ بدل کر سو جاتے تھے۔

تیسرے دن انہوں نے خوابگاہ کی چھت کو مخاطب کر کے کہا۔

"آج سے ٹھیک دو دن بعد میں پربھا کی منگنی دلیپ کمار سے کر رہا ہوں۔"

سیٹھ کو رکمنی کا کمزور پہلو معلوم تھا۔ وہ اپنی اکلوتی بچی کا دل

توڑنا نہیں چاہتی تھیں رکمنی کا خیال تھا کہ وہ سیٹھ کو ایک نہ ایک دن راہ راست پر لے آئیں گی۔ اور انہیں آمادہ کر لیں گی۔ کہ وہ پربھا کی شادی ہریش سے کر دیں۔ سیٹھ کی بات سنکر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ تڑپ کر بستر سے اٹھ گئیں۔ جیسے کسی نے اس کے پیٹ پر گھونسا مار دیا ہو۔ پھر گھبرا کر بستر پر بیٹھ گئیں۔ اور تیز نگاہوں سے اپنے شوہر کو گھورتے ہوئے بولیں۔

"اپنی اکلوتی بیٹی کا دل توڑ کر تمہیں کیا مل جائیگا۔ ٹھیک ہے دیوکمار رئیس زادہ ہے۔ مگر ہریش شریف زادہ ہے۔ میں ہریش کو ہر حال میں دیوکمار سے بہتر سمجھتی ہوں۔"

سیٹھ من ہی من میں مسکرا دیئے۔ چلو بات تو شروع ہوئی۔ سیٹھانی دو دن سے روٹھی بیٹھی تھیں۔

پھر سر کھجا کے بولے۔ "مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ دیوکمار کے پتا جی کے کئی دفعہ ٹیلیفون آئے۔ آج کل لڑکے والوں کے دماغ کتنے خراب ہو جاتے ہیں۔ تم تو جانتی ہو۔ اور پھر اتنے بڑے خاندانی رئیسوں میں میری بیٹی بیاہ کے جا رہی ہے مجھے تو اسی بات کی خوشی ہے۔"

"میں یہ رشتہ ہرگز ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔" رکمنی جھلا کے بولی۔

"مگر میں تو زبان دے چکا ہوں۔ دیوکمار کے باپ سے ٹیلیفون پر میں نے آج سے دو دن بعد منگنی کی رسم طے کرنے کی بات بھی کر دی۔

اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

رکمنی نے دانت پیس کر کہا۔

"میں دیکھ لوں گی۔ "کیسے تم میری اور میری بچی کے خلاف یہ شادی کرتے ہو۔"

"کیوں تم کیسے اس شادی کو روک سکتی ہو۔" سیٹھ نے بات بڑھانے کی خاطر رکمنی سے پوچھا۔ انہوں نے ابھی تک منگنی کی بات بالکل طے نہیں کی تھی۔ مگر خاموشی توڑنے کا اس سے بہتر طریقہ انہیں اس وقت اور کوئی نہ سوجھا تھا۔

"میں بارات کو دروازے سے لوٹا دونگی۔"

رکمنی انگلیاں نچاتے ہوئے بولی۔

"ایسا ہی تمہیں رنڈیوں میں شادی کرنے کا شوق ہے۔ تو خود ڈولی میں بیٹھکر ان کے گھر پہنچ جاؤ۔"

سیٹھ ہنس پڑے۔ رکمنی کو بھی اپنی عقل پر ہنسی آگئی۔ واقعی خیال اچھا ہے۔

"ہنسی تو پھنسی۔" سیٹھ نے دل ہی دل میں مسکرا کر کہا۔

"اب خود بخود من مناؤ ہو جائیگا۔"

رات کی اس گفتگو کے بعد۔ دوسرے دن سیٹھ جی اپنے اوپر کے ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے اپنی ڈائری دیکھ رہے تھے۔ جسمیں وہ نئے لوگوں کے خاص کوڈ جیسے "لنڈے" کہا جاتا ہے اپنا حساب کتاب درج کرتے تھے۔
یہ ڈائری ہر وقت انکی جیب میں رہتی تھی۔

اس وقت وہ اس ڈائری کے مطالعے میں منہمک تھے کہ کمرے میں اطلاع دیئے بغیر ایک عجیب وغریب آدمی خاموشی سے داخل ہوا۔ اس کی ہیبت کذائی عجیب تھی۔ سر کے اوپر مور پنکھ اور دوسرے پرندوں کے پر ایک مضبوط دھاگے سے باندھ کر لٹکائے گئے تھے۔ سینہ اور بازو ننگے تھے۔ مگر گردن میں مختلف رنگوں کی مالائیں لٹک رہی تھیں۔ اور کمرے کے گرد گھاس کے لمبے لمبے خوشوں کا گھیرا تھا۔ اور چہرے پر۔ اور بازوؤں پر اور سینے پر۔ اس آدمی نے طرح طرح کے رنگ خوب رکھے تھے۔ چہرے پر سفید داڑھی بھی تھی۔ اس آدمی نے اندر آتے ہی سوال کیا۔

"کیا آپ ہی سیٹھ ڈھیر ومل ہیں۔؟"

سیٹھ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"آپ کون ہیں۔؟"

اس آدمی نے ہنس کر کہا۔ "اوہ۔ بے شک آپ ہی سیٹھ ڈھیر ومل

ہیں حالانکہ جب میں نے پہلے پہل آپ کو دیکھا تھا۔ اسوقت آپ" اس آدمی نے جھک کر اپنے گھٹنوں تک ہاتھ لیجا کر کہا۔" آپ بس اسوقت اتنے سے تھے۔"

"کون ہیں۔؟"

"مگر بڑے بھولے بچے تھے آپ بڑے پیارے گڈو سے۔ عورتیں آپکو دیکھتے ہی چھاتی سے لگا لیتی تھیں۔ اور منہ چومنے لگ جاتی تھیں۔"

"مجھے چومتی تھیں۔؟" سیٹھ نے حیرت سے پوچھا۔ اور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔

"ان دنوں میں اکثر آپ کے گھر آیا کرتا تھا۔"

چرب زبان بالو کہنے لگا۔" آپ کو یاد بھی نہیں ہوگا۔ بس اتنے چھوٹے سے تھے۔ مگر میں آپ کے پتا سیٹھ بھیرومل کا گہرا دوست تھا۔ افسوس کہ اب ان کا دیہانت ہو چکا ہے۔ مرحوم کا شمار ہمارے شہر کے معزز رئیسوں میں ہوتا تھا۔"

"کیا کہا۔؟" سیٹھ چونک کر بولے۔

"رئیس۔؟ کون۔؟ میرا باپ۔؟"

"ذرا پھر تو کہنا۔ میرا باپ رئیس تھا۔؟"

"جی ہاں۔" بالو نے بڑے مضبوط لہجہ میں کہا۔

"میں قسم کھا کر کہنے کو تیار ہوں سیٹھ ڈھیرومل کے پتا سیٹھ بھیرومل اپنے شہر کے معزز رئیس تھے۔"

سیٹھ جی کچھ ہچکچا کر بولے۔ "مگر کچھ لوگ میرے باپ کو بدنام کرنے کے لئے بولتے ہیں کہ وہ ایک معمولی دوکاندار تھا۔"

"دوکاندار۔ ؟ چھی۔" بالو نے تضحیک سے کہا۔

"کیا ہوگیا ہے آپ کو۔ ؟"

"آپ کے نپا اور ایک معمولی دوکاندار۔ ہرگز نہیں۔ اجی صاحب اصل بات یہ ہے کہ سیٹھ پھیرو مل کا علم کپڑوں کے بارے میں بہت وسیع تھا۔ دن میں سیٹھ پھیرو مل کئی پھیرے مارکیٹ کے لگاتے تھے۔ اور وہاں سے سیمپل یعنی کپڑوں کے نمونے لیکر واپس اپنے آفس پہنچ جاتے تھے۔ وہاں خریدار لوگ خود آکر نمونے دیکھ کر انہیں آرڈر دے جاتے تھے۔ اور ساتھ میں ایڈوانس دے جاتے تھے۔ اس کو آپ دوکانداری کہیں گے۔ ؟ چھی اجی آپکے نپا جی تو سچے اور کھرے رئیس تھے۔ صحیح معنوں میں جنٹلمین۔"

سیٹھ نے باغ باغ ہو کر مسرت کے عالم میں بار بار بالو سے ہاتھ ملایا۔ اور کہا۔

"میں آپ سے ملکر بہت خوش ہوں۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے مجھے بتایا ہے۔ کہ میرے نپا جی صحیح معنوں میں جنٹلمین تھے۔ اچھا اب بتایئے کیسے کرپا کی۔ ؟"

"قصہ یہ ہوا۔ بالو بولا۔ "آپ کے نپا جی سے آخری بار ملاقات کرنے کے بعد میں دنیا کے سفر پر نکل گیا۔ ساری دنیا گھوم کر اب لوٹا ہوں۔"

"ساری دنیا ۔؟"

"جی ہاں ۔"

"تب تو بڑا لمبا چکر رہا ہو گا ۔"

"جی ہاں ۔ ابھی چار پانچ روز ہوئے یہاں آیا ہوں ۔ اور چونکہ آپ کے پتا جی کا پرانا دوست ہوں ۔ اور آپکے خاندانی مرتبے کا مجھے ہمیشہ خیال رہا ہے ۔ اس لئے میں سب سے پہلے سیدھا ہیں آپ کو ایک خوشخبری دینے آیا ہوں ۔"

"خوشخبری ۔ ؟ کیسی ۔ ؟" سیٹھ نے حیران ہو کر پوچھا ۔

"آپ یہ تو جانتے ہوں گے ۔" بالو بولا ۔ کہ آجکل سارے شہر میں دی گریٹ گرانڈ گھنتی آف ٹانو ٹو لو آئے ہوئے ہیں ۔"

"ہیں جی ۔ ؟" سیٹھ کے منہ سے بے اختیار نکلا ۔

"تو تُو ہے وہ ۔ ؟"

"ارے آپ نہیں جانتے ۔" بالو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا ۔

"یہاں سارے شہر میں انکی امارت دولت ۔ اور خاندانی وجاہت کے چرچے ہیں ۔"

سیٹھ بولے ۔ "میں آجکل اپنے دوسرے بزنس میں لگا رہا ہوں ۔ اس لئے معلوم نہیں کر سکا جی ۔"

لیکن اس سے بھی حیرت کی بات یہ ہے ۔ سیٹھ جی ۔ کہ

ہز ہائی نس وی گریٹ گرانڈ گغنی آف ہالو تو تو نے کہیں پر آپکی لڑکی کو دیکھ لیا ہے ۔ " بالو نے اتنا کہہ کر سیٹھ کی طرف غور سے دیکھا۔ اور پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔

" کہیں کالج سے آتے جاتے دیکھ لیا ہے ۔ اور وہ آپ کی لڑکی پر فدا ہو گئے ہیں ۔ بس یہ بھاؤ ہے۔ "

" ہیں جی ۔ ؟ " سیٹھ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

" کیا بولتے ہو جی ۔ ؟ "

" وہ چاہتے ہیں آپ انہیں اپنا داماد بنالیں۔ "

" داماد ۔ ؟ " سیٹھ خوش ہو کر پوچھنے لگے۔

" کیا کہا ۔ " ہم " ہز ہائی نس گرانڈ گغنی تو تو میرا داماد بن جائینگے ۔ ؟ پر بھاسے شادی کر کے ۔ ؟ "

" جی ہاں شادی کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے ۔ اور انہوں نے بھی یہی فرمایا ۔ میں اپنے سفر کے دوران میں اکثر ان سے ملتا رہا ہوں اور جب میں نے معلوم کیا کہ وہ آجکل ہمارے شہر میں تشریف فرما ہیں ۔ تو میں نے ان کے حضور میں باریابی چاہی ۔ ہز ہائی نس مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد بولے ۔

" آکیم کم اچھ ۔ سولہ ادنچا آلہ گرٹ ٹبر جھالہ اکرٹے لبا ڈھیر و مل دسو سا بسمل بھوسا چھ ۔ " یعنی کیا تم سیٹھ ڈھیر و مل جو اس شہر کا معزز رئیس ہے اس کی حسین و جمیل بیٹی کو جانتے ہو ۔ "

"اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ وہاں کی زبان ہو، ۔؟" سیٹھ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔" سفید داڑھی والے بزرگ نے جو بالو کے سوائے اور کوئی نہ تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تو اس کے بعد میں نے جب انہیں بتایا کہ میں ان کے سارے خاندان سے واقف ہوں تو ہزہائی نس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کے زور کی ایک آہ کھینچی اور بولے۔

"ہا۔ ڈھملا گنگ" یعنی۔ تم نہیں جانتے میں اس معزز شہر کی خوبصورت لڑکی سے کس قدر محبت کرتا ہوں۔"

"باڈھملا گنگ کا مطلب ہے۔ تم نہیں جانتے میں اس معزز شہر کی خوبصورت لڑکی سے کتنی محبت کرتا ہوں۔" دو لفظوں میں اتنی بڑی بات کیسے کہہ دی۔ ؟" سیٹھ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"دراصل بات یہ ہے۔" بالو نے انہیں بتایا۔

"ہانو لو لو کے لوگ بولنے میں ایک طرح کا شارٹ ہینڈ استعمال کرتے ہیں۔"

"بہت اچھا ہوا۔" سیٹھ جی نے کہا۔ تم نے مجھے بتا دیا۔ ورنہ میں کبھی نہ سمجھ پاتا۔ کہ ڈھملا گنگ کا مطلب ہے۔ "تم نہیں جانتے میں اس شہر کی خوبصورت لڑکی سے کس قدر محبت کرتا ہوں۔" کبھی سندر بھاتا ہے۔"

"جی ہاں۔" بالو نے رد اجمایا۔

"ہالو لولو کی زبان میں اس قسم کے بہت سے حسین جملے، فقرے اور لفظ مل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کو معلوم ہے۔ "کارا کارا کم کم بودم" کس کو کہتے ہیں۔؟"

"کس کو کہتے ہیں۔؟"

"معشوق کو۔"

"کارا کارا کم کم بودم۔" کا مطلب ہے۔ معشوق۔؟"

"جی ہاں۔"

سیٹھ جی نے حیرت سے سر ہلایا۔ "کارا کارا کم کم بودم۔" کا مطلب معشوق ہوا اب یہ کون جان سکتا ہے۔؟"

"خیر۔۔۔۔۔ بالو نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"خیر۔۔۔۔۔ تو مجھے ہز ہائی نس نے آپ کے ہاں یہ کہنے کو بھیجا ہے کہ وہ آج بہ نفس نفیس آپ کے گھر آکے آپکی دختر نیک اختر۔ کماری بی بھا کا رشتہ طلب کریں گے۔ مگر ہز ہائی نس یہ رشتہ مانگنے سے پہلے آپ کو کسی بڑے خطاب سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ وہ آپ کی حیثیت یا خاندان کی عظمت سے ناواقف ہیں۔ مگر کچھ بے سرد پا قسم کی باتیں کرنے والے شہریوں کا منہ بند کرنے کے لئے وہ اپنے ہونے والے سسر کو شادی سے پہلے ہالو لولو کے سب سے بڑے منشائی خطاب "ماماموچی۔" سے آپ کو نوازنا چاہتے ہیں۔

"ماما موچی۔ ؟"

"بہت بڑا خطاب ہے۔ آپ پہلے ہندوستانی ہوں گے جنہیں یہ خطاب دیا جائیگا۔ یہ خطاب اتنا بڑا ہے کہ اسے حاصل کرتے ہی آپ کی حیثیت یوروپ کے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے برابر ہو جائیگی۔ اور جہاں بادشاہتیں ہیں۔ وہاں اس کی حیثیت راج دوت کے برابر ہوگی۔ اس خطاب کے بعد آپ اپنے دیش کی اونچی سے اونچی سوسائیٹی میں گھوم سکیں گے۔ اور ہر راج دربار میں آپکی کرسی پہلی صف میں ہوگی۔ کیونکہ اس وقت آپ صرف ڈھیر ومل نہیں ہوں گے۔ بلکہ سیٹھ ڈھیر ومل ماما موچی ہوں گے۔"

سیٹھ ڈھیر ومل کا چہرہ مسرت سے منور ہو گیا۔ ہونٹ وفور شوق سے پھڑکنے لگے۔

بولے۔ "تب تو یہ بڑی عجب کی بات ہے۔ پہلی کرسی میں میری صف ہوگی۔"

پھر یکایک ان کے دل میں شبہ سا گزرا کہ اتنا بڑا خطاب ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ اس لئے گھبرا کر بول اٹھے۔

"تو مہاراج جی۔" وہ بالو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولے۔ "مجھکو تو ابھی ہج ہوتی گش لولو ہالوں کے پاس لے چلو۔"

بالو بولا۔ "آپ سمجھے نہیں شاید۔ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود یہاں آرہے ہیں۔"

"یہاں آ رہے ہیں۔ ؟ خود ؟" مسرت اور حیرت سے سیٹھ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"جی ہاں۔" بالو نے جواب دیا۔ اور پھر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ یہیں آپکے گھر پر اس خطاب کی رسم ابھی ادا کریں گے۔"

"یہ رسم کیا ہوتی ہے۔؟"

"جیسے بادشاہوں کی تاج پوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کی ماماموچ پوشی ہوگی۔"

ان تابڑ توڑ جملوں سے سیٹھ کسی قدر گھبرا گئے۔ حیرت زدہ ہو کر بولے۔

"تم کو جلدی ہو رہا ہے یہ سب کچھ۔"

"ہانولولو کے لوگ ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتے۔ جس بات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اسے فوراً کر ڈالتے ہیں۔"

سیٹھ جی نے ہاتھ ملتے ہوئے کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اور تو سب ٹھیک ہے مگر مجھکو پربھا کی طرف سے شبہ ہے نہ پتہ نہیں اس کو یہ رشتہ پسند ہوگا کہ نہیں۔ کیونکہ آپ کو تو معلوم ہے نہیں۔ مگر مجھکو معلوم ہے۔ کہ وہ دل ہی دل میں کسی دوسرے سے پیار کرتی ہے۔ اس کا نام ہریش ہے۔"

بالو نے ہنس کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "آپ گھبرائیں نہیں۔ جب آپ کی لڑکی پربھا ہمارے ہز ہائی نس کو دیکھے گی۔ تو وہ ہریش وریش سب کو بھول جائے گی۔ ایک اور حیرت کی بات آپکو

بتا دوں ۔ ہمارے ہز ہائی نس دی گریٹ گرانڈ گفنی آف ہانو لو اتپی شکل و صورت میں داڑھی کے باوجود ہر لشیں بالو سے بہت ملتے جلتے ہیں ۔ اس لئے پرسیا ۔"

"ہاں جی ۔" مگر آپکو پرسیا اور ہر لشیں کا قصہ کیسے معلوم ہوا ۔؟"

بالو نے ہاتھ گھما کے کہا ۔ "اجی وہ سب جانتے ہیں ۔ یہ بڑے لوگ ہر طرح کی خبر رکھتے ہیں ۔ جو دل لینے کا ڈھب جانتے ہیں ۔ وہ ترکیب و ترکیب سب جانتے ہیں ۔ وہ لوگ سب آنکو ایری میلے سے کرکے اپنے پاس رکھتے ہیں ۔ جناب ۔"

اتنا کہہ کر بالو نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا اور جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو ۔ نیچے سیڑھیوں سے بہت سے لوگوں کے اوپر آنے کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی ۔

بالو ایکدم مسکرا کر کہنے لگا ۔ "لیجئے ۔ میرا خیال ہے ہز ہائی نس خود ہی تشریف لے آئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

یکایک ایک گیت کی آواز بلند ہوئی ۔ اونچے سروں میں گاتی ہوئی گھاس کے گھاگھرے پہنے ۔ کچھ لڑکیاں دف بجاتی ہوئی ۔ ناچتی اور گاتی اندر داخل ہوئیں ۔ ان کے پیچھے پیچھے تلوار ہلانے والے نوجوانوں کا ایک قافلہ جس نے بھی گھاس کا لباس پہن رکھا تھا ۔ داخل ہوا ۔ لڑکیاں ناچتی گاتی ایک غالیچے کو کھولتی گئیں ۔ اور اسے فرش سے باہر بورڈ روم تک بچھا دیا ۔ پھر وہ دوزانو ہو کر ۔ دروازے کی طرف

دیکھنے لگیں۔ جیسے کسی عظیم ہستی کی آمد کی منتظر ہوں۔ یکایک ڈھول بجاتے ہوئے چند نوجوانوں کی معیت میں ہز ہائی نس دی گریٹ گرانڈ گفنی آف بانوبو۔ ایک چوکی پر بیٹھے نظر آئے۔ اس چوکی کو چار کہاروں نے اٹھا رکھا تھا۔

یہ چوکی لاکر ڈرائینگ روم کے بیچ میں رکھ دی گئی۔ چوکی پر سے ہز ہائی نس اٹھے۔ فوراً بالو ان کے سامنے دوزانو ہو گیا پھر تعظیم دیتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ ہز ہائی نس نے اس کے سر پر سیدھا ہاتھ رکھ کر کہا۔

"امبائی بھوشیم زراف گراف کرٹ کرٹ جھیٹ۔"

بالو نے جواب دیا۔ "ہاشم بھائی بھوشم بھائی اڈمڑ ماندہ لپٹ۔"

سیٹھ نے ذرا آگے بڑھ کر بالو سے پوچھا۔

"کیا۔؟"

"ہز ہائی نس کہہ رہے ہیں۔" بالو نے ترجمہ کرتے ہوئے بتایا۔ "کہ آپ کے خاندان پر اڈمڑ بھوشم کا سایہ سدا سلامت رہے۔"

"یہ اڈمڑ بھوشم کون ہے۔؟"

"یہ ہز ہائی نس کا خاندانی دیوتا ہے۔"

"ہیں جی۔؟ اچھا جی۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

بالو نے پلٹ کر پھر ہز ہائی نس کو تعظیم دی اور کہا۔ "اوسا بنیا منیا بالی بالی کٹ کٹ۔"

ہز ہائی نس نے فوراً جواب دیا۔

"بیلا نیا۔"

سیٹھ نے پھر آگے بڑھ کر بالو سے پوچھا۔

"اب مہاراج کیا کہہ رہے ہیں۔؟"

"ہز ہائی نس فرماتے ہیں۔ آپ اسی وقت ان کے ہمراہ ماما موچ پوشی رسم ادا کرنے کی تیاری کے سلسلے میں ان کے ساتھ نیچے ہال میں چلے جائیے۔ تاکہ جب آپ وہاں سے لوٹیں تو یہاں سب تیاریاں مکمل ہو جائیں۔ اور آپ کو آج ہی یہ خطاب عطا ہو جائے۔"

سیٹھ نے بھونچکا ہو کر کہا۔ "بیلا۔ نیا۔ ان دو لفظوں کا اتنا لمبا مطلب ہوتا ہے۔؟"

"میں کہہ چکا ہوں نا۔ سیٹھ جی کہ ہانو لولو کے لوگوں کی زبان بڑی معنی خیز ہوتی ہے۔ ایک لفظ کے ایک ہزار معنی نکلتے ہیں۔ خیر ..... اب آپ زیادہ دیر نہ کریں۔ ہز ہائی نس انتظار کرنے کے عادی نہیں ہیں۔" بالو نے سمجھایا۔ پھر جلدی جلدی ہاتھ ہلا کر بولا۔

"جائیے۔ جائیے۔ دیر نہ لگائیے۔"

حیرت زدہ سیٹھ ڈھیرو مل کو پرنس آف ہانو لولو نیچے ہال میں لے گئے۔ ان کے جاتے ہی بالو نے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھا۔ اور انتہائی بیزاری کے لہجہ میں اپنے آپ سے کہا۔

"اف۔ کیسے احمق سے پالا پڑا ہے۔"

پھر ڈبر کے دھاگے سے بندھی ہوئی داڑھی کو نکال کر اپنے منہ سے پسینہ پونچھنے لگا۔

اتنے میں دیوان جی مہارانی جی کے ساتھ بے آواز قدموں سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی بالو نے جھٹ پٹ داڑھی پھر اپنے منہ پر جمالی۔ مگر دیوان جی اتنے ہی میں اسے پہچان چکے تھے۔ حیرت زدہ ہو کر بولے۔ "بالو تم یہاں کیسے۔؟"

بالو بہت حاضر جواب تھا۔ اس نے سوچا اب دیوان جی نے مجھے پہچان تو لیا ہے۔ اب ان سے کچھ چھپانا بے سود ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ انہیں ساتھ میں لے لیا جائے۔ اس لئے فوراً جھک کر اور ان کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کے بولا۔

"معاف کیجئے گا۔ دیوان جی۔ آپکی مدد کی ضرورت ہے۔"

"مگر تم اس لباس میں یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"

"اچھا لگتا ہے نا۔؟" بالو نے پوچھا۔

"مگر یہ کیا مذاق ہے۔؟"

"کھیلے بازی کا سلسلہ ہے۔ اس کھیلے بازی میں سیٹھ ڈھیر مل کی لڑکی کی شادی ایک جگہ کر رہا ہوں۔"

دیوان جی ہنس کر بولے۔ "خیر... جس طرح کا بھی یہ کھیلا ہے۔ تم اس میں ہو تو وہ ضرور کامیاب ہو جائیگا۔"

بالو نے کہا۔ "آپ تو اس غلام کو جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر

کے لئے آپ دونوں اس اسکرین کے پیچھے چھپ کر تماشہ دیکھئے۔ باقی بعد میں بتاؤں گا۔"

نیچے سیڑھیوں سے موسیقی کا شور بڑھتا چلا آرہا تھا۔ بالو کے اِدھر اُدھر دیوان جی اور مہارانی سکرین کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اور تماشہ دیکھنے لگے۔ اتنے میں لڑکے اور لڑکیوں کا وہی قافلہ جو سیٹھ جی کو نیچے لے گیا۔ موسیقی اور ڈھول باجے کے شور کے درمیان پھر ڈرائینگ روم میں واپس آیا۔ اب انہوں نے سیٹھ ڈھیر ومل کو بھی وہی گھاس کے تنکوں والا گھاگھرا پہنا دیا تھا۔ اور کمر کے اوپر کے جسم کو ننگا کرکے اس پر طرح طرح کے منکوں کی مالائیں پہنا دی تھیں۔ اور ننگے بدن پر مختلف جگہوں پر رنگا رنگ پینٹ کے برش لگا دیئے تھے۔ اور اس کے بعد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے گروپ باری باری سیٹھ جی کے گرد ناچتے اور گاتے ہوئے ہر توڑے پر اس کے سر پر زور کی دھپ لگاتے ماما موچی۔ ماما موچی۔

دل کے محل پر قلعی کھلوہات میں لیکر کوچی۔

ماما موچی۔

ماما موچی۔

آخری توڑے پر سب نے ایک ہاتھ سے سیٹھ ڈھیر ومل کے سر پر دھپ جمائے۔ اور اسے باہوں سے اٹھا کر فرش پر بٹھا دیا۔ پھر بغل میں ہاتھ دیکر ایک دم کھڑا کر دیا۔ پھر مجمع اس سے الگ

ہو گیا - یکایک ہر بنش آگے بڑھا اور اس نے سر جھکا کر سیٹھ کو عجیب طریقے سے سلام کیا۔ جس کے بعد بالو نے کورنش بجا لا کر کہا۔ "اب آج سے آپ ماما موچی ہو گئے، سیٹھ جی۔"

اتنے میں ڈھول تاشے کی آواز سن کر رکمنی دوڑی دوڑی اندر آئی سیٹھ کو خالی چڈی اور چڈی پر گھاس کا گھاگھرا پہنے دیکھ کر بھونچکی رہ گئیں۔ اپنا ماتھا پیٹ کر بولی۔

"ہے بھگوان۔ نہیں کیا ہو گیا ہے۔ ارے تم کس لئے یہ مداری کے بھالو کا لباس پہنے کھڑے ہو۔"

سیٹھانی کو آتے دیکھ کر ہربنس اور بالو اپنے قافلے کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئے۔

سیٹھ نے اسے فوراً ڈانٹ کر کہا۔ "خاموش بدزبان عورت تو جانتی نہیں۔ تو اس وقت ماما موچی سے بات کر رہی ہے۔"

"ایں۔؟" رکمنی نے حیران ہو کر کہا۔ "اچھے بھلے سیٹھ ہوتے ہوئے تم موچی کیسے بن گئے۔؟"

سیٹھ نے پھر اسے ڈپٹ کر کہا۔

"عزت سے بات کرو۔ ہم موچی نہیں ماما موچی ہیں۔ یہ ہونو لولو کا سب سے بڑا خطاب ہے۔ ابھی ہماری ماما موچ پوشی ہو چکی ہے۔"

"تاج پوشی۔؟"

"تاج پوشی نہیں۔ ماما موچ پوشی۔"

"پاگل ہو گئے ہو کیا ۔ ؟ سچ مچ پاگل ہو گئے ہیں ۔ ہوش جاتے رہے ہیں ۔ چمپا انہیں ان کے کمرے میں لے چلو ۔ اور یہ بھا کو کالج سے بلا بھیجو ۔ فوراً ۔"

"اپنی زبان کو لگام دو ۔ تم ماما موچی سے کلام کر رہی ہو ۔ باادب باملاحظہ ہوشیار ۔"

رکمنی نے جمیلی سے کہا ۔ "اب ان کو ان کے کمرے میں رکھنا پڑیگا ۔ اب ان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی ۔ چلو ۔"

سیٹھ ڈھیرومل چونکہ ماما موچ پوشی سے تھک بھی گئے تھے ۔ اس لئے باآسانی رکمنی کے ساتھ چلے گئے ۔

ان کے جاتے ہی مہارانی اور دیوان جی دونوں اسکرین کی اوٹ سے نکل کر زور زور سے ہنسنے لگے ۔

آخر دیوان جی کسی نہ کسی طرح اپنی ہنسی پہ قابو پا کر بولے ۔ "اگر میں نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا ۔ تو مجھے بھی یقین نہ آتا ۔ خوب مذاق ہو رہا ہے ۔ ؟ مگر ہمیں کیا ۔ ؟ اس بہانے سیٹھ کی لڑکی کی شادی ایک اچھے نوجوان سے ہو جائیگی ۔"

مہارانی بولیں ۔ "وہ تو ٹھیک ہے ۔ لیکن اگر تم اس شادی میں مدد کر رہے ہو ۔ تو کیوں نہ اس شادی کے موقع کا فائدہ اٹھا کر ہم لوگ بھی شادی کر لیں ۔ دوبارہ سب ٹنٹا کرنے میں بہت خرچ ہوگا ۔ اور مجھے فضول خرچی بالکل پسند نہیں ہے ۔

دیوان جی مسکراکر بولے۔ "شکل کے ساتھ ساتھ بھگوان نے تمہیں عقل بھی کیا دیدی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ لوگ اب شادی کا سامان اور پنڈت کو بلانے گئے ہیں۔ اس لئے ایک پنتھ دو کاج۔ ان کی شادی کے ساتھ ساتھ ہماری شادی کیوں نہ ہو جائے۔ مگر یہ یاد رہے ڈارلنگ کہ شادی کے بعد حالات بہت بدل جائیں گے۔"

مہارانی مسرت سے مسکراکر بولیں۔ "ہاں ڈارلنگ صرف تمہارے ہی نہیں میرے بھی حالات بہت بدل جائیں گے۔"

اتنے میں سیٹھ ڈھیر دل جھومتے جھامتے پھر اندر آئے۔ فوراً دیوان جی نے آگے بڑھ کر کورنش بجا کر کہا۔

"مبارک ہو سیٹھ جی۔ ہم دونوں آپ کو ماما موچی بن جانے پہ مبارکباد دینے آئے ہیں۔"

مہارانی نے مسکراکر کہا۔ "بدھائی ہو سیٹھ جی ہمیں اس بات کی سب سے زیادہ خوشی ہے کہ آپکو بدھائی دینے والوں میں ہمارا نمبر پہلا ہے۔"

سیٹھ جی گھگھیا کر بولے۔ "بڑی مہربانی مہارانی صاحبہ اس تشریف فرمائی کی اور معافی اس بات کی کہ وہ جو میری سیٹھانی نے آپ سے حرکت کی۔ بہت بری بات ہو گئی۔"

"جانے دیجئے سیٹھ جی۔" مہارانی شوخ نظر سے سیٹھ جی کو تاکتے ہوئے بولیں۔

"سیٹھانی تو کیا کسی عورت کا دل بھی آپ کو دیکھ کر قابو میں نہیں رہ سکتا۔"

مہارانی کے منہ سے اتنی بات سنکر سیٹھ بالکل دلیشہ خطمی ہو گئے۔ منہ کھولکر انتہائی بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگے۔

"ہے۔ ہے ہے!! ہے ہے ہے ہے!!! ہے ہے ہے ہے ہے!!!!"

دیوان جی نے مہارانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ نے ملاحظہ فرمایا مہارانی صاحبہ۔ ہمارے سیٹھ ڈھیرو مل یہ خطاب حاصل کر کے بھی اپنی اوقات نہیں بھولے ہیں۔ نہ ہی اپنے پرانے دوستوں کو۔"

"یہی تو شرافت کی نشانی ہے۔" مہارانی نے کہا۔

"مگر وہ ہز ہائی نس ہیں کہاں۔؟"

سیٹھ نے کہا۔ "بس آتے ہی ہوں گے۔ اور ان کے بعد میری لڑکی بھی کالج سے آجائیگی۔ میں نے اسے بلا بھیجا ہے۔"

اتنے میں ہز ہائی نس گر بیٹے گرانڈ گفتی آف ہانولولو اپنے مخصوص لباس میں مسکراتے ہوئے اندر آئے۔ انہیں دیکھتے ہی دیوان جی نے مہارانی کو آنکھ مار کر اشارہ کیا۔ پھر دونوں آگے بڑھ گئے۔ اور ذرا گردن خم کر کے اور تھوڑا سا جھک کر بولے۔

"حضور والا اندار کی خدمت میں ہم دونوں جو آپ کے ہونے والے سسرا اور نیتے ماما موجی صاحب کے پرانے دوست ہیں۔ حضور

کی بارگاہ میں کورنش بجا لاتے ہیں۔"

ہرلیش کچھ جواب دینے ہی والا تھا۔ کہ اسے یاد آیا کہ وہ تو فی الحال ہانولولو کا رہنے والا ہے۔ اس لئے یہاں کی بولی نہیں سمجھتا۔ اس لئے جان بوجھ کر اپنے چہرے پر اس طرح کے تاثرات پیدا کئے جیسے وہ بالکل نہیں سمجھا کہ ابھی دیوان جی نے اس سے کیا کہا ہے۔ اسے بات سمجھانے کے لئے۔ جلدی سے سیٹھ ڈھیر دل آگے بڑھے۔ پھر انہیں خود خیال آیا۔ کہ وہ بھی تو ہانولولو کی زبان نہیں سمجھتے اس لئے پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

"ارے وہ ان کی بات سمجھ کر ہمیں سمجھانے والا میرے باپ کا پرانا دوست کہاں گیا۔؟"

پھر بالو کو کہیں نہ پا کر وہ خود ہی ہرہائی نس کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ دیکھو حجور۔ یہ دیوان جی ہیں" (ہرلیش حیرت سے تکتا ہے)۔

"دیوان جی۔ دیوان۔ یعنی دیوانہ۔ بہت بڑا دیوانہ۔ جیسے تمہارے ہانولولو میں ماماموچی ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ ہندوستانی ماماموچی ہے۔"

پھر مہارانی کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"یہ ہماری مہارانی ہیں۔ مہارانی۔ نہیں سمجھے؟ اُف" سیٹھ جی نے اپنا سر پکڑ لیا۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر بولے۔

"ارے یہ ادھر کی مہاماماموچن ہیں۔ موچن سمجھے۔؟ نہیں سمجھے۔؟ اُف۔ کیسے سمجھاؤں۔" ہرلیش حیرت زدہ بنا

ہوا سیٹھ جی کی طرف دیکھتا رہا۔ اتنے میں بالو آگیا۔ اسے دیکھتے ہی سیٹھ جی اس کی طرف لپکے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولے۔

"ارے اچھا ہوا۔ تم ٹھیک وقت پر آگئے۔ ذرا ان کو سمجھاؤ۔ ہز ہائی نس کو بتاؤ۔ ؟ یہ دونوں کون ہیں۔ یہ دیوان جی ہیں۔ شہر کے بہت بڑے رئیس۔ اور یہ مہارانی ہیں ہور آگڑھ کی۔"

پھر سیٹھ جی نے بالو کو ہرلٹش کی طرف دھکیل دیا۔ اور خود خوشی سے چہکتے ہوئے دیوان جی سے بولے۔

"اب سننا ان دونوں میں کیسے باتیں ہونگی۔"

بالو نے انتہائی سنجیدگی سے ہرلٹش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اِل ہالا بولو رام بلبیا لا کتھے کتھے۔"

ہرلٹش نے دیوان جی اور مہارانی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کانالی و ہٹم رائیم اتیھے اتیھے۔"

سیٹھ جی نے خوشی سے تالی بجا کر کہا۔

"سنا آپ نے۔ ؟"

بالو نے مڑ کر دیوان جی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہز ہائی نس آپ سے مل کر بہت خوش ہیں۔ کہتے ہیں خدا آپ کو خرگوش کی عقل اور چوہے کی بہادری عطا کرے۔"

سیٹھ جی نے فخر سے دیوان جی کی طرف دیکھ کر کہا۔۔۔

"دیکھا آپنے۔ یہ ریچ ہالی لُس کی بھاشا کا ایک ایک لفظ سمجھے ہے"۔
اتنے میں پربھا اندر آ گئی۔ اسے دیکھتے ہی سیٹھ ڈھیر دیل خوشی سے دوڑے دوڑے اس کے پاس گئے اور بولے۔
"بہت اچھا ہوا تم آ گئیں بٹیا۔ تمہارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔ ملو۔ اپنے ہونے والے تپی سے ملو۔"
مگر پربھا کی نگاہیں بدستور اپنے باپ کے مضحکہ خیز لباس پر تھیں۔ وہ گھبرا کر کہنے لگی۔
"پتاجی آپ کو ہوا کیا ہے۔؟ یہ کیا بہروپ رکھا ہے آپ نے کیا کسی تھیٹر میں جوکر بننے کا ارادہ ہے۔؟"
سیٹھ بولے۔ "فضول کی باتیں مت کرو۔ ایسے موقعے عزت کے۔ مان کے۔ روج روج نہیں ملا کرتے۔"
پھر وہ پربھا کو لے کر بھیس بدلے ہوئے برلنٹس کے پاس لیجا کر بولے۔ "اپنے ہونے والے تپی کو سویکار کرو۔"
پربھا بھڑک کر بولی۔ "میرا ہونے والا تپی۔ ؟ یہ ورھیل؟"
"ہاں۔ ہاں یہی۔" سیٹھ جی نے اصرار کیا۔ "ہار ڈالو اس کی گردن میں۔"
اتنا کہہ سیٹھ جی نے پربھا کے ہاتھ میں ایک ہار تھما دینا چاہا۔ جو بالو نے انہیں دیا تھا۔
پربھا بولی۔ "پتاجی۔ سچ مچ کیا آپ پاگل ہو گئے ہیں۔

میں اس جنگلی سے شادی کروں گی۔؟"

"میں کہتا ہوں۔ اسی سے تمہاری شادی ہوگی۔"

"میں نہیں کروں گی۔" پربھا پیر پٹک کر بولی۔

"ہار ڈالو ان کے گلے میں۔" سیٹھ نے حکم دیا۔

"جوتیوں کا۔" پربھا نے غصے سے کہا۔

"چپ بے ہودہ لڑکی۔ جیسا میں کہتا ہوں ویسا ہی تمہیں کرنا ہوگا۔
اب میں ماما موچی ہوں۔"

اس گفتگو کے دوران میں ہریش بابو۔ اور بالو دونوں باری باری کبھی اکٹھے اپنی اپنی داڑھیاں ایک دو لمحے کے لئے اتار کر زور زور سے پربھا کو اشارہ کرتے رہے۔ سیٹھ سے نظر بچا کر۔ تاکہ وہ انہیں پہچان لے مگر پربھا اس قدر غصے میں بھری ہوئی تھی۔ کہ اس نے ان بہروپیوں کو آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ بس اپنے باپ کو مخاطب کر کے زور زور سے بولنے لگی۔

"نہیں پتا جی۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اس جنگلی سے یا کسی دوسرے سے شادی نہیں کرونگی۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔ اور اگر میں زندگی میں کسی سے شادی کرونگی تو صرف ہریش سے۔ اور کسی سے نہیں۔ چاہے آپ میرے جسم کی بوٹی بوٹی الگ الگ کردیں۔ مگر میں پھر بھی یہ کہونگی۔"

یکایک وہ ایک لمحہ کے لئے چپ ہو گئی۔ کیونکہ اس کی نظر اتفاق

سے ہریش پر پڑ گئی۔ جو بار بار اپنی داڑھی اُٹھا کر اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ یکایک پربھا نے اسے پہچان لیا۔ اور اب سارا معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ فوراً اسی لہجہ میں مگر بات بدل کر بولی۔

"پھر بھی میں یہی کہونگی۔ کہ۔ کہ کچھ بھی ہو لڑکی کا دھرم یہی ہے۔ کہ وہ اپنے پتا کی آگیا کا پالن کرے اور وہی کرے جو اس کا پتا کہتا ہے۔"

سیٹھ جی ایکدم خوشی سے باغ باغ ہوتے ہوئے بولے۔ "دیکھا میں نہیں کہتا تھا۔ کہ میری بیٹی آخر میری بیٹی ہے۔ وہ وہی کریگی۔ جو اس کا پتا کہے گا۔"

اس موقع پر پربھا شرما گئی۔

اور ہریش نے آگے بڑھ کر پربھا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عین اسی وقت رکمنی داخل ہوئی۔ اور پربھا کا ہاتھ ایک داڑھی والے جنگلی آدمی کے ہاتھ میں دیکھ کر بھونچکی رہ گئی۔ بولی۔

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں سنتی ہوں تم میری پربھا کا بیاہ کسی ہاتو لولو کے جنگلی سے کر رہے ہو۔"

سیٹھ نے پریشان ہو کر کہا۔ "اگر تم اپنا منہ بند رکھو تو کیا ہرج ہے۔ ہمیشہ غلط وقت پر آتی ہے۔ اور کوئی نہ کوئی الٹی سیدھی بات کرتے ہوئے چلی آتی ہے۔"

رکمنی بولی۔ "الٹی بات میں کرتی ہوں۔ یا تم کرتے ہو۔ اب یہ نٹ سبھا منڈل کا ہے کو جمع کر رکھے ہیں۔ یہ گھر ہے یا تھیٹر ہے

سیٹھ نے گردن پھلا کر کہا۔ "میں اپنی بچی کی شادی ہج ہوئی نس دی گریٹ گرانڈ گفتی آف ہونولولو سے کر رہا ہوں۔"

"اس بندر سے۔ ؟" رکمنی نے ہرلیش کی طرف اشارہ کیا۔

سیٹھ نے ایکدم ڈانٹا۔ "چپ۔ خاموش۔ جھک کر نمسکار کرو۔ ہج ہوئی نس دی گریٹ گرانڈ گفتی کو۔"

اس گفتگو کے درمیان میں نہ صرف ہرلیش اور بالو بلکہ دیوان جی مہارانی۔ پربھا۔ سب لوگ سیٹھ جی کے سوائے الگ الگ سیٹھانی کو سمجھانے کے لئے اشارہ کرتے رہے۔ اور بالو اور ہرلیش سیٹھ جی کے پیچھے جا کر بار بار اپنی داڑھی اتارتے نظر آتے رہے۔ مگر رکمنی کچھ نہیں سمجھی۔ وہ ہاتھ پیر بار بار زور زور سے پٹکتی رہی۔

"میں تم کو بتا دیتی ہوں سیٹھ جی۔ اور تمکو بھی۔" وہ ہرلیش کی طرف مخاطب ہو کر بولیں۔

"ارے مسٹر لولو۔ میں اپنی بچی کی شادی تم سے نہیں کر رہی ہوں۔"

"شش ششش۔" سیٹھ ڈھیرو مل گھبرا کر بولے۔

دیوان جی نے آگے بڑھ کر معاملے کو سمبھالنے کی کوشش کی۔ "سیٹھانی جی یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ آپ اتنے بڑے آدمی کو اپنی بیٹی کا ہاتھ دینے سے انکار کر رہی ہیں۔ ؟"

رکمنی بولی۔ "تم دخل مت دو۔ دیوان جی یہ میرے گھر کا

معاملہ ہے ۔"

"مگر ایسے موقع بار بار نہیں آتے ۔"

"آپ سے کون صلاح مانگ رہا ہے ۔"

دیوان جی بولے یہ تو ہم لوگوں کی محبت ہے۔ آپ لوگوں کے لئے ۔ جو ہمیں یہ مشورہ دینے پر مجبور کر رہی ہے ۔"

"دھنیہ واد ۔ مجھے نہیں چاہیئے آپ کی محبت ۔ !" رکمنی نے بیزار ہو کر منہ پھیر لیا ۔

"مگر آپ اپنی بیٹی سے کیوں نہیں پوچھتیں ۔" دیوان جی نے کہا

"ہاں ۔" مہارانی بولیں " میرے خیال میں تو آپ کی بچی کو انکار نہیں ہے اس شادی سے ۔"

"ایں ۔ ؟" رکمنی نے حیران ہو کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا " کیا سچ مچ وہ اس لنگور سے شادی کرے گی ۔

"بے شک ۔" مہارانی بولیں ۔

رکمنی نے پربھا کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا ۔ پربھا چپ کھڑی رہی ۔ تو رکمنی ہاتھ مل کر بولیں ۔

" تو بے چارے ہرنسی کا کیا ہو گا ۔ کیا اسے دھوکا دیا جائیگا ۔ ؟"

"مگر یہ بھی تو سوچیئے ۔" مہارانی بولیں ۔

" بانو لولو کے خاندان میں شادی کرنے کے موقعے بار بار

نہیں ملتے۔"

رکمنی نے شعلہ بار نگاہوں سے پربھا کی طرف دیکھا اور کہا۔
"اگر پربھا ایسا دھوکا کرے گی تو میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔"
ڈھیرومل تلخ ہو کر بولے۔ "اسی لئے تو کہا گیا ہے۔ کہ عورت کی عقل اس کی کھوپڑی میں نہیں اس کی ایڑی میں ہوتی ہے۔ بس آ گئی ہے رنگ میں بھنگ ڈالنے۔"
"تم چپ رہو جی۔ تمہاری عقل خود کہیں گھاس چرنے چلی گئی ہے"
یکایک پربھا نے عجیب نگاہوں سے رکمنی کو دیکھ کر کہا۔ "ماں۔"
رکمنی نے اسے وہیں ڈانٹ دیا۔ "تم تو بے وقوف ہو۔ میں تمہاری بات نہیں سنوں گی۔"
ڈھیرومل بولے۔ "اچھا اب وہ بے وقوف ہے۔ کیونکہ اپنے باپ کا کہنا مان رہی ہے۔"
رکمنی بولی۔ "وہ صرف تمہاری ہی لڑکی نہیں ہے۔ میری بھی ہے۔"
یکایک بالو نے معاملے کو بگڑتے دیکھ کر سیٹھانی کے قریب کھسک کر آہستہ سے کہا۔
"سیٹھانی جی۔؟"
"کیا ہے۔؟"
"ایک منٹ میری بات سن لو۔"

"میرا وقت ضائع مت کرو۔" سیٹھانی سر ہلا کر بولیں۔

بالو نے ملتجیانہ نگاہوں سے سیٹھ جی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "سیٹھ جی اگر آپ کی سیٹھانی جی صرف ایک پل الگ ہو کر میری بات سن لیں گی۔ تو میں یقین دلاتا ہوں کہ ان کے سارے شک و شبہے دور ہو جائیں گے۔

رکمنی غصے سے سر ہلا کے بولی۔ "اور میں یقین دلاتی ہوں کہ نہیں ہوں گے۔"

"بس ایک منٹ کے لئے۔" بالو رکمنی کی خوشامد کرتے ہوئے بولا۔

"ایک پل بھی نہیں۔"

"اوہو۔" سیٹھ زچ ہو کر بولے۔ "ایک بات سن لینے میں کیا ہرج ہے۔"

"میں سننا ہی نہیں چاہتی اس بارے میں۔"

"تو سب سمجھا دیگا۔ وہ ہر بائی لش کا انٹرپریٹر ہے۔" دیوان جی بولے۔

"وہ کچھ سمجھا نہیں سکتا۔" رکمنی نے انکار میں زور سے گردن ہلا دی۔

"دیکھا اسے کہتے ہیں تریا ہٹ۔" سیٹھ بولے۔

پھر رکمنی کے قریب جا کر نرم لہجہ میں بولے۔

"اری بھاگوان۔ آخر اس کی بات سننے میں تمہارا کیا جائیگا۔"

رکمنی نے بالو کی طرف دیکھا۔ مگر پہچان نہ سکی۔ آہستہ سے کہنے لگی۔

"اچھا۔ تو پھر۔ کہو کیا کہتے ہو۔؟"

بالو سیٹھانی جی کو الگ ایک کونے میں لیجا کر کہنے لگا۔ "اجی سیٹھانی جی آپ تو کچھ سنتی ہیں نہ سمجھتی ہیں۔ یہ سب تو ایک چال ہے سیٹھ جی کو پھنسانے کے لئے۔ انہیں شادی کے لئے ہاں کرانے کے لئے ــــ ورنہ یہاں کون ہز ہائی نس ہے۔ وہ تو ہریش بابو ہیں۔ سوانگ بھرے بیٹھے ہیں۔"

اتنا سننے کے بعد رکمنی فوراً چونکی۔ جیونہی ان کی نظر ہریش پر پڑی۔ ہریش نے داڑھی ہٹا کر اپنا اصلی روپ دکھایا۔ رکمنی مسکرا دی۔ اور پھر بالو کی طرف پلٹی۔ اتنے میں بالو نے بھی نظر بچا کر ایک لمحے کے لئے اپنی داڑھی ہٹا کر اپنا چہرہ سیٹھانی کو دکھا کر کہا۔

"اور میں آپ کا داس ہوں۔ بالو۔ اب تو سب سمجھ میں آگیا۔ تپڈت کو میں نے بلا لیا ہے۔ وہ نیچے بیٹھا ہے۔ آپ بھی ابھی حامی بھر لیجئے۔ تو کام ہو جائیگا۔ پربھا اور ہریش کی شادی ہو جائیگی۔ ورنہ زندگی بھر نہیں ہونے کی۔"

رکمنی سب سمجھ کر خوش ہو گئی۔ واپس سیٹھ کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ یہ بات تو الگ ہوئی نا۔؟" پھر سیٹھ

کے قریب جا کر بولی۔

"اس کے دبالو کی طرف اشارہ کر کے) اس کے سمجھانے کا طریقہ بہت اچھا ہے۔ میں شاید جلد بازی سے کام لے رہی تھی۔ میرا خیال ہے مجھے اب اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

سیٹھ خوش ہو کر بولے۔ "یہ ہوئی نا بات۔ بہت اچھا۔ بہت اچھے ہے ہے ہے۔ میرا خیال ہے۔ یہ بات سمجھانے والا پرٹرانٹر۔ انٹرپریٹر انٹرپرنٹر نے ٹھیک سے تمہیں بتایا ہوگا۔ کہ ہمارے ہونے والے داماد ہز ہائی نس کون ہیں۔؟"

رکمنی بولی۔ "جی ہاں۔ اور اب تک اس نے جو بتایا اسے سنکر تو میں حیران سی رہ گئی۔ خیر۔ . . . . اب زیادہ دیر نہ کرنا چاہیئے۔ پنڈت کو بلا کے ابھی شادی کر دینا چاہیئے۔"

سیٹھ نے کہا۔ "میں نے پنڈت کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا ہے۔"

بالو بولا۔ "پنڈت آگیا ہے۔ نیچے بیٹھا ہے۔"

"تو اسے اوپر بلا لو۔" رکمنی بولی۔

دیوان جی آگے بڑھ کے بولے۔

"یہ بہت اچھا خیال ہے۔ ایک اور خیال میرے دل میں بھی آیا ہے۔ کیوں نہ اسی وقت میری شادی مہارانی صاحبہ سے ہو جائے۔ یہ بیوہ ہیں۔ میں کنوارا ہوں۔ پھر اس شادی سے سیٹھانی جی کے دل میں جو

وسوسے پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ بھی مٹ جائیں گے۔ اس شادی سے سیٹھ کو آنکھ مار کر، تو اسی سمے اسی پنڈت سے ہم دونوں بھی اپنا بیاہ رچائیں گے۔"

سیٹھ جی نے دیوان جی کو الگ لیجا کے سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا۔ "بہت خوب۔ یعنی سیٹھانی کو الو بنانے کے لئے نا۔؟"

"اور کیا۔؟" دیوان جی نے مسکرا کر کہا۔

"بہت اچھی ترکیب سوجھی ہے۔" سیٹھ جی آہستہ سے ہنس دیئے۔

"اب میری سیٹھانی کبھی شبہ نہیں کریں گی۔ ہا ہا ہا۔"

بالکے کھنی مارتے ہوئے دیوان جی بولے۔ "اور تو سب ٹھیک ہے۔ پر بیچارے اس انٹرپریٹر کا کیا ہوگا۔"

مہارانی بولیں۔ "میرے خیال میں تو اس کی شادی چمیلی سے کر دینی چاہیئے۔"

"ہاں۔" سیٹھ سر ہلا کے بولے۔ "یہ ٹھیک ہے۔ اس انٹر منتر سے چمیلی کی شادی کر دیں گے۔ اور ہزہائی نس کے سنگ میری لڑکی اور اس کی نوکرانی دونوں کی ڈولی اٹھ جائے گی۔"

رکمنی نے کہا۔ "تو بلاؤ پنڈت جی کو۔"

چمیلی کی شادی بالو سے ہوئی۔ دیوان جی کی مہارانی سے۔ ہز ہائی نس آف ہانولولو کی پربھا سے۔ شادی کے بعد رکمنی نے کہا۔ "پربھا تم اور تمہارا پتی اب دونوں آگے بڑھ کر اپنے پتاجی کا آشیرواد لو۔"

ہز ہائی نس جونہی پربھا کو لیکر سیٹھ جی کی طرف آگے بڑھے یکایک ان کی داڑھی کا ربڑ کا دھاگا ٹوٹ گیا۔ اور جھکنے کے بعد جو انہوں نے سر اٹھایا تو داڑھی سیٹھ کے قدموں میں پڑی تھی۔ سیٹھ نے جو ہز ہائی نس کا اصلی چہرہ دیکھا تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

دو تین دن تک سیٹھ جی الگ اپنے کمرے میں پڑے رہے۔ انہوں نے سیٹھانی سے کوئی بات نہ کی۔ سیٹھانی بھی جان بوجھ کر ان کے سامنے نہیں پڑی۔ تیسرے دن سیٹھ جی نے اپنی بیوی کو اپنے کمرے میں بلایا۔

رکمنی زعفران رنگ کی ریشمی ساڑھی زر دوزی کے کام والی

پہنے ۔ اس ساڑھی کا کنارہ گہرا سرخ تھا۔ رکمنی کے لبوں پہ پان کا لاکھا بھی ایسا ہی تھا۔ جوڑے میں پھول ٹکے تھے۔ آنچل سر پہ لے کر زیوروں سے جھم جھماتی سیٹھانی اندر پہنچی۔

سیٹھ نے رکمنی کو غور سے دیکھا۔ پھر نظریں جھکالیں۔ آہستہ سے بولے۔

"میں غلطی پر تھا۔"

رکمنی کچھ نہیں بولی۔

"میں بوڑھا ہو کر جوانوں کی سی باتیں کرنے لگا۔ پر جوانی کے چوچلے جوانوں ہی کو اچھے لگتے ہیں۔"

رکمنی پھر بھی کچھ نہیں بولی۔

"ان تین دنوں میں میں نے بہت سوچا بہت سوچا۔ اور سوچ کر اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ بڑائی نہ دولت میں ہوتی ہے۔ نہ بڑے خطاب میں۔ بڑائی تو شرافت میں ہوتی ہے۔" رکمنی پھر بھی کچھ نہیں بولی۔

"سیٹھ نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں۔ ہرلش بہت اچھے گھر کا لڑکا ہے۔ نٹ کھٹ ضرور ہے۔ پر شریف ہے۔"

رکمنی چپ رہی۔

سیٹھ نے آگے بڑھ کر اس کی بانہہ پکڑلی۔ آہستہ سے بولے۔

"سیٹھانی کیا بات ہے۔ آج بہت اچھی لگ رہی ہو۔

"ہٹو۔" رکمنی بناوٹی غصے سے بولی۔

"یہ چوچلے اچھے نہیں لگتے۔ اب اٹھو کپڑے پہنو۔ اور دفتر جاؤ۔ تین دن سے دفتر نہیں گئے ہو۔"

"دفتر کیسے چلا جاؤں۔ پہلے اشنان کرونگا۔ پھر نئی دھوتی پہنوں گا۔ پھر پوجا کرونگا۔ پھر دفتر جاؤں گا۔"

"پوجا کروگے۔۔؟" رکمنی کے لہجے میں کچھ حیرت تھی کچھ مسرت کچھ دبی دبی شوخی۔

"ہاں رکمنی۔" سیٹھ پیار بھری نظروں سے سیٹھانی کو تکتے ہوئے بولے۔

"پوجا کرونگا۔ اس عمر میں دوسری عورتوں کو دیکھنا ٹیوسٹ ناچنا برا بھدا لگتا ہے ناں۔"

سیٹھانی نے خوش ہوکر سیٹھ کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ سکون اور اطمینان کی ایک دبی دبی سی سانس اس کے سینے سے دھیرے دھیرے خوشبو کی طرح نکلنے لگی۔

ختم شد

خوشنویس :۔ اعجاز نبی ۴۹۴۳۔ احاطہ کیدارہ باڑہ ہندو راؤ دہلی